

# خُلَاصَةُ الْأَنْوَارِ

شرح

## نُورُ الْأَنْوَارِ

جس میں صرف منار کے متن کو لیکر اس کے تحت صاحب "نور الانوار" کے بیان کردہ طویل تفصیل و تشریح کا انتہائی جامع اور عام فہم خلاصہ درسی انداز میں بیان کیا گیا ہے طرز بیان ایسا سہل اور دلنشین کہ ایک سطحی نظر ڈالنے سے ہی متعلقہ متن کے پیچیدہ اور مشکل مباحث کی گہرائی تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔

مُفَتِّی عِبْدُ الْغَفُورِ

اسلامیہ جامعہ بنوریہ، سائینٹ، کراچی

مکتبۃ اہل القیامۃ  
سائینٹ ————— کراچی

# خلاصۃ الانوار

ترجمہ

## نور الانوار



اس پروردگار کے رسول خدا کے بقول ہے کہ "انوار اللہ" کے بارے میں سب سے  
 مفید کتاب خلاصۃ الانوار ہے۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی ہے اور اس  
 میں وہ حقائق درج ہیں جو اللہ تعالیٰ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے  
 اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بتائے گئے ہیں۔

مفتی عبد الغفور

دعوتِ اسلامی کے لیے

---

مکتبہ دارالافتاء

لاہور

## بہر حقوق بحق دارالقلم مکتبہ چین۔

• نام کتاب	خواصہ انوار شریع نورانیہ اور
• ضابطہ	مفتی عبد الغفور
• تعداد	1100
• قیمت	
• ناشر	مکتبہ دارالعلوم سنت کراچی مہاراشٹر: 0333-3042253

## ملنے کے لیے

- قدیمی نسخہ جامع آراء ہندی و ہندی
- شامیت اور ہندی
- سرورہ سرورہ ہندی و ہندی
- صدیہ الزمان ہندی و ہندی
- مکتبہ ہندی و ہندی
- مکتبہ ہندی و ہندی
- مکتبہ ہندی و ہندی
- مکتبہ ہندی و ہندی

## فہرست مضامین

۲۰	پیش لفظ
۲۱	تاریخ و سوانح
۲۲	اصول نقد کی تدوین
۲۳	۱۷ ویں صدی
۲۴	۱۸ ویں صدی
۲۵	۱۹ ویں صدی
۲۶	۲۰ ویں صدی
۲۷	۲۱ ویں صدی
۲۸	۲۲ ویں صدی
۲۹	۲۳ ویں صدی
۳۰	۲۴ ویں صدی
۳۱	۲۵ ویں صدی
۳۲	۲۶ ویں صدی
۳۳	۲۷ ویں صدی
۳۴	۲۸ ویں صدی
۳۵	۲۹ ویں صدی
۳۶	۳۰ ویں صدی
۳۷	۳۱ ویں صدی
۳۸	۳۲ ویں صدی
۳۹	۳۳ ویں صدی
۴۰	۳۴ ویں صدی
۴۱	۳۵ ویں صدی
۴۲	۳۶ ویں صدی
۴۳	۳۷ ویں صدی
۴۴	۳۸ ویں صدی
۴۵	۳۹ ویں صدی
۴۶	۴۰ ویں صدی
۴۷	۴۱ ویں صدی
۴۸	۴۲ ویں صدی
۴۹	۴۳ ویں صدی
۵۰	۴۴ ویں صدی
۵۱	۴۵ ویں صدی
۵۲	۴۶ ویں صدی
۵۳	۴۷ ویں صدی
۵۴	۴۸ ویں صدی
۵۵	۴۹ ویں صدی
۵۶	۵۰ ویں صدی
۵۷	۵۱ ویں صدی
۵۸	۵۲ ویں صدی
۵۹	۵۳ ویں صدی
۶۰	۵۴ ویں صدی
۶۱	۵۵ ویں صدی
۶۲	۵۶ ویں صدی
۶۳	۵۷ ویں صدی
۶۴	۵۸ ویں صدی
۶۵	۵۹ ویں صدی
۶۶	۶۰ ویں صدی
۶۷	۶۱ ویں صدی
۶۸	۶۲ ویں صدی
۶۹	۶۳ ویں صدی
۷۰	۶۴ ویں صدی
۷۱	۶۵ ویں صدی
۷۲	۶۶ ویں صدی
۷۳	۶۷ ویں صدی
۷۴	۶۸ ویں صدی
۷۵	۶۹ ویں صدی
۷۶	۷۰ ویں صدی
۷۷	۷۱ ویں صدی
۷۸	۷۲ ویں صدی
۷۹	۷۳ ویں صدی
۸۰	۷۴ ویں صدی
۸۱	۷۵ ویں صدی
۸۲	۷۶ ویں صدی
۸۳	۷۷ ویں صدی
۸۴	۷۸ ویں صدی
۸۵	۷۹ ویں صدی
۸۶	۸۰ ویں صدی
۸۷	۸۱ ویں صدی
۸۸	۸۲ ویں صدی
۸۹	۸۳ ویں صدی
۹۰	۸۴ ویں صدی
۹۱	۸۵ ویں صدی
۹۲	۸۶ ویں صدی
۹۳	۸۷ ویں صدی
۹۴	۸۸ ویں صدی
۹۵	۸۹ ویں صدی
۹۶	۹۰ ویں صدی
۹۷	۹۱ ویں صدی
۹۸	۹۲ ویں صدی
۹۹	۹۳ ویں صدی
۱۰۰	۹۴ ویں صدی

۳۶	اعظم ان اصول بالشرع معائنہ
۳۶	اصول شرع کی مختصر تفصیل و توضیح
۳۷	وفاً علی ما رابیع القیاس
۳۷	مثال قیاس المستحب من الکتاب
۳۸	مثال قیاس المستحب من السنۃ
۳۸	مثال قیاس المستحب من الاجماع
۴۰	اصول اربعہ کا بیان بطریق وجہ صر
۴۱	اصول اربعہ کی تفصیل
۴۱	تعریف کی توضیح و تشریح
۴۸	اقسام اربعہ کا بیان بطریق وجہ صر
۴۹	تکلیف و معنی کی اقسام اور وجہ کے درمیان وجہ صر
۴۹	خلاف معنی کے اعتبار سے اقسام کی وجہ صر

## خاص کی بحث

۵۲	خاص کی اصطلاح تعریف
۵۲	فوائد قیود
۵۲	خاص کی تقسیم
۵۵	ہر قسم کی مختصر و مفاد
۵۵	نوع اور جنس کی تعریف میں مناظرہ اور فقہاء کا اختلاف
۵۶	خاص کا تقسم

۵۷	تغیبات
۵۷	پیشی تغیر
۵۸	دوسری تغیر
۵۹	تیسری تغیر
۵۹	چوتھی تغیر
۶۰	۱۔ ہشاقی کی طرف سے ہم استراخ
۶۱	۲۔ خلیہ مذکورہ کو اسے حزب کی طرف سے
۶۲	۳۔ ہشاقی کی طرف سے دوسرا ہم استراخ
۶۳	۴۔ خلیہ مذکورہ حزب کی طرف سے جواب
۶۴	۵۔ پچیس غریب
۶۵	۶۔ پیشی تغیر
۶۶	۷۔ ساتویں تغیر

## امریکی بحث

۶۸	۱۔ قبل سے ربط
۶۸	۲۔ امریکی تعریف
۶۸	۳۔ اہم قیود
۶۹	۴۔ شریعہ عبارت
۷۰	۵۔ پہلا مذہب
۷۲	۶۔ دوسرا مذہب

- ۷۴ تیمم العذیب
- ۷۵ چوقہ مذہب
- ۷۶ امر مشتعل الخضر، جو محفل الخضر سے ہے نہیں؟
- ۷۷ وہاں نہ اٹھوں گے وہاں وہ فرق
- ۷۸ حرم خمر، پانچ اقسام کی ہیں
- ۸۱ خمر امری تقسیم
- ۸۲ قضاء کے سبب میں احتیاط
- ۸۳ ایک مشاہیر و امرا میں
- ۸۵ اذان تقسیم
- ۸۶ اذان کے کامل اذان کے قمر اذان خیر بالقضاء
- ۸۷ اذان و اقامت میں اقسام، ان کی مثالیں
- ۸۸ تقسیم قضاء
- ۸۹ قضاء، مثل منقول، قضاء، مثل غیر منقول، قضاء، مثالیہ یا لا واد
- ۹۰ اقسام قضاء کی متعلق اقسام سے اشد
- ۹۱ مثل سورہ منقول معنوی پر مقدم ہے
- ۹۲ پہلی تفریح
- ۹۳ دوسری تفریح
- ۹۴ جب شخص معذور ہو تو نماز، ایسی ہوگا
- ۹۵ پہلی تفریح
- ۹۶ دوسری تفریح

- ۹۰ تیسری تقریب
- ۹۱ مہر پہیلے صفت حسن ضروری ہے
- ۹۵ مہر پہلی باتہ حسن تقسیم
- ۹۵ حسن لحدہ کی تعریف
- ۹۵ حسن لحدہ کی تقسیم
- ۹۶ حسن لغیرہ کی تقسیم
- ۹۷ حسن لغیرہ کی انقسام نکالنے کے مثالوں سے وضاحت
- ۹۸ قدرت کی قسم اول قدر سے ممکنہ
- ۹۹ قدرت کی دوسری قسم قدر سے کاغذ
- ۱۰۰ مہر پہیلے صفت جو اس کے تحت ثابت ہوتی
- ۱۰۱ مشکلیں کی دلیل
- ۱۰۲ مشکلیں کو جواب
- ۱۰۲ اہم مقامی اور جواب
- ۱۰۲ اہم مقامی کا استدلال
- ۱۰۲ اختلاف کی دلیل
- ۱۰۳ اہم مقامی اور جواب
- ۱۰۴ امر کی تقسیم
- ۱۰۴ مطلق عن الوقت کی تعریف
- ۱۰۴ مستند بالوقت کی تعریف
- ۱۰۴ نفس و جواب اور جواب اور



۱۰۵	فلسفہ و جوب کی تعریف
۱۰۵	۱۔ جوب ادا میں تعریف
۱۰۶	۲۔ مقیدین تقسیم
۱۰۵	۳۔ جوب
۱۰۶	۴۔ جوب و فلسفہ کی مقدار میں اختلاف
۱۰۶	۵۔ جوب و جوب کا مطلب
۱۰۶	۶۔ جوب
۱۰۷	۷۔ جوب کا حکم
۱۰۷	۸۔ مقید بالوقت کی قسم دہی
۱۰۸	۹۔ جوب و جوب کا ثمرہ
۱۰۸	۱۰۔ مقید بالوقت کی قسم ثالث
۱۱۱	۱۱۔ مقید بالوقت کی قسم رابع
۱۱۱	۱۲۔ جوب و جوب
۱۱۳	۱۳۔ جوب کا حکم
۱۱۳	۱۴۔ جوب و جوب کا حکم
۱۱۳	۱۵۔ جوب کا حکم

## جوب کی بحث

۱۱۵	جوب کی تعریف
۱۱۵	جوب کی تقسیم
۱۱۶	۱۔ جوب و جوب کی مثالوں سے وضاحت

۱۱۶	افعال کی تقسیم
۱۱۷	افعال حسیہ کی تعریف
۱۱۷	افعال شریعیہ کی تعریف

## عام کی بحث

۱۱۹	عام کی تعریف
۱۱۹	نور و نور قیود
۱۲۰	عام کے حکم میں مساکنہ نکاح
۱۲۰	عام نام کیلئے مانع بن سکتا ہے
۱۲۱	امام شافعی کے دو اشکال
۱۲۲	احناف کی طرف سے پہلے اشکال کا جواب
۱۲۲	احناف کی طرف سے دوسرے اشکال کا جواب
۱۲۷	ماہر و مہتر و معنی عام کی تقسیم
۱۲۸	من اور ما کا مفہوم اور جہ فرق
۱۲۸	من کے عموم پر تفریق
۱۲۸	صاحب توضیح کی توجہ
۱۲۹	توجہ مذکور پر اعتراض
۱۲۹	ما کے عموم کی مثال
۱۲۹	فظائل اور اس کے اخراجات
۱۳۱	کل

مصحح

۱۳۱

ماضی الیہ الہامی کی تقسیم

۱۳۸

## مشترک کی بحث

مشترک کی تعریف۔

۱۳۹

قواعد تہجد

۱۴۰

شرائک کے ذریعہ وضاحت

۱۴۱

مفہوم مشترک بائز ہے یا نہیں؟

۱۴۲

مذہب کی تعریف

۱۴۳

مذہب کا حکم

۱۴۴

## نفس کی ظہور معنی کے اعتبار سے تقسیم

قسم اول ظاہر کی تعریف

۱۴۵

قسم ثانی نفس کی تعریف

۱۴۶

قسم ثالث مفسر کی تعریف

۱۴۷

قسم رابع محکم کی تعریف

۱۴۸

کتاب میں مذکور مثال کی وضاحت

۱۴۹

مفسر کی مثال پر اعتراضات

۱۵۰

نفس اور مفسر کے حق و حق کی وضاحت ایک مسئلہ ظہری سے

۱۵۱

	نص کی بنائے معنی کے اعتبار سے تقسیم
۱۵۰	نعم کی تعریف و مراد و نسبت یہ امر محسوس ہے
۱۵۱	نعم کی ماضی
۱۵۱	نعم کے معنی کی مثال سے وضاحت
۱۵۲	تسمیہ کی مشکل کی تعریف
۱۵۳	تسمیہ کی مثال کی تعریف و مقرر
۱۵۵	تسمیہ کی مثال کی تعریف و مقرر
۵۴	نعم و المات
۵۴	نعم و المات کی تعریف

### تقسیم ثالث

۱۵۷	حقیقت و تعریف و قسم
۱۵۸	محرم کی تعریف و قسم
۱۵۸	محرم کی جائز و نجس
۱۵۹	محرم کی جائز و نجس
۱۶۰	حقیقت اور محرم کے پیمانے کی وضاحت
۱۶۰	جمع میں الحقیقہ و الجواز کے پیمانے
۱۶۱	محرم کی محسوس سے مثال
۱۶۳	جمع میں الحقیقہ و الجواز کے استثناء پر نظر
۱۶۳	محرم کی تعریف
۱۶۳	محرم کی تعریف

۱۶۳	تیسری تفریح
۱۶۴	چوتھی تفریح
۱۶۴	مذہب الحرف پر دارالہدایہ مطبوعہ کا فتویٰ
۱۶۷	علامہ کاظمی کی حجت
۱۷۱	ترک حقیقت و مجاز کے مواقع
۱۷۳	بہت حقیقت اور مجاز متعارف ہو
۱۷۳	جنانہ اشکوف
۱۷۴	قرینہ اشکوف کا قصور
۷۶	ملک شاہی کے ترانے
۱۷۶	قرینہ اہل
۱۷۶	قرینہ آئی
۱۷۷	قرینہ بولٹ
۱۷۷	قرینہ رابع
۱۷۷	قرینہ غامس

### حروف معانی کی بحث

۱۷۹	الوؤ
۱۸۳	نلدو
۱۸۴	شر
۱۸۷	لی
۱۸۸	کلیں

۱۹۴	مفسر صاحب کشف کا مسلک
۱۹۵	حتی
۱۹۷	حروف معانی میں سے حروف جر بھی ہیں
۱۹۷	ہاء
۱۹۸	علی
۲۰۰	سن
۲۰۱	الی
۲۰۲	حروف معانی میں سے اسما و معروف بھی ہیں
۲۰۴	حروف معانی میں سے حروف شرط بھی ہیں

## مرتج کی بحث

۲۰۹	مرتج کی تعریف و قسم
-----	---------------------

## کنایہ کی بحث

۲۱۰	کنایہ کی تعریف و علم
-----	----------------------

## تضمین و راجع

۲۱۳	استدلال بعبارة النص
۲۱۳	تعریف کی وضاحت
۲۱۳	نص اور عبارة النص کا باہمی فرق
۲۱۴	عبارة النص کی مثال

- ۲۱۵ استدلال باشارۃ انھیں
- ۲۱۵ نوائد قیود
- ۲۱۶ عبارت انھیں اور اشارۃ انھیں کی مسمیٰ مثال
- ۲۱۶ وجہ فرق
- ۲۱۷ تعارض کی وضاحت
- ۲۱۸ اشارۃ انھیں عام مخصوص منہ البعض کی مثال
- ۲۱۸ درالۃ انھیں کی اصطلاحی تعریف
- ۲۱۸ نوائد قیود
- ۲۱۹ الامراضی کا زعم اور اس کا بقاء
- ۲۱۹ مانتی کی بیان کردہ درالۃ انھیں کی مسائل
- ۲۲۰ تعارض کی اقسام
- ۲۰ اعتراض
- ۲۲۰ جواب
- ۲۲۱ (۱) مانتی کے مانتی کے اور معذرت نامی وجہ کا ثبوت
- ۲۲۱ (۲) مانتی کے ثبوت کے مسائل کیسے سزا دیا جائے
- ۲۲۱ ممانہ اور وہ ممانہ کے خلاف سے کیا ہے
- ۲۲۲ ان ممانہ کی کیا سند ہے
- ۲۲۲ حد ممانہ کی کیا حد ہے
- ۲۲۳ درالۃ انھیں کی ممانہ کی کیا حد ہے

۲۲۳	مثال سے وضاحت
۲۲۳	استدلال باقتضای داعی
۲۲۴	چند ضروری اعضاء
۲۲۴	ہلکی توجیہ
۲۲۵	دوسری توجیہ
۲۲۵	مقتضی اور مکرر کے فرق
۲۲۵	مقتضی کی ممانعت
۲۲۵	مثالوں سے وضاحت
۲۲۵	مکرر وف کی مثال سے وضاحت
۲۲۵	معنوی تغیر
۲۲۶	لفظی تغیر
۲۲۶	مقتضی اور مکرر وف میں فرق کا جدول
۲۲۷	تعارض کے وقت والیہ النص کی وجہ ترجیح
۲۲۷	مثال سے قاعدہ ذکر کی وضاحت
۲۲۷	حل عبارت
۲۲۷	امثال کا حساب برصوائس
۲۲۸	شواہد کا حساب برصوائس
۲۲۸	اعداد میں تفریق
۲۲۹	مقتضی میں مکرر اور مکرر پر مختلف مسائل کی تفریق



- ۲۲۹ پہلی تفریح
- ۲۲۹ اختلاف کے اس دیاڑہ بھی اسکی نیت معتبر نہیں۔
- ۲۲۹ اعتراض
- ۲۳۰ جواب
- ۲۳۰ شوافع کی دلیل
- ۲۳۱ دوسری تفریح
- ۲۳۱ اختلاف کی دلیل
- ۲۳۲ فترت عہارت
- ۲۳۲ ظلتی نفسک کی صورت میں اعتبار نیت کی تخریج
- ۲۳۲ انت بائن کی صورت میں اعتبار نیت کی تخریج
- ۲۳۳ وجہ فاسدہ کا بیان
- ۲۳۳ وجہ فاسد کی مثال کے ذریعے وضاحت
- ۲۳۴ وجہ فاسد کے فساد کی وجہ
- ۲۳۴ دوسرا آخر
- ۲۳۵ جواب
- ۲۳۵ مثال سے وضاحت
- ۲۳۶ افسانہ نے تخصیص کا قول کیوں اختیار کیا؟
- ۲۳۷ اسباب کی وجہ سے وجوب کی وجہ
- ۲۳۷ دوسری وجہ فاسد کی وجہ

- ۲۳۸ طرز استدلال
- ۲۳۸ مصنف کا اثر کے ساتھ الحاق
- ۲۳۹ تعلیق یا شرط مع قلم میں عالم ہے کہ مع سبب میں
- ۲۳۹ نہ حسب شائع کی مزید وضاحت آئینے آفرینات
- ۲۴۱ قیصر فی جہدۃ مدکاریوں
- ۲۴۲ اختلاف کے نہ حسب کجیات
- ۲۴۳ شوق کی طرف سے اختلاف پر چند اعتراضات اور ان کا دفعہ
- ۲۴۴ منطق اور عقیدہ کی صورت اور ان کے احکام (جہدوں)
- ۲۴۶ پوچھی جہد کا سد کا بیان
- ۲۴۷ پانچویں جہد کا سد کا بیان
- ۲۴۹ آٹھویں جہد کا سد کا بیان
- ۲۵۰ نوٹوں کی چھ سد کا بیان
- ۲۵۰ آٹھویں جہد کا سد کا بیان

### صل مسروعات کے بیوں میں

- ۲۵۸ رخصت عقیدہ کی قسموں کی مثالیں
- ۲۵۹ رخصت کے نزدیک نوع اقربانے بعد از
- ۲۶۱ امر اور نسی کی تمام اقسام میں بیٹے اور باپ کے فرق
- ۲۶۳ لکھی لکھی کی تمام اقسام کے علوم کے

## باب اقسام السنہ

۲۶۷	متواتر کا بیان
۲۷۰	خبر مشہور کا بیان
۲۷۱	خبر واحد کا بیان
۲۷۷	خبر واحد کے حکم کے متعلق بعض لوگوں کا نظریہ
۲۷۸	احوالِ روات کا حکم
۲۸۰	حدیث معرۃ کی تشریح
۲۸۲	واجب التوقف سے کیا مراد ہے
۲۸۳	اطرافِ علماء کی تعریف
۲۸۶	مجاہل کی تشریح، مادیوں کے الفاظ میں
۲۸۹	روایت بالغین کا حکم
۲۹۰	اس طعن کا بیان جو راوی کی طرف سے حدیث کو لاحق ہو
۲۹۹	اس طعن کا بیان جو غیر راوی کی طرف سے حدیث کو لاحق ہو
	طعن مبہم کا بیان
۳۰۱	ان امور کا بیان جن سے طعن قبول نہیں کیا جائیگا
۳۰۵	تمذیخ کی مباحث
	فصل: بیان کی اقسام
۳۲۵	مصدق کی ہوتا ہے کہ حدیث اس کے ذریعے وضاحت

فصل: مسئلہ تعلیم کی اقسام کا بیان

ایک محرکہ الآراء مسئلے کا بیان

تخلیہ سہیلی رضی اللہ عنہ کا بیان

اجماع کی بحث

## پیش لفظ

طاہران علوم ہدیہ کے فائدہ سے کی فرض سے مناد اور نور الانور دونوں کے فاضل اور مطلوب آسمان طریقہ سے ضمیمہ کرنے کیلئے خلاصہ الانور کے نام سے اختصار کے ساتھ طلبہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

زمانہ طالب علمی میں نور الانور کی کوئی بھی اور بشرط منظر عام پر موجود نہیں تھی اسی وقت سے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اس کتاب کی ایک ایسی شرح ہو لی جاوے جو مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ جامع اور مانع بھی ہو۔ جو منار اور نور الانور کے جوں توہ طریق تنبیہات و مہارت سمجھنے میں مددگار ثابت ہو۔

چنانچہ دوران تذکر میں یہی کتاب ایک عرصہ تک پڑھانے کا موقع ملا اور یوں میری روش رفتہ چاکم منزل طے پایا۔

اصول فقہ میں نور الانور ایک بہترین کتاب ہے اہل علم اس بات سے انکاری واقعہ ہیں اس کی اہمیت و افادیت کو دیکھتے ہوئے بعض ارباب علم نے اس پر ضرورت محسوس کی۔ لیکن ایک تو کافی طویل ہونے کی وجہ سے مترسلا بہن کے حامل حنفیہ کیلئے ان سے استفادہ دشوار ہے نیز قیمت کے اعتبار سے بھی حاسب علم کی دسترس سے باہر ہیں۔ اس شرح کی تالیف میں ان تمام امور کا فائدہ رکھا گیا ہے۔

ہم نے اپنی اس شرح میں (منار) کے متن کو نقل کر کے نور الانور کی عبارت کو درس کے انداز میں تحریر کیا ہے۔ نیز بعض جہوں پر اہم اور مفید نکات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

امید ہے کہ اہل علم اور طالب علم کو شرف کویت سے نوازیں گے اور ہماری حوصلہ افزائی کرنا نہیں گئے۔

میں آخر میں ان تمام حضرات کا شمار کیاؤں کہ طراری بھکتا ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کی تصنیف کے دوران مدد سے ملنے کا تعاون کیا۔ یہاں ان کا عظیم و سخاوت ہے۔

تعاون اور اللہ کی نصرت اور اس کے فضل و کرم سے یہ کتاب منظر عام پر آئی۔  
 اللہ رب العزت اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر راقم کیلئے آخرت  
 بنائیں۔ اور ظلم و ستم کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین۔  
 صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلق محمد و آلہ و صحبہ و جمیعین

عبد الغفور

اسٹاذ جامعہ غوریہ

سائنس کراچی

# تاریخ اصول فقہ

## اصول فقہ کی تدوین

انسان کا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ کوئی قسم شرعی متعلق نہ ہو مگر انسان کے انحال ہے اجتناب میں اور ہر ایک شخص کا جب تک کہ یہ تقبیلان کرنا اگر کمال نہیں تو محصور ضرور ہے جس لئے ایسے قواعد کی تدوین کی ضرورت تھی جن کے ذریعے احکام و اصول شریعت سے اشتباہ اور استدلال کرنے کا طریقہ معلوم ہو سکے۔

صحابہ کرام، علماء فقیہ اور فقیہ محبت نبویہ کے باعث اس فن سے مستغنی تھے نیز عہد صحابہ میں علوم نے مناعت کی صورت بھی اختیار نہیں کی تھی اس لئے جہاں اور علوم کی تدوین عہد صحابہ میں نہیں ہوئی وہیں اصول فقہ کی تدوین بھی عمل میں نہیں آئی عہد صحابہ گذر جانے کے بعد ہر علم نے مناعت کی صورت اختیار کی تو اس فن کی تدوین بھی مناعت ہی کے پیرایہ میں کی گئی۔

## دوسری صدی

حضرات فقہاء مجتہدین نے اپنے اپنے طرز اجتہاد کے مطابق مسائل کا استنباط کیا ہے اور غلط ہے کہ مجتہد کے لئے اصول و ضوابط کے بغیر اجتہادی مسائل بیان کرنا کسی طرح ممکن نہیں پھر امام ابو حنیفہ علم فقہ کے مہمان اول ہیں تو یقیناً آپ نے تدوین فقہ کے وقت اصول فقہ کی بھی بنیاد ڈالی ہوگی لیکن اس فن میں آپ کی کوئی تحریر نہیں ہو سکی علامہ بخاری نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے بھی اصول فقہ پر کچھ کتابیں لکھی تھیں مگر اس وقت ان کا صحیح سراغ لگانا بہت مشکل ہے۔





## پہلی صدی

پہلی صدی کی تصانیف میں سے بعض یہ ہیں:

- (۱) الاصول شیخ ابو محمد بن سین اور سابقہ کی معروف تالیف القواعد متوفی ۵۱۲ھ کی تصنیف ہے (۲) الاوسط شیخ ابوبکر محمد بن محمد معروف بابن البرحان شافعی متوفی ۵۱۸ھ کی تصنیف ہے (۳) المعنی شیخ جلال الدین عمر بن محمد الخیار الجعفی المتوفی ۶۰۴ھ (۴) محصل و محمول امام فخر الدین عمر بن ابی شامی متوفی ۶۰۶ھ کی تصنیف ہے۔

## ساتویں صدی

ساتویں صدی کی بعض مشہور کتابیں یہ ہیں:

- (۱) الاحکام الاحکام فی اصول الاحکام شیخ ابو الحسن علی بن ابی علی بن معروف سیف الدین آدمی شافعی متوفی ۷۳۱ھ کی تصنیف ہے۔ (۲) المستقیمی زیہ الدین ابو عمر عثمان بن الحاجب متوفی ۷۳۱ھ کی تصنیف ہے (۳) المحاصل تالیف ابی الدین محمد بن حسین آزری متوفی ۷۵۶ھ کی تصنیف ہے۔ (۴) الصنفون ابو العرب عثمان بن محمود بن الزاہد متوفی ۷۵۸ھ کی تصنیف ہے۔



## ماتن منار کے حالات

### نام و نسب

منار کے مؤلف کا نام عبد اللہ بن احمد بن محمد ہے۔ کنیت ابو البرکات اور لقب محدث الدین نسفی ہے (نسب)۔ معلومات ترکستان واقع ایک مؤرخ کا نام ہے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو نسفی کہہ جاتا ہے۔

ابو البرکات نسل اپنے زمانے کے امام اور بے نظیر علماء میں شمار ہوتے ہیں پختہ اور اصول فقہ میں مجتہد از نشان کے مالک تھے حدیث اور مقلات حدیث میں بھی پورے عبور رکھتے تھے۔

### مشہور اساتذہ و شیوخ

آپ کے اساتذہ میں سے محمد بن السار کر دی، حمید الدین الغریز اور بدر الدین خرابر زادہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں

### علمی کارنامے

متن منار کے علماء مختلف فنون میں آپ کی ہر بھی نہایت مستعد اور مجتہد تصانیف ہیں جن میں سے (معدن لك المنزہل وحقائق النقاویل)، (کنز الہقائق)، (لوفی)، اور اس کی شرح (کافی) اور محمد بن عبد علی بن عبد الجماعت زیادہ مشہور و معروف ہیں۔ آپ کی تصنیفات کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ ان میں اکثر کتابیں صدیوں سے عرب و اجماع میں رہا ہوں، میں، افسوس میں ہیں۔

## متن منبر کا تعارف

میں نے یہ مختصر متن (منبر) اور جمل لغز نامی مذہبی پرووی اور اصول متن ان کے سرخص کی  
مختصر ہے جس میں اصول پرووی کی ترتیب آئینہ کی زیادہ پابندی کی گئی ہے خود اس نے  
میں اس متن کی ایک یہ وہ تشریح تھی۔ یہ مس کا نام (کشف الاسرار فی شرح  
المنان) ہے جنہا سے جامع اور میں ہے کتب۔ ہاں سے آپ کی سن واصلت کا یہ نہیں چلا ابھی  
آپ کی ولادت ۱۸۷۵ء میں بغداد میں ہوئی۔

رحمہ اللہ تعالیٰ ولعلہ یعلمہ آمین

## ایک امر کی وضاحت

دانش منہ رت کا تعلق کے مختلف دور سے ہیں جن کا نام جو محقق عمر بن محمد الطی  
(۱۸۷۶ء تا ۱۹۵۳ء) ہے صاحب منہ رت نامی حدیث منہ رت سے تقریباً دو صدی پہلے  
میں۔ اس میں اس بات کے ثبوت کی وجہ سے طلبہ کو جو کچھ علما مشہور ہو رہا ہے اس سے  
اس کی وضاحت کرائی گئی۔



# صاحب نور الانوار کے حالات

## نام و نسب

کتاب کا مصنف سے واقعہ ۱۸۵۱ء میں طرینوں سے مشہور ہوا۔ صاحب ناموں ہے  
 امیر بن محمد بن عبداللہ شیخ محمد نازق بن شہنشاہ (مخدوم خاندان) آخر میں  
 کتاب کا نسب شریف بعد وصفت ان کا شمار حق بنی شدت ہے۔

## پیدائش و مکونت

کتاب نے الامام - کے بعد خود کا اصل محلہ شیخ ملائح لدین معلوم ہوا۔  
 پورا نسب شیخ کے مندرجہ بالا کوئی کسی سے نئے اصل سے متعلق ہو کر نسب نامہ میں اقامت پور  
 ہونے کے لئے ملا جلا دی تمبہ شیخ میں پیدا ہونے کے من پیدائش تقریباً ۱۸۰۷ء ہے۔

## تحصیل عموم

ماتernal کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا پھر قصید علوم و فنون میں مشغول ہوئے  
 اور اپنے علمی استعداد سے رو کر انھما عصر سے استفادہ و علوم کیا۔ روایات میں سے  
 کہ کتاب شیخ محمد صادق ترقی سے پانچ میں آخر میں ملا لطف اللہ گوردی، جیساں آبادی سے سند  
 فراغت حاصل کی آپ کے تخریم کے متعلق مولانا آزاد اظہار کی کے الفاظ ہیں (مصلح کام انہی  
 درخش مقلد حق مجرا انہی) تحصیل علوم سے فراغت کے بعد سند صد رت تدریس کو ذہانت بخشی  
 "راپنے وطن میں درس دیتا رہے۔"

## قوت حافظہ اور سادگی مزاج

آپ نہایت سادہ و سخی مزاج و طبع ہنسکھارہوای۔ مین سادہ و رکی تحقیقات سے

تلفظ بیگانہ اور قوت مانتہ میں پکا نہ تھے درمی کنائیوں کی مہارتوں کے پورے پورے عاواق  
مصفاۃت حفظ اور بڑے بڑے قصیدے ایک مرتبہ سننے سے یاد ہو جاتے تھے۔

### شاہ عالمگیر ملا صاحب کے سامنے

چالیس سال کی عمر میں امیر شریف سے ہو کر دینی پینچہ اور یہاں کافی مدت تک  
اقامت کی اور دوسرے دن کا مشغلہ جاری رہا کشف طالع نے آپ کو شہاب الدین شاہ جہاں  
بادشاہ تک پہنچا دیا شاہ جہاں نے آپ کو اور محمد ذہب عالمگیر کی تعلیم کیلئے مقرر کیا اور عالمگیر نے  
آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور پھر عمر بھر حد سے زیادہ اعزاز و اکرام کرتا رہا اسی طرقت شاہ  
عالم خلف عالمگیر آپ کے سامنے لواؤ کریم بجا لانا اور شاہ فرخ میر بھی آپ کی بڑی قدر و منزلت  
کرتا تھا۔

### دیبا سے رحلت

آپ نے ۱۱۳۰ھ میں کاشانہ فردوس کو تحسین علیا پہنچا کر روز کے بعد غمش مبارک دہلی سے  
ایلیٰ نے جا کر آپ کے مدرس میں دفن کی گئی۔

### طبی کارنامے

آپ نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں صرف کی اصول فقہ  
میں نردانا نور شرع المنار آپ کے زندہ و یادگار تہما جس سے نائے عالم کا کچھ بچہ بخیر و اقی ہے  
یہ کتاب آپ نے حدیث منورہ کے قیام کے دوران صرف دو ماہ کے اندر لکھی ہے۔



## بسم اللہ الرحمن الرحیم

### الحمد لله الذي هدانا الى الصراط المستقيم

انہم نفل کا غریب مستحق یہ ہے کہ وہ اپنی تحریر و تقریر کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد و شامد،  
 نامتو شخصیت محمد مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو، و سلامت کیا کرتے ہیں مناسب کتاب بھی وہی  
 نامتو شخصیت تحریر ہے یا نہ ہو، و نہ موت محمد باری تعالیٰ پر مشتمل ہے نہم انتصار کے پیش نظر وہی  
 نجات پر اقبال ہیں کے ہنس سے طالب غم نہ ہوں۔ جو تعلیمات دینیہ جو بطلی آئی ہیں ان کا ذکر  
 نہیں حاصل، و نہ باب حوالہ ہے نہ اسم اس ترک کردہ ہیں۔

### قوله الصراط المستقيم:

خبردار اگر اصل اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک سیدھی ٹیکر چینی اور فرمایا کہ یہ صراط مستقیم

### صراط مستقیم کی تعریف:.....

اور نہ تو ثبات نامہ واقعی، و اور ہمیں اس پر صبر و استقامت مل سکے، و انہیں پا میں توجہ  
 دے بغیر۔ یہی صورت نہیں ممکن ہے۔ ایک بار میں کون انجام کی پہانی اور سادہ و غیر متور۔

## صراطِ مستقیم کا مصداق:

فتحِ حور مراد نے صراطِ مستقیم کے تین صدق ذکر فرمائے ہیں:

(۱) شریعتِ محمدی علیہ السلام

(۲) عقائدِ اہل سنت و اجماع

(۳) راہِ تقویٰ و سلوک

صدقِ بول کی وجہ: ... یہ ایسا شریعت ہے جس میں اعتدال ہے اور وہ راہِ دینِ تہ اس طرح کے

افراط پر مشتمل ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تھا اس افراط کے چند نظائر یہ ہیں

(۱) زکوٰۃ میں کھ مال کا چر تھا لی اد کر (۲) توپ میں کھ لیا جاد (۳) بدوں میں نباست گ

ہے تو جس حصہ جسم کا کٹ بھیجے (۴) مہن میں سنا نباست گ جائے تو اس میں جس جگہ کا جڑ پایا

(۵) اگر کوئی رات کو گھر سے تو دن میں اس کے دوروازے پر اس کا قہر ہو۔

اسی طرح ... میں میں وہ تقریباً بھی نہیں جو حضرت بھی علیہ السلام روحِ اللہ کے

شریعت میں تھی مثلاً شاپ کا مال و (۲) کوئی چہرے پر پھینکے تو جو بے بدہ بیٹے کے دوسرا

کال پش کر لیا (۳) اگر زیادہ عدل ہو نہ وغیرہ

(۳) صدقِ کافی کی وجہ: ... پہلی وجہ وہ کہ اہل سنت و اجماع معذلت جہاد قدر کے

مقابلہ میں جہاد کا عقیدہ ہے کہ ان کے کچھ انھیں ہے اور وہ دیکھتے ہیں کہ انسان اپنے افعال

کا خواجہ بنے اور ان کے سب یہ اور فرما کر قدر یہ کہنا ہے۔

مذاہقہ، یہ کہ وہ ان کے کچھ انھیں ہے نہ ہی اپنے افعال کا حق بلکہ افعال کا سب

ہے۔

دوسری وجہ ہے کہ مسلمان میں سب وہ فرائض و امور ان کے حق میں متوسط ہے اور

میں مطلقہ ہے، اس میں سب ان کے حق میں ہے اور ان کے حق میں ہے اور ان کے حق میں ہے

لاہور، محمد مصباح، ضلع اللہ آباد، ضلع

تشیع نہیں تاہم "حضرت علی رضی اللہ عنہ" اور ان کے پیروں کی تحفیر کی جاتی ہے اسی طرح روافض  
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (فاتح شام، کاتب وحی، ہادی، مہدی) کی تحفیر کرتے ہیں  
مطلقاً نہ تو رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت کے منکر ہیں اور حضرت علی سے دعوائے محبت میں  
بدترین الزام کا شکار ہیں۔

بیکہ ال سنت کے چاروں ائمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین  
بشمول حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما ول ہیں۔ معارضت میں سب سے اللہ تعالیٰ نے اپنی  
رضا منشی کا قرآن میں سنکڑوں مرتبہ اعلان فرمایا ہے۔

تیسری وجہ مسلک حق عقیدہ و تشیع اور تعلق کے مقابلے میں معتدل ہے تشیع سے مراد  
اللہ تعالیٰ کیلئے بھی انسانوں کی طرح ہاتھ چہرہ و دیگر اعضا حیات کرنا اور عقیدہ تعطیل کا معنی حصول  
عشرہ ہیں یہ عقائد کا عقیدہ و توحید کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قول مشرعیہ فرمائے ہیں  
اب تمام تھا۔ بکاوت کی محمول چاروں ہیں اللہ تعالیٰ (نمود پائندہ) تعظیمن ہیں۔

چاروا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ وجہ اخیرہ ہیں مگر انہوں جیسے نہیں ہمارا کام ایمان  
لانا ہے اور کیفیت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ کو ہی علیٰ کل و کلام عالم کا واحد  
تعریف و تکیہ کش اور حاکم روا، نفی نقصان کا انکشاف و شاکست غیرے سمجھتے ہیں۔

مصداق ثالث کی وجہ سے... شیخ حمزہ رحمہ اللہ ایک باکرامت صوفی بزرگ اور ولی اللہ تھے سوائے  
انہوں نے تیسرے مصداق تعریف و ستون و قیادہ ہے کیونکہ صوفی ایسی راہ ہے جس میں انبیاء  
اور انبیاء سے محبت و عقیدہ مسلم ہے مگر اس کی ایک حد مقرر ہے، محبت و عقیدہ اس میں ایمانی حدود  
سے تجاوز نہیں کیا جاتا جس طرح کہ مجذوبین کا وہ یہ ہے باہر نشان فساد کا۔ نیز یہ ماننے کی  
راہ ہے ہر کہ رحمتی کردار کا مشرعیہ کو بھی عقائد کی کسوٹی پر نہیں رکھتا کیونکہ عقائد کے قیامین بالاخر  
لحد و زندقہ جو رائد تعالیٰ کا بھی انکار نہیں ہے۔

تکلیف... حقیقت میں تعریف و ستون... اللہ تعالیٰ کا ایک شہید۔



ہے کہ وہ اس جہانی میں نہ کوئی کیا جائے کہ مرزا مستقیم کے دو حصاد حق ہیں تو بے جا نہ ہو گا۔  
 ”کج... ہدانا الی الصراط المستقیم“ میں سورۃ فاتحہ کی جامعہ یا الصراط المستقیم  
 کی طرف توجہ ہے کج سے مراد ہے کسٹم کے اندر قرآن مجید کی کسی آیت یا حدیث نبوی یا کسی  
 نصیب یا شہری طرف اشارہ اس طور پر کرنا کہ اسے ذکر نہ کیا جائے۔

## وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اخْتَصَّ

### بِالْحَقِّ الْعَظِيمِ

مخصوص خلق عظیم... اس سے کتنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں  
 اقبال... مصنف و مراد نے حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ہی اسم گرامی کی صراحت  
 کیوں نہیں کی؟

اب... حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کا حق عظیم سے تعلق جو حقائق بیان نہیں اور یہ ایسی  
 بات ہے کہ اب بھی اس کا ذکر کیا جائے زمین حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف تعلق ہے  
 نہ خدا کی یا کتنا فرمایا

### حَرِيفٌ عَلٰی عَظِيمِ

دو ملکہ اور مزاحیت اس کی تاہم پر نہایت افعال انہی مریے جائیں۔

میرزا رسنی اللہ علیہ وسلم نے لے لے خلق عظیم... شیخ احمد مراد نے اس میں انوار نقل  
 نے ہیں تاہم یہ قول دوم ہے قوال... توفی ہے۔ تقدیم اور انگریزوں کے ذکر  
 یہ فقر جس سے یہ بات وہاں ہے۔ قوال پہ ہیں

یا اللہ... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا... ہے جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے لئے  
 ان سے انوار انوار... انہی نے قرآن میں جو حقائق بیان کیے ہیں وہ اس میں  
 سند و دلیل کے ساتھ ہماری روایت کے لئے

دوسرا قول..... بعض لوگوں نے خلق عظیم للنسی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہانوں کی سخاوت اور خالق دو جہاں کی طرف توجہ کو ترجیح دیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر بخشنے لگے کہ کبھی سال کو خالی ہاتھ نہ لوٹا یا نیز اسور آخر یہ میں بھی آپ انتہائی فیاض تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ بڑے سے بڑے اجروالے اعمال بھی آپ نے امت تک پہنچائے اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین اللہ رب العزت کی عبادت اور امتثال امر میں مشغول رہے یہی کمال ہے کہ انسان دنیا کے معاملات بھی بقدر ضرورت نشانے اور اپنے مقصد حقیقی یعنی انجام کتاب و سنت سے بھی غافل نہ ہو۔ رہبانیت میں کوئے کمال نہیں۔

تیسرا قول..... بعض علمائے کرام نے خلق عظیم ان تین صفات کو ترجیح دیا ہے جس کا امر اس حدیث نبوی میں ہے: **(أَجَلٌ مِنْ قَطْعِكَ وَأَعَدٌ مِمَّنْ ظَنَمَكَ وَاحْسَنُ الْإِنْسَانِ مَنْ أَسَاءَ إِلَيْكَ وَأَوْدَعَتْهُ)**

(۱) قطع تعلق کرنے والے سے صلہ رہی کرنا۔ (۲) ظالم و مہافظہ کرنا (۳) برے سلوک سے پیش آنے والے سے اچھا برتاؤ کرنا۔ اللہ ہم ارز قتنا وایا کم

قولی..... ایسا طرز زندگی اختیار کرنا کہ اللہ تعالیٰ بھی راضی رہیں اور تمام مخلوق بھی خوش رہے شیخ احمد درمہ اللہ نے اس انتہائی غریب قرار دیا ہے جس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ قولی انجی ہے کیونکہ یہ اسے اس کہنے کے معارض ہے لگے مراد یہ ہے کہ ایسا طرز زندگی اختیار کرنا دور حاضر میں انتہائی مشکل ہے اس لئے ان صفات سے متصف الزاد آئے میں تک کے برابر ہیں۔

چوتھا قول..... **(مَنْ اخْتَصَّ بِالْخَلْقِ الْعَظِيمِ)** میں اللہ تعالیٰ کے فرمان و انک لعلو خلق عظیم سے بھیج ہے۔

اعتراض..... مصنف کے قول کو انک اعلیٰ خلق عظیم سے بھیج کیونکہ قرآن دیا جاسکتا ہے۔ جبکہ آیت میں اس صفت کا کوئی اختصاص میں اور مصنف کے قول سے اختصاص سمجھا تا ہے عدم موافقت و مطابقت بھیج سے مانع ہے۔

**جواب۔۔۔** آپ کی بات نہ سمجھتا ہوں جب کوئی صفت تمام حدت میں ذکر کی جائے تو وہ صوف کے ساتھ خاص ہی ہوتی ہے۔ ہذا آیت میں کل روح میں ہونے کی بناء پر تخصیص اضافی نہ لکھ دینا چاہئے۔ اور اس شخص شبہ اور ابے حیرانی یا تخصیص ہے قرآن میں ہذا۔

### و علی الہ الذین قا موا بنصرہ الذین القویم

آں سے مراد۔۔۔ اس میں شارع و مبراہ نے نہیں قرآن نقش کئے ہیں پہلے وہ خاص اور تیسرا عام ہے اسی لئے بھی زیادہ مناسب ہے۔

**چہا قول۔۔۔** اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ تفسیر جلالین میں اہل بیت کا مصداق ازواج مطہرات لکھ رہا ہے۔

**دوسرا قول۔۔۔** اولاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

**تیسرا قول۔۔۔** ہر مومن جو حقیقی اور پرہیزگار ہو۔

**نکتہ۔۔۔** اہل بیت کا معنی اولیٰ تو ازواج معصمات ہی ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین

جس طرح قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ (یرید اللہ لیزہب عنکم اللوجس اہل البیت۔۔۔ الحج) البتہ تا طویل یہی ہے کہ وہی میں جمیع اولاد میں رضی اللہ عنہ و عید اعظم شامل ہیں کیونکہ کوئی حرمت سب کلمے ہے اور حرمت

زکوٰۃ و مالی حدیث میں اہل بیت پر دلالت موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

**آخر ارض۔۔۔** مصنف کو چاہئے تھا کہ اگر کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی ذکر کرتے جس

شرح میں کا طرز ہے و علی الہ واصحابہ

**جواب۔۔۔** مصنف نے یہ کہہ کر کہ اہل رضی اللہ عنہم کا مستقل ذکر نہیں کیا اسے کسی

بہ نکتہ اور بد اعتدالی پر محمول نہیں کیا یا نہ ملنا کیونکہ سب کتاب صحیحہ عقیدہ و سنی عقلی ہیں اور صحابہ

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے عقیدت ان کے گمراہ و پلے آں شامل ہے نہ وہ سے زیادہ کیا با مکتا ہے کہ **اللہ** میں مصنف رسالہ کے پیش لفظ تعریف حق اس کا فرد اعلیٰ و اولیٰ میں یہ کرام

شیں اور کلمہ کی شجاعت ہے۔

صحابہ علی کی قربانی ہے۔ انی نور میں اسلام دین

یہ صحابہ دیکھ کر ہے کہ وہ شیطان سے

اعتراف : ..... (الدری) کی حالت آواز، خواب، نس، سب سے بڑھ کر میں سے میں اسلام ہوا ہے

جواب : ..... این کی تعریف میں عزت (اللہ کے بندے کو) اور طریقہ (برہم) عقل، شہرہ کو ان کے عقیدے کے ساتھ جیسے کاموں کی طرف توجہ کریں ان میں سرچہ پانچویں جو یہ تمام اہل سابقہ کو شامل ہے ان کے وقت (اقتوال) کو کرنا فی ان میں سے انکار میں اسلام ہوا، جو یہ کہ تمام نوریہ منسوب بہ عرف ہو چکے ہیں تو یہ مستحب و مستقیم دین اسلام ہی ہے۔

### اصول فقہ کے مبادیات

اصول فقہ کے طالب علم کے لئے مندرجہ ذیل بیچ بنی کا جائزہ لینا ضروری ہے :

(۱) اصول فقہ کی تعریف (حدتیں اور روشنی)

(۲) اصول فقہ کی غرض و نیت

(۳) اصول فقہ کا وسوسہ

### (۱) اصول فقہ کی تعریف :

حدائق انسانی یا انسانی عقل : اصول فقہ اص کی ہے اس کی تعریف سے اس پر کسی بھی کی بنیاد ہوگی۔

الفقه هو العلم بالاحکام الشرعية عن أدلتها التفصيلية

ابن من، در کہ سے ہے کہانی القرآن لا یکنادون بفقهون حدیثاً..... الخ

نعمی : سلطان تعریف : ..... هو علم یبحث فیہ عن اثبات الادلۃ لاحکام

## (۲) اصول فقہ کی غرض و غایت

معرفة الاحكام الشرعية عن الالفة وهي سبب لسعادة الدارين

## (۳) اصول فقہ کا موضوع

علم اصول فقہ کا موضوع دل اور کام ہیں۔

**اعترافی:** ..... اصول فقہ کا موضوع دو چیزیں ہیں، وہ خود موضوع مستقیم ہے تعدد ظہور و بیکہ غم تو

ایک ہے؟

**جواب:** ... موضوع یکہ ہی ہے کیونکہ اہل ملت اور احکام مطبوعہ ہیں یعنی حکام اور رفاقیہ اور

اشرفیہ۔

## اعلم ان اصول الشرع ثلاثة

ترجمہ: کے اصول جن سے احکام و مسائل کا تشبہ کیا جاتا ہے کئی تین ہیں اصول

ہمراہ: ہیں۔

ترجمہ: کے درمیان اسے فی شرع سے دو چیزیں تھیں ۱۔ ہم اولیٰ بھی ہے کہ شرع

سے مراد بن لیا جائے یا بتا دیا: اس کی ضرورت ہے۔

**اعترافی:** ..... اصول فقہ کیوں نکلیا گیا؟

**جواب:** ..... اور اس وقت کہتے تو وہ ہم نہ تھے کہ اصول صرف اللہ کے ہیں

حالانکہ وہ صحت بات ہے کہ علم الفقہ کے ساتھ ساتھ محاکمہ کے بھی اصول ہیں۔

## اصول شرع کی مختصر تفصیل و توضیح:

(۱) **الاعتقاد** ..... اس سے مراد ان محجہ نے مقرر کیا کہ حق کیسے ہے، کون سا حق ہے

کیونکہ ایک محکمہ اعتقاد نہیں ہے، بلکہ یہ انبیاء، اہل باطل اور انھیں امام بنایا گیا ہے جس پر پھر تشیع

و افتد وارد ہوا ہے۔

(۲) المست :..... اس سے مراد اگرچہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر جمیع احادیث نہیں بلکہ تم ہزار کی قریب احادیث سے فقہانے وکلام مستحکم کئے ہیں۔

الاجماع :..... اس سے مراد زمانے کے اہل اجتہاد علماء کا اجماع ہے جو کسی قرآن یا ہاد کے ساتھ تفسیر نہیں۔ جس طرح اہل مدینہ اور اہل بیت کا اجماع حجت ہے اسی طرح ہر بلد کے مجتہدین کا اجماع مستحب ہے۔ مطلق اجماع سے مراد اکثر اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوتا ہے۔  
والا اصل الراجم القیاس :..... مذکورہ اہل کے علاوہ جو کسی اصل قیاس ہے اگر حکم مذکورہ تین سے معلوم نہ ہو تو قیاس سے کام لیا جائے گا اس کا ماننا بھی ضروری ہے اور یہ بھی حجت ہے شیخ احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ القیاس کے ساتھ (المستند من هذا اصول الثلاثة) کی قید لگانا چاہیے تھی تاکہ قیاس شکی اور عقلی خارج ہو جائے، مصنف رحمہ اللہ نے شہرت کی بناء پر یہ قید نہیں لگائی۔

آگے ہم صاحب نور الانوار کے طرز پر اصول مذکورہ سے مستند قیاس کی امثلة ذکر کرتے

ہیں

اصل القیاس المسند من الكتاب :..... اصل قیاس میں اپنی بیویوں سے جہاں بلکہ استمتاع

باعت اور زانی کی حرمت نہیں کتاب سے ثابت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَا مَنَعُوا النَّسَاءَ

فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَنْفَرُوا مِنْهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ﴾ اور

اس کی علت بھی اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمادی ہے (فل هو الذی) کہ یہ گندگی ہے لہذا علت میں اغلام بازی کے امور بھی نظر آتی ہے۔ لہذا اصل کی علت فرج میں پائے جانے کی بناء پر اغلام بازی کے لئے بھی حرمت کا حکم ثابت ہوا۔

نکتہ :..... لو دولت کی نسبت چونکہ لوط علیہ السلام کے اسم گرامی سے مستفاد ہے اس لئے ادب کا تقاضا ہے کہ اس سے بھترناہ کیا جائے اور اسے امام بازی یا غیر فطری فعل یا ہم جنس پرستی وغیرہ نہا جائے۔



کے اغراض والی اور موقوفہ کے لئے جس طرح اصول و فروع کی حرمت پر غایت کی بناء پر جہد ہے۔ لیکن علت غایت نہ وہی صورت میں بھی پائی جاتی ہے لہذا اسی تفصیل کے مطابق زانی پر مزیہ (جس سے ظاہر کیا گیا ہے) کی ماں حرام ہو جائے گی جس طرح اس پر وہی مستحکم کی۔ (اساس) سے خارج کرنا حرام ہے (اس وقت ہر خصوص قویہ سے ہمیں)۔

**اقوال:**..... جب قیاس ہی ایک مستقل اصول ہے تو قانون وحدانہ نے پورے کیوں نہ کہا: اظہار ان اصول الشرع اور یہ؟

**جواب:**..... قانون وحدانہ تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ قیاس بھی ایک مستقل اصول ہے مگر قرآن یہ ہے کہ کتاب، سنت اور اجماع کا منقطع قطعی الثبوت ہے جبکہ قیاس کا غلط فہمی ہے۔ یہ لیں کہ منقطع والکن کے اعتبار سے کہا گیا ہے اور نہ کتاب اللہ کی ایک قسم تمام مخصوص نہ اخص اور سنت کی ایک قسم واحد غلطی ہیں اس کے برعکس قیاس کی ایک قسم ہر کسی کی بنیاد نفس قیاس پر ہو، نقص ہے۔

**دوسرا جواب:**..... مصنف رحمہ اللہ نے یہ اسلوب فکر میں قیاس پر رد کرنے کیلئے اختیار کیا ہے۔

**۲۹۱:**..... منکر قیاس پر رد تو دینے بھی ہو رہا تھا پھر (الرابع) کو الگ ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟

**جواب:**..... (الرابع) کے ذکر سے ان پر مبراحت اور اراادہ جزم کے رد نھرد ہو اور صرف صورت میں مضمر اور حاصل ہو رہا تھا ان سے اس دواں کا بھی جواب ہو گیا کہ کتاب سنت اور اجماع کے ساتھ (الاصل) کا قطع نہیں ہے اور قیاس میں کہ (الاصل الرابع)

**القیاس؟**

**جواب:**..... اس طرح مصنف رحمہ اللہ نے قیاس کا مرتبہ واضح کر دیا کہ جب قلم کتاب، سنت اور اجماع میں نہ لے تو قیاس کی طرف مزاہمت کی جائے گی اگر تمام اہل حق تین دالہ اصول سے حاصل ہو جائے تو قیاس کی طرف کوئی مایست نہیں۔

**اقوال:**..... کتاب سنت اجماع اور قیاس کو اصل سمجھ نہیں کیونکہ کتاب، سنت، اجماع ہی ہند کی





## اصول اور بعد کی تفصیل

اصول اور بعد کے نام نہ کر کے بعد معترف بشرمجب کے طریق  
پہاں کی تفصیلات ذکر کر رہے ہیں

## (۱) الاصل الاول الكتاب:

مصنف رحمہ اللہ نے کتاب اللہ کی اجمالی جامع و مانع تعریف کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے  
کہ

(کتاب وہ قرآن ہے (۱) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا (۲) مصاحف  
میں لکھا گیا اور (۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے تواریخ کے ساتھ نقل کیا گیا جس میں کسی  
شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔)

اقتباس..... یہ تو تمام کتاب اللہ کی تعریف ہے جبکہ آپ نے کہا تھا کہ فقہ میں کتاب  
اللہ کی پانچ سو آیات سے احکام معلوم ہوتے ہیں؟

جواب..... الکتاب میں الف لام مہمہ کی ہے اور معبود ماقبل میں مذکور کتاب ہے جو بعض کا  
مضاف الیہ تھا ای بعض للکتاب۔

## تعریف کی توضیح و تشریح:

قولہ القرآن : لفظ قرآن میں نماز کے دو معانی اختلاف ہوا ہے کہ آیا یہ علم ہے یا اسم  
مصدر۔ اگر علم ہو جس طرح مشہور و معروف ہے اس صورت میں فالقرآن کو تعریف فاعلی  
کہا جائے گا۔

تعریف فاعلی سے مراد یہ ہے کہ کسی شئی کے دو نام ہوں ایک معروف اور ایک غائب

۔ پہلے اٹھنا نام ذکر کر کے اس کو وضاحت ”مردف نام کے ذکر سے“ کر دی جائے مثلاً کسی نے کہا: (الجبث) آپ نہیں سمجھتے تو میں نے کہا ”اسد“ اس مرتبہ (غیث) کے بعد (مطر) کا ذکر ”غفر“ کے بعد ”اسد“ کا ذکر وغیرہ تعریف لفظی کی مشہور اصطلاح ہیں۔

دوسرا قول مصدریت کا ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ مصدر کس باب میں ہے اگر یہ قرء غفر۔ ”فصو یفصر“ سے ہو تو مصدر بمعنی مفعول ہوگا اور معنی ہوگا جس کو پڑھا جائے اور جبہ ضمیر ظاہر ہے۔ اگر یہ باب قرن مرقون ”غرب غرب“ سے ہو تو بھی مصدر بمعنی مفعول ہوگا اور معنی دو گا۔ جس کی آیات و قصص میں نام اقرار اور ربط ہو“ اور یہ مرکب سے لفظی نہیں کمال قار الا م الارزی و مردانہ۔ ہر دو صورت یہ تعریف لفظی نہیں ہوگی بلکہ اسم جنس ہوگا اور ہر کتاب کو شامل ہوگا کیونکہ ہر کتاب پڑھنی بھی باقی ہے اور اس کے مضامین و معانی میں باہم رابطہ بھی ہوا کرتا ہے۔

قوله المنزل علی الرسول علیہ السلام : یہ پہلے توں پر تعریف حق تعالیٰ کی آیت ہے دوسرے قول پر قید اول ہے (المنزل) سے دو قسم آئیں خارج ہو گئیں جو آسان سے نہیں آتیں بلکہ آدمیوں نے لکھی ہیں البتہ تعریف سبب ناویہ (تورات و زبور) نبیل اور صحیفہ انبیاء سابقین) کو شامل ہے اس لئے اس کے علی و رسول علیہ السلام کی قید کا دینی (الوصولی) کا الف لام مبدی ہے اور مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لہذا تعریف قرآن کے ساتھ نام نہ ہوگی۔ (المنزل) میں اعراض..... : استثنایہ اور تخفیف دونوں کے ساتھ پڑھنا جائز ہے اگر تشدید کے ساتھ یا نہ یہ باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہوگا اور معنی ہوگا (روز رفت و زل) ہونے والا۔ یہ بات قرآن پر اس طور پر صادق آتی ہے کہ قرآن مجید مصانع مباد و حالات کے مطابق تقریباً تیس سال سے عرب میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا ہے دوسری قرأت کی صورت میں یہ باب افعال سے مستند کہ صیغہ ہوگا اور منزل کا معنی ہے (یکبارگی اترنے والا) اس کی علامت نے دو قیاسات بیان کی ہیں:

اول تو یہ کہ رمضان المبارک میں ہر سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا قرآن یکبارگی اترتا تھا



میں اُتر گیا جائے (ماکتب فی القرآن) ”یہ مصاحف ہیں جن میں قرآن مجید لکھا گیا“  
 تو اس میں ہے کہ **ما القرآن** ؟ اور جواب میں کہ جاتا ہے (ماکتب فی المصاحف)  
 (پھر **ما المصاحف** ؟ کا سوال ہوتا ہے اس طرح دورِ خلافت میں اس لئے سرے سے  
 تعریف ہی نہیں کی۔

پہلا احتمال موجب اشغال ہے کہ تعریف قرآن کیلئے جامع اور غول غیر سے مانع نہیں  
 کیونکہ مصاحف جمع ہے صحف کی اور صحف کا لفظ تو بر کتاب پر صادق آتا ہے کیونکہ وہ مصاحف  
 میں لکھی گئی ہے۔

**جواب:**۔۔۔۔۔ اس قسم سے تعریف پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ آگے صفت لفظ آری ہے جس سے  
 تعریف جامع مانع ہو گئی۔

**قوله المقول عنه فلا مقواتر ابلا شبهة** : یہ قرآن کی تیسری صفت ہے اور  
 پہلے احتمال کی تقدیر پر یہ قید احترازی ہے کیونکہ حدیث میں رسول کی طرح راجع ہے اور رسول سے  
 مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں لہذا تعریف جامع مانع ہو گئی۔ **قوله متواترا** : یہ  
 قید احترازی ہے اس کے ذکر بعد و تراوات خارج ہو گئیں جو خبر واحدہ کے طریق پر منقول ہیں  
 مثلاً قرأت ابن کعب رضی اللہ عنہ و بارہ قضاۃ و صفوان بن زید و قرأت خارج بن نفیل جو خبر  
 مشہور کے طریق پر منقول ہیں۔

مثلاً مہر قدس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی **اقرأت** فاقطعوا ایسا نہیں  
 اور فصیام **ثلاثة ایام متتابعات**

**قوله بلا شبهة** : احترازی تعریف سے بلاشبہ کی بیشی کی تعمین نہ ہو پائی ہے جان لیجئے کہ  
 احترازی تعریف میں جمہور و امام و مخالف کے درمیان اختلاف ہے

(۱) جس کے ہاں متواتر ہی کہتے ہیں جو تک و شبہ سے و غائر نہ لہذا **ابلا شبهة**  
 تائید ہے مقواتر اکیسے۔

(۲) امام خضاف کے ہاں متواتر کی دو قسمیں ہیں:

اول: متواتر بلا شہدہ یہ وہی ہے جو مجاہدہ کے ہاں متواتر کہلاتی ہے۔

دوم: ..... متواتر بلا شہدہ اس سے مراد غیر مشہور ہے۔

چنانچہ امام خضاف کے نزدیک بلا شہدہ قید استرازی ہے اور غیر مشہور سے استرازہ کے لئے

ہے۔

کلیہ: ..... یہ تمام تفصیل اس صورت میں تھی جبکہ المکتوب فی المصاحف میں

المصاحف کا القہ لام ضعی ہو، مگر الف لام عہدی ہو تو چونکہ تعریف قرآن مجید کے ساتھ خاص ہو چکی ہے لہذا اپوری صفت جائز قید کی بجائے ناقص کا بیان ہوئی۔

بعض اصولیہیں اور شارحین متاخر رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ بلا شہدہ کے ذریعہ مصحف

رحمہم اللہ نے تسمیہ سے اعتراف کیا ہے جس پر تین دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل: ..... بسم اللہ تسمیہ کے منکر کی تکفیر نہیں کی گئی ہے حالانکہ قرآن کی دینی

سے ادنیٰ آیت کا منکر بالاجماع کافر ہے۔

دوسری دلیل: ..... ان کوئی صرف بسم اللہ پڑھے تو فرض قراءت ہوا نہیں ہوگی۔

تیسری دلیل: ..... نبی مردوں اور نبیوں اور نفاس والی عورتوں کیلئے اس کا پڑھنا جائز ہے

حالانکہ دو عطاوے قرآن نہیں کر سکتے۔

مجہدہ حنفیہ کے ہاں بسم اللہ قرآن میں داخل ہے جہاں تک دلائل مذکورہ کا تعلق ہے ان

کے جوابات دیئے گئے ہیں

پہلی دلیل کا جواب: ..... تسمیہ کے منکر کی تکفیر اس لئے نہیں کی جاتی کیونکہ اسکے جزء قرآن

ہونے میں شبہ ہے۔

دوسری دلیل کا جواب: ..... نفس تسمیہ فرض قراءت کے لئے اس لئے کافی نہیں کہ یہ بعض کے ہاں

تمسکاً آیت نہیں ہے۔

تیسری دلیل کا جواب ..... اسے اس آیت کی علامت بھی جائے۔ انہیں عربوں نے جیسے کسی طرح

اسلام لیا۔ اسی لئے یہ جہاد ہے۔

**قولہ :** **وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَبِيًّا** **وَمَا كُنَّا بِنَبِيٍّ إِلَّا الْمَعْنَى جَمِيعًا**

اور اس میں سے ہم نے ان کے لئے آٹھ سو دو نبی بھیج دیے اور ہم نے نبی نہیں بھیجا تھا کہ اس سے پہلے

ایسا نہ ہو۔

**مقصد عبارت :**

..... اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ نبی بھیجنا جہاد کی عبارت

قرارداد جاتی ہے کیونکہ انہوں نے ان کے لئے آٹھ سو دو نبی بھیج دیے تھے اور ان کے لئے آٹھ سو دو نبی بھیج دیے تھے

کی بات اور یہ تو صرف ان کے لئے نہیں تھی بلکہ ان کے لئے بھی نبی بھیج دیے تھے اور ان کے لئے بھی نبی بھیج دیے تھے

نہایت کا ہے۔ اور معنی کو اس میں کوئی حیثیت حاصل نہیں۔

اس طرح انہوں نے ان کو اس وقت تک نبی بھیج دیا کہ ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا ہو اور ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا ہو

انہوں نے ان کو نبی بھیج دیا اور ان کے لئے نبی بھیج دیا اور ان کے لئے نبی بھیج دیا اور ان کے لئے نبی بھیج دیا

دوسری زبان میں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا اور ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا

قرآن اظہار معنی کا ہے۔ یہ تو اس کے لئے نبی بھیج دیا گیا اور ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا

ماضی اور ماضی کے لئے نبی بھیج دیا گیا اور ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا اور ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا

قرآن میں اس کے لئے نبی بھیج دیا گیا اور ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا اور ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا

چنانچہ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا اور ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا

یہ کہ یہ نبی بھیج دیا گیا اور ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا اور ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا اور ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا اور ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا اور ان کے لئے نبی بھیج دیا گیا

عربی میں

**سوال:** ..... باتن رحمہ اللہ نے لفظ کی جگہ نظم کا سینہ کیوں استعمال فرمایا؟

**جواب:** ..... باتن رحمہ اللہ نے انتہائی ادب و احترام کے پیش نظر یہ لفظ منتخب کیا ہے کیونکہ لفظ کے معنی ہیں (الرمی) "پھینکنا" جس میں بے ادبی کا شائبہ تھا اس لئے اسوں نے قرآنی الفاظ کو

نظم کہا جس کے معنی ہیں جمع اللؤلؤ فی

السلك "سوئیوں والی ایک پر دنا" یہ بہترین اطلاق ہے کیونکہ معانیہم قرآن

کے سوئیوں کو الفاظ کی لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔

**نکتہ:** ..... نظم سے کلام لفظی کی طرف اشارہ ہے جو حادث ہے اور معنی سے کلام نفس کی طرف اشارہ ہے جو قدیم ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی صفات اور امر اور نواہی پر مشتمل ہے اور وہ قدیم ہے۔

**قبولہ:** **وانما تعرف احکام الشرع بمعرفة القسمین**

باتن رحمہ اللہ نظم اور معنی کی تقسیم فرما رہے ہیں کیونکہ شریعت کے تمام احکام کی خواہ

حالت سے متعلق ہوں یا حرمت سے متعلق ہوں اسی وقت معرفت حاصل ہو سکتی ہے جب ہمیں کتاب و سنت کی تقسیم معلوم ہو۔ احکام کینہ درست نہیں کیونکہ احکام کے تحت کچھ نہیں ہوتا جبکہ یہاں تقسیم کے تحت متعدد اقسام ہیں۔ میں مشیہ (اقسامہما) لا کر دوبار تہذیب کر دئی کہ یہ تعبیرات نظم اور معنی دونوں کی ہیں۔ تقسیم میں لفظ کی رعایت اس حیثیت سے ہے کہ وہ اسٹی پر دلالت کرے۔

**قولہ:** **وذلك اربعة**

تخصیصات اربعہ میں سب سے پہلے مذکور کی خاطر وہ مصر بیان کرنا زیادہ مناسب ہے۔

**وجہ ص:**

کتاب اللہ میر تو معنی سے بحث ہوئی یا نہیں اُن معنی سے بحث ہوئی تو یہ تخصیص اربعہ ہے اُن الفاظ سے بحث ہو تو معنیات کا اعتبار ہوگا جو میں ہیں یہ تو الفاظ سے بحث معنی موضوعات میں



استعمال کے اعتبار سے ہوگی یا ظہور مادہ خفا، معنی کے اعتبار سے، مگر استعمال کے اعتبار سے ہوتو تقسیم ثالث ہے ورنہ اگر بحث ظہور و خفا، کے اعتبار سے ہوتو تقسیم اول۔ دلالت کے اعتبار سے ہوتو تقسیم ثانی مگر ہر تقسیم کی کمی میں ہیں جن کا بیان بالترتیب آگے آ رہا ہے۔

### **قولہ: الاول فی وجہ الظلم صیغۃ ولغة**

پہلی تقسیم ظلم کی باعتبار وضع اقسام و انواع کے بیان میں ہے کہ لفظ ایک معنی کے لئے مسفع ہوا ہے یا کثیر معانی کیلئے۔ صیغہ اور لغت کتاب میں وضع ہے۔

**اكمال:** ..... لغت مادہ اور صیغہ دونوں پر مشتمل ہے جبکہ صیغہ فقط صیغہ کو کہتے ہیں جبکہ لغت دونوں کو شامل ہے تو صیغہ کو کیوں ذکر کیا؟

**جواب:** ..... یہ ال صیغہ کو لغت کے مقابل ذکر کیا ہے اس لئے اب لغت سے فقط وہ اور صیغہ سے فقط صیغہ مراد ہوگی۔

**اعتراض:** ..... لغت صیغہ کیلئے اصل واسما ہے اور اصل مقدم ہوتا ہے۔ صیغہ کو مقدم کیوں کیا گیا ہے؟

**جواب:** ..... یہاں مقصود اصل اساس اور فرع نہیں۔ بلکہ مادہ کی بحث عموم خصوص سے ہے اور صیغہ کا تقبیض لغت سے زیادہ عموم و خصوص میں سے ہے اس لئے اسے مقدم کر دیا گیا۔

### **قولہ: وهي اربعة النعائ والعام والمشتراك**

#### **کذا المذکور**

تقسیم اول کی چار اقسام ہیں جن میں جبہ صریح ہے۔

#### **اقسام اور جبہ کا بیان بطریق جبہ صریح**

لفظ دو حیل سے خالی نہیں ہے۔ خود معنی واحد پر دلالت کرے گا یا معانی کثیرہ پر، اگر لفظ معنی واحد پر دلالت کرے تو پھر، و صورتیں ہیں یا تو دلالت علی سبیل الانفراد، عن الافراد ہوگی یا مع الاجتماع، بین افراد، مگر اول ہے تو نام معنی ہے تو عام ہے سبکی طرح مگر لفظ کی دلالت

۱۰ مانی کثیرہ پر ہے تو یا معنی متعدد میں سے ایک کو بطریق تاویل ترجیح دی جائے گی یا نہیں، اگر کسی معنی کو ترجیح ماحس نہیں ہے تو مشترک ہے۔ ورنہ مؤول ہے۔

### **قولہ: والثانی لمی وجوه البیان بهذا المعظم**

دوسری تقسیم نظم کے بیان کے طریقوں پر مشتمل ہے یعنی یہ دیکھا جاتا ہے کہ لفظ اپنے معنی پر ظہور معنی کے اعتبار سے دلالت کر رہا ہے یا خفائے معنی کے ساتھ در یہ کہ لفظ کا معنی ظاہر کب اور کیسے اور مخفی کب اور کس طرح دیتا ہے نیز اگر معنی میں خفا ہے تو یہ خفا کوئی تاویل سے رفع ہو سکتا ہے یا نہیں۔

### **قولہ: وهي اربعة ايضاً الظاهر والخص والمفصو والمحكم**

تقسیم علیٰ ہر دو امور ملحوظ ہیں (۱) ظہور معنی بذور (۲) خفائے معنی پھر باعتبار ظہور معنی چار اقسام میں اسی طرح اعتبار خفائے معنی بھی چار ہی قسمیں ہیں جیسا کہ متن فرما رہے ہیں۔

### **قولہ: ولهذه الاربعة اربعة تقابلها**

### **ظہور معنی کی اقسام اربعہ کے درمیان وجہ حصر**

۱۰ لفظ کا معنی ظاہر ہے تو دیکھا جائے گا کہ کہیں تاویل کا خفا ہی ہے یا نہیں۔ اگر تاویل کا احتمال ہے تو درمیان میں لفظ کے معنی کا ظہور نفس صیغہ کی وجہ سے ہو گا یا کسی اور عارض کی بناء پر۔ مگر اول ہے تو ظاہر، معنی ہے تو نفس ہے۔ یہی طرح مگر تاویل کا احتمال نہیں تو مجرود حال ہیں یا تو شیخ کو قبول کر لے گا یا نہیں۔ ترجیح کو قبول کرے تو مفہم ہے اور نہ مفہم ہے۔

نکتہ: تقسیم اول کی جملہ قسم میں باہم تقاضا ہو کہ جو عارض ہے وہ عام نہیں اور جو مشترک ہے وہ مؤول نہیں مگر تقسیم ثانی کی ان چار اقسام میں کوئی چیزیں جسے غدا لائی معنی میں پاؤ جاتا ہے جس لئے ان کے مقابل میں چار قسم ہیں

### **خفائے معنی کے اعتبار سے اقسام کی وجہ حصر**

۱۰ لفظ نے معنی میں خفا ہے تو یہ خفا یا تو کسی عارض کی بناء پر ہو گا یا نفس صیغہ کی وجہ سے کر خفا۔ عارض کی وجہ سے ہو تو وہ لفظی ہے ورنہ دیکھ جائے گا خفا داخل سے دور ہو رہا ہے یا نہیں

شرخفا، تانی سے دور ہو جائے تو یہ مشکل ہے۔ اگر خفا، تانی سے دور نہ ہو تو دو حاشیوں سے خالی نہیں ہے تو شرخ کی طرف سے یا سانی: سیدہ توقع ہوگی یا نہیں، اگر اول ہے تو محمل اور طانی ہے تو خفا ہے۔

نکلتے۔۔۔ ظاہر کے مقابلے نفی انہی کے مقابلے مشکل، مفسر کے مقابلے محمل اور محکم کے مقابلے قضا ہے ہے نہ جنم۔

### قوله: والثالث في وجوه استعمال ذلك القلم

تقسیم ثالث میں لفظ کا استعمال طرہ ہے کہ آیا لفظ اپنے معنی موضوع لہ میں استعمال ہو رہا ہے یا نہیں نیز اگر موضوع لہ میں مستعمل ہے تو کس حیثیت سے ہے؟ انکشاف معنی کے ساتھ ہے یا: استعارہ معنی کے ساتھ۔

**قوله:** وهي اربعة ايضا العتيقة والسجاز والصريح والكناية  
ان چاروں اقسام میں ہر مصرعہ بیان کی گئی ہے کہ کیا جانے گا کہ لفظ معنی موضوع لہ میں مستعمل ہے یا نہیں اگر اول ہے تو حقیقت، چوٹی ہے تو مجاز ہے پھر خوا لفظ حقیقت، ہو یا مجاز وہ حال سے خالی نہیں یا انکشاف معنی کے ساتھ استعمال ہوگا یا نہیں اگر اول ہے تو صریح اور ظانی ہے تو کنایہ ہے۔

نکلتے۔۔۔ چونکہ صریح اور کنایہ کا تعلق حقیقت اور مجاز دونوں سے ہے اس لئے اصولیہا نے یہاں دہرائیئے اور اپنائے ہیں

(۱) علامہ فقیر الاسلام بنادی، حمدا صد کا اسلوب۔۔۔ انہوں نے تقسیم ثالث کا عنوان دو جہوں پر

مشتمل کر رکھا ہے: (۱) نظم اشعار فی وجوہ استعمال ذلک، (۲) نظم اجزائی فی باب الجہان)

حقیقت اور مجاز کا تعلق وہ جو استعمال سے اور صریح و کنایہ کا تعلق مجزائی فی باب الجہان سے ہے۔

(۲) علامہ تاجیج کو اسلوب۔۔۔ انہوں نے تقسیم ثالث کی دو جزوئیں بنائی

ہیں ( حقیقت اور (۲) نواز، پھر سرخ اور کنہ یہ کہ حقیقت، مجاز کی قسم قرار دیا ہے  
 کی زیادہ بہتر ہے، اس طرح وہ مصرعے واضح ہے۔

**قوله: والرابع في معرفة وجوه الوقوف على المراد**  
 تقسیم ہر اربعہ ان طریقوں کے ہیں جس سے جن کے ذریعہ مجتہد مسئلہ اعم کی مراد  
 سے واقف ہوتا ہے

**قوله: وهي أربعة أيضا الاستدلال بعبارة النص**  
**وبإشارته وبدلالتة وبإقتضائه**

**وجہ خمس:**

مسئلہ۔ کہ استدلال کی وہ چار صورتیں ہیں یا وہ نظم سے استدلال کرے گا۔ معنی سے  
 اگر مسئلہ کا استدلال نظم سے ہو تو یکجا جائے گا، ورنہ نظم اسی لئے چلنا پڑے گا۔ مصرعہ نظم کی  
 عبارت سے استدلال ہے "تو یہ عبارت النص ہے، ورنہ اشارۃ النص، اگر استدلال معنی  
 سے ہو تو دو صورتیں ہیں، اگر یہ لغت سے لے لیا جائے گا، نظم کا مفہوم ہے تو دلالت النص، ورنہ اقتضاء  
 النص ہے۔

**قوله: وبعد معرفة هذه الأقسام قسم خامس يشمل الكل**

اتن رہنا اندر فرماتے ہیں کہ نظم کی بنیاد کی طور پر تو یہ چار قسمیں ہیں جن سے آگے  
 چل کر کل میں تفسیر، صل ہوئی میں سب ضبط کے لئے ناکارہ لگا کر فرمائیے  
 ہوسکتی ہیں کے ہاں بحث نہیں۔ یہی قسم ہیں۔ مگر ایک یا دو میں تقسیم بھی ہوا کرتی ہے  
 اس کا متفق نہ ہو کہ میں سے جو قسم کے ساتھ ہے۔

**قوله: وهو أربعة أيضا معرفة مواضعها ومعاييرها**

**وقرئتها واحكامها**

یہ قسم چار قسمیں ہیں، مواضع، معايير، قرئتها، واحكامها

زاد: معروف موانع نظم اس سے مراد ہے اقسام مذکورہ کے دو اہم تحقیقی معنی کا ہونا۔  
(۱۲) معرکہ سوزی نظم اس سے مراد ہے اقسام مذکورہ کی تفسیحات اصطلاحیہ  
”اسطریکی“ کی جانب سے۔

(۱۳) معرکہ تزیین نظم اس سے مراد ہے۔ ا) ایک تفسیر کی اقسام میں تمام نظمیں جو نظمیں و نقد سادہ  
کے سوز و گریہ پر مبنی ہوں۔

(۱۴) معروف اقسام نظم کے اقسام تین طرح کے ہیں تحقیقی، الفنی اور واسب التوقف۔  
اب ہر قسم کی نظم کے ماحول پر اس اقسام کو دیکھنا ہے تو قرآن ہی تفسیر، مصلحوں کی  
[30-204]

سوال: اگر یہ بھی نظم قرآن کی تفسیر ہے تو یہ سب سے ذریعوں میں کیا؟

جواب: یہ قرآن کی تفسیر نہیں ہے۔ قرآن ہی ہے، ماحول اسلامی کی تفسیر ہے۔ یہ  
تفسیر ہے اس سے مراد یہ نظمیں ہیں۔

سوال: صاحب کتب و مراد اللہ نے صہبہ کا حوالہ دیا ہے اس تفسیر کے کوئی کیا ہے  
اس سے؟

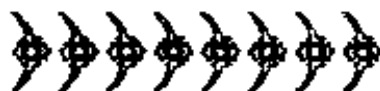
جواب: صاحب کتب و مراد اللہ نے صہبہ کا حوالہ دیا ہے اس تفسیر کے کوئی کیا ہے  
اس سے ان کی طرح سے اس سے فرق کیا ہے۔

کہتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ مصنف مراد اللہ اللہ نے صہبہ کی مراد اللہ کی تفسیر نہیں  
کر لی یہ وہ ہے۔

جواب: یہ صاحب کتب و مراد اللہ نے صہبہ کا حوالہ دیا ہے اس تفسیر کے کوئی کیا ہے  
اس سے ان کی طرح سے اس سے فرق کیا ہے۔

سوال: یہ تفسیر ہے صاحب کتب و مراد اللہ نے صہبہ کا حوالہ دیا ہے اس تفسیر کے کوئی کیا ہے  
اس سے ان کی طرح سے اس سے فرق کیا ہے۔

درمقدنے معافی و راجہ کا سو کر کے ہیں ترتیب بھی نہیں کہیں ہے اور انہیں نہیں عمر و اسع کو چوری  
کتاب میں نہیں بھی انہیں لایا ہے۔



## خاص کی بحث

**قولہ :** أما الخاص فكل لفظ وضع لمعنى معلوم على الانفراد

## خاص کی اصطلاحی تعریف

كل لفظ وضع لمعنى معلوم على الانفراد

ترجمہ: خاص ہر وہ لفظ ہے جس کو معنی معلوم کیلئے وضع کیا گیا ہو جس انفراد فواکد قیود

**لفظ:** ..... ہر لفظ جس کے لئے وضع یہ قید اثر انداز ہے اس سے فقط پہلی نکل گیا۔ معلوم سے مراد اگر (معلوم افراد) ہے تو اس سے مشترک نکل پانچکا۔ اس لئے کہ اس کی مراد معلوم نہیں ہوتی اور اگر اس سے مراد (معلوم اشیاء) ہے (تو) ہر یہ قید اثر انداز نہیں ہوتی بلکہ فی الواقعہ اس کی قید سے مشترک نکل جائیگا۔

**نکتہ:** ..... علی الانفراد کی قید مشترک دو عام سبب سے اثر انداز کیلئے ہے: ۱۔ اس طرح مشترک میں دوسرے معانی پائے جاتے ہیں ۲۔ بعد میں تو افراد بھی ہوتے ہیں۔

وهو إما أن يكون خصوص الجنس أو خصوص النوع أو خصوص العین کانسنان ورجل وذئب

## خاص کی تقسیم

خاص کی تین قسمیں ہیں۔

- (۱) خصوص جنس
- (۲) خصوص نوع
- (۳) خصوص العین

## ہر قسم کی مختصر وضاحت

### خصوص الجہس :

خصوص الجہس کا مطلب یہ ہے کہ معنی کے اعتبار سے اس کی شے نہ عمر ہو اگرچہ جن افراد پر صادق آتی ہے، متعدد ہوں جیسے "انسان اس کے تحت راجل، و سرکاء دونوں و عقل ہیں اور دونوں نے اغراض بھی مختلف ہیں۔

### خصوص النوع :

خصوص النوع کا مطلب یہ ہے کہ معنی کے اعتبار سے اس کی نوع نامیں ہوں اگرچہ جن افراد پر صادق آتی ہے، متعدد ہوں جیسے "راجل اس کا خلاق ایسے افراد پر ہوتا ہے جن میں سب کی غرض ایک ہے۔

### خصوص العین :

خصوص العین کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفس معین یا یہ ہو اور معنی کے اعتبار سے ذات مخصوص پر دلالت کرتا ہو جیسے "ذیہ" "شخص" معنوم کا معنی ہے۔

### نوع اور جنس کی تعریف میں منافیہ اور فقہاء کا اختلاف

مناسبت ہے کہ تعریضیں ذکر کرنے سے قبل مراد اختلاف کیا ہے اور اس کا معنی تحریر کروا جائے جو یہ ہے کہ منافیہ لغات کا بحث کسی قسم کی کہ اور حقیقت ہے ابتدا و تعریف میں اسی کو مد نظر رکھتے ہیں۔ بہر حال غرض کی و غرض کو زیر بحث ہاتے ہیں تاہم یہ و تعریف میں بھی اغراض کا ناظر ہوتے ہیں۔

### منافیہ کی تعریف جنس

کلی مغول علی کلید بن مختلفین بالحقائق اون الا غراض



## اصولیین کی تعریف جنس

کلی مقول علی کثیرین مختلفین بالا غراض دون الحقائق

## مناظرہ کی تعریف نوع

کلی مقول علی کثیرین متفقین بالحقائق دون الاغراض

## اصولیین کی تعریف نوع

کلی مقول علی کثیرین متفقین بالا غراض دون الحقائق

**فہرہ**..... قریبوں کے اسی اختلاف کی بناء پر آپ دیکھیں گے کہ بہت سی کلیاں جو منطوق کے ہاں نوع ہیں وہ اصولیین کے ہاں جنس ہوں گی اور اسی طرح بہت سی کلیاں جو اصولیین کے ہاں جنس ہیں انہوں میں دو مناطق کے نزدیک اجناس کے زمرے میں شامل ہیں۔

**کلیتہ**..... صاحب کتاب نے تقسیم کے تقسیم کی طرف ضمیر لٹائی ہے جس کا مرجع سرسری نظر میں خاص ہی محسوس ہوتا ہے اسی بناء پر صرف عرف میں بھی بہرہ دیا جاتا ہے کہ یہ خاص کی تقسیم ہے جبکہ درحقیقت ضمیر کا مرجع خاص نہیں بلکہ وہ مضہم ہے جس کا ذکر خاص کی تعریف کے تحت مضمنا ہو چکا الغرض یہ خصوص کی تقسیم ہے اس طرح کہ اقسام کے ناموں سے بھی ظاہر ہے۔

**قوله** : وحکمہ ان یتناول المخصوص

قطعا ولا یحتمل البیان لکونہ بیئا

## خاص کا حکم :-

خاص کا حکم یہ ہے کہ یہ محسوس کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے۔ اور غیر کا

احتمال نہیں رکھتا مثلاً عمر و شاعر جب سے صرف عمر و شاعر ہی مفہوم ہو گئے تو کہ دونوں خاص ہیں۔  
۔ دوسرا کوئی معنی مثلاً زید کہ یہ علم، خطابت، غیرہ اس کا اس میں کوئی شائبہ نہیں ہے۔

خاص کا دوسرا حکم یہ ہے کہ یہ بیان کا احتمال نہیں رکھتا، کیونکہ یہ خود واضح ہوتا ہے۔ بیان سے مراد بیان تفسیر۔ یہ باقی رہا بیان تفسیر و بیان تبدل و تفسیر تو یہ ان کا احتمال رکھتا ہے۔

### تفریحات (خاص کے حکم دہانی پر)

معنف نے اس پر چار تفریحات احتمالی ہیں کہ خاص بیان کا احتمال نہیں رکھتا۔

**قرئہ :** فَلَا يَجُوزُ الْحَاقُّ التَّعْدِيلُ بِأَمْرٍ أَوْ كَرِهٍ

وَالسُّجُودُ عَلَى سَبِيلِ الْفَرْضِ

### (۱) پہلی تفریح

امام شافعی اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ تعدیل اور کان فرض ہے اور

وحدہ بیٹا اعرابی سے استدلال کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تعدیل اور کان واجب ہے جمادی دہلیس یہ ہے کہ قرآن پاک میں حکم ہے (لَوْ كُنْتُمْ اَوْسَعِدُو ..... الْمَلْعُ) رکوع اور مجددہ دونوں لفظ خاص ہیں ایک معنی معظوم کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ رکوع کا معنی ہے (اَنْصَبُوا عَنْ الْقِيَامِ) اور مجددہ کا معنی ہے (وَضَعِ الْجَبِيْهَةَ عَلَى الْاَرْضِ)۔ خاص چونکہ بیان کا احتمال نہیں رکھتا اس لئے یہ حدیث خاص کے لئے بیان نہیں ہو سکتی۔

اگر ہم اس حدیث کے ذریعے تعدیل کو رکوع اور مجددہ کے حکم کے ساتھ بطور فرض کے لا حق کر چکے تو خبر واحد کے ذریعہ کتاب اللہ کے حکم خاص میں زیادتی کا ارتکاب لازم آئے گا اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ خبر واحد کے ذریعہ خاص یعنی کتاب اللہ میں زیادتی جائز نہیں۔ لہذا جو کتاب اللہ سے ثابت ہے "یعنی نفس تجدد بطور رکوع" اسے ہم کہیں گے کہ وہ فرض ہے اور جو سخت سے ثابت ہے (یعنی تعدیل اور کان وغیرہ) اسے ہم کہیں گے کہ وہ واجب ہے۔

قرئہ : وبطل شرط الولاء والترتيب والتسمية والنية في آية  
الرضوء

## (۲) دوسری آفرین

۱۷۲۔ نیز ایک دفعہ میں ولاء، ترتیب، تسمیہ اور نیت کی شرط کا نا بطل ہے بلکہ یہ  
چیزیں ملت ہیں۔

جب زامراہ لکھ فرماتے ہیں کہ لا یعنی اعطاء کو اس طرح دھونا کہ ایک عضو خشک نہ  
ہوئے پائے کہ وہ عضو جو ذالے یہ شرط ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس  
پر اہم کیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ نیت اور ترتیب شرط ہے ترتیب کیلئے ان کی دلیل یہ حدیث  
ہے لا یقبل الاصل مصلوۃ امرأ... الخ یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو  
اعطاء کے دھونے میں ترتیب کا لحاظ نہ کرے اور کہا قال فیہ المزام۔ اور نیت کیلئے یہ حدیث ہے  
انما الاعمال بالنیات یعنی تمام اعمال کی صحت کا دار و دار نیوٹوں پر ہے۔

اگرچہ اس پر کہیں کہیں کہ وضو کیلئے تسمیہ شرط ہے دلیل یہ ہے کہ الا وضو لمن لم یسم  
نارہ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وضو میں غسل اور مسح کا حکم دیا ہے کما قال  
اللہ تعالیٰ تبذروا و نعالی اذا قمتم الی المصلوۃ فامضوا وجوهکم

و ایدکم الی العروق و مسحوا برؤوسکم و ارجلکم الی الکعبین

اور یہ دونوں نقل یعنی (غسل) اور (مسح) خاص ہیں حتیٰ معلوم کیلئے وضع کئے گئے ہیں۔

اگر ہم اس کے ساتھ ساتھ ان چاروں چیزوں کی شرط لگائیں تو یہ ان کے لئے بیان تو ہیں لیکن  
ہم نے اس لئے کہ وہ تو لوگوں میں عام ہے۔ اس سے کتاب اللہ کا نسخ لازم آجگا اور کتاب اللہ کا نسخ کر  
نا خبر واحد سے جائز نہیں ہے۔ نیز اہم نے کہا جو کتاب اللہ سے ثابت ہے۔ یعنی غسل اعطاء اور مسح  
اور فرض ہے اور جو حدیث سے ثابت ہے یعنی ولاء ترتیب اور تسمیہ ان فیہ وہ ملت ہے

## قوله: والطهارة في آية الطواف

### تیسری تفریح:

امام شافعی کے نزدیک بیت اللہ شریف کے طواف میں وضو شرط ہے۔ لیکن یہ حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیت اللہ شریف کا طواف کرنا نماز ہے اور جس طرح نماز بخیر وضو کے صحیح نہیں اسی طرح طواف بھی بغیر وضو کے صحیح نہیں ہوگا۔ الفاظ حدیث یہ سے الطواف بالعبت صلوٰۃ

احناف کی دلیل۔۔۔۔۔ ہم کہتے ہیں کہ کلام پاک میں لفظ طواف کے الفاظ ہیں کا مادہ لطف و حق عواف لفظ خاص ہے جس کا معنی گھومنا ہے اور کعبہ کے ارد گرد بکھر گانا۔ اگر ہم اس لفظ میں طہارت کی شرط کا میں تو یہ اس کے معنی میں نہیں سکتا کیونکہ وہ چیز ہے جس کا معنی گھومنا ہے اور کعبہ کے ارد گرد بکھرنا اور جائز نہیں ہے۔ لہذا ہم نے کہا کہ کس طواف تو فرض ہے لیکن عواف کے موقع پر ضیاء است وادب ہے۔

وہاب کا شرم یہ ہے کہ اس کے چھوڑنے سے طواف کرنے والے پر دم زائیب ہوتا ہے۔

## قوله: والتاویل بالاطہار فی آیۃ التویس

### چوتھی تفریح:

قرآن کریم میں مفسد کی حدت کے بیان میں ثلاثہ قراء کے الفاظ آئے ہیں امام شافعی کے نزدیک قراء سے مراد طہر ہے ان کی دلیل یہ آیت ہے **فَطَلِقُوا مِنْ لِحْدَتِهِمْ** کہ ان میں اور وقت کیسے ہے طاق کا افسہ تو بالافتاح طہر ہے تو حدت کا وقت بھی طہر ہونا چاہیے۔ امام صاحب دہلوی صاحب اربع احناف فرماتے ہیں کہ قراء سے مراد میض ہے۔

یہی دلیل آیت قرآنی (والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء) میں مذکور لفظ ثلاثہ ہے کہ یہ خاص لفظ ہے اور معنی طہر کیلئے وضع کر دیا گیا ہے اور وہ ہے موقوف الانحصار اور وہ تین ایاموں میں لفظ تین میں زیادتی کو نقصان کا احتمال نہیں ہے جب کہ اگر ہم

طہر نہیں تو یا زیادہ یا کم یا نہی چھٹی اس لئے کہ جس طہر میں طلاق دی ہے اگر ہم اس کو شمار کر  
یں تو یہ یقین ہوگی کہ میں میرے مستقل طہر کا بیچہ حصہ وہ ہے جس میں طلاق دی گئی، اگر ہم اس ضیق کو  
شمار کریں تو نکاح کے انکشاف میں برکت نہیں ہوگا کیونکہ ظاہر ہے کہ جس طہر میں طلاق دی  
ہے اس کا کچھ نہ کچھ حصہ گذر رہی گی ہے دونوں صورتیں فراموش ہوں پھر ہم میں اس کی صورت میں  
مروت پر عدت کو طویل کرنا لازم آتا ہے جبکہ دوسری صورت میں کتاب اللہ کے قاضی  
کاوش کے مقتضی پر عدت طویل کرنا ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ قردہ سے طہر مراد لینا درست نہیں  
ہے اس لئے بعض مراد لیا جائے گا کیونکہ اگر قردہ سے بعض مراد لیں تو شامہ سے نکم ہوگا نہ یا دور  
بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام شافعی پر عدت فرض کر سنے کے لئے لفظ طلاق کی ضرورت نہیں  
بلکہ یہ امر اس لئے قردہ سے بھی ہو سکتا ہے اس لئے اصلاح جمع کا لفظ ہے ہر اقلی جمع میں ہوتا  
ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے اور اس لئے کہ بعض اوقات جمع کا اطلاق نہیں سے کم پر بھی کیا جاتا  
ہے۔ **جیسے الحج اشھر معنات** یہاں اشھر معنہ جمع ہے حالانکہ حج کے معنی میں  
نہیں بلکہ دو مہینے اور اس دن میں۔

**امام شافعی کو جواب۔۔۔** امام شافعی کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ (لعدتین) میں امام وقت کیلئے  
نہیں بلکہ عام عقیدہ کیلئے ہے۔ یعنی اس کو طلاق وہ اس طریقے سے کہ اس کے لئے عدت کا گزرا  
یا سنی ممکن ہو۔ اور یہ اس طرح ہوگا کہ اسے طہر میں طلاق دی جائے کہ جس میں وحی نہ کی ہو  
کیونکہ اگر اسے طہر میں طلاق دے کہ جس میں وحی کی ہے تو پتہ نہیں چلے گا کہ یہ جائز ہے یا نہیں اور  
اس کی عدت وضع حمل ہے یا نہیں قردہ اور عدت کا شمار مشکل ہو جائے گا اور اسی طرح بعض میں بھی  
طلاق نہ دی جائے۔

**قوله: ومحليلة الزوج الثاني بعديت العسيلة لا يقوله**

**حتى تنكح زوجاً غيره۔**

امام شافعی کی طرف سے ہم پر دوا مراض ہوتے ہیں۔

(۱) مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے اور دو طلاق کرنے کے بعد دوبارہ پہلے شوہر کیساتھ نکاح کرے۔ تو بالاتفاق وہ تین طلاقیں کا مالک ہو چکا۔ لیکن اگر پہلے شوہر نے ایک یا دو طلاقیں دیدیں اور طلاق کے بعد دوبارہ اس کے ساتھ نکاح ہوا۔ تو امام محمد اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک تین طلاقیں میں سے جو بھی گئی ہیں۔ زوجہ کو صرفہ نہیں کا اختیار ہوگا اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک اسے تین طلاقیں کا اختیار ہوگا۔ اس لئے کہ زوجہ طلاق سے اس عورت کو زونا اول کیلئے سترے سے نکال کر دیا ہے یعنی تل جہ یہ کہ یہ کبھی طلاق کر دیا۔ لہذا پہلے نکاح میں جو طلاق ہوئی تھی اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

تہمیری نگاہ کے بعد اب اصل اعتراض کی طرف آئیے جس کا حاصل یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس پر اعتراض کیا کہ طلاق کے بارے میں ہذا آیت ہے۔ فان طلقھا فلاقتل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ

اس میں لفظ نفی قدس ہے نایب اور انتہاء کے معنی کے ساتھ یعنی اس سے اتنا معلوم ہوا کہ زوجہ طلاق کیساتھ نکاح کرنے سے پہلے والی فرستہ تم ہو جانے کی نہیں اس سے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ عورت زوجہ اول کیلئے تل جہ یہ کیساتھ طلاق ہوگی۔ تاہم صورت میں مغایر پایا جاتا ہے یعنی تین طلاقیں جب اس میں زوجہ طلاق اول کے لئے بالاتفاق ممکن نہیں ہیں مگر تو جہاں مغایر نہیں پایا جاتا وہاں وہ کیسے ممکن بنے گا۔

اعتراض مذکور کا احواف کی طرف سے جواب ..... امام ابوحنیفہ کی طرف سے مصنف نے یہ جواب دیا کہ زوجہ طلاق کے مکمل ہونے کو ہم (حق تعالیٰ) سے ثابت نہیں کرتے بلکہ ہم اس کو حدیث مسند سے ثابت کرتے ہیں۔ یہ حدیث مشہور ہے وہ اس حدیث سے امام شافعی بھی حوالے کے لئے دہلی کی شرط کو ثابت کرتے ہیں تو ہم نے کہہ کر اس حدیث کی دلائل مانیں اس لئے دہلی کی شرط ثابت ہوتی ہے اسی طرح اس کے اشارہ انھیں سے زوجہ طلاق کا مکمل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امراتہ طلاق سے یہ نہیں کیا

کہ ان تفتشیں حد متک "اُترتو چاہے کہ تیری زوجہ اول سے حرمت، خسران، بلکہ میں فرمایا  
 ان تعویذی (اُترتو چاہے کہ انہیں زوجہ اولیٰ نے پاس لٹ جائے) اور مرد کا بھی ہوتا ہے مگر  
 حالت کی طرف لوٹا اور پہلی حالت میں زوجہ اور کے لئے جن علاقوں کا اختیار ثابت تھا وہ اب  
 بھی ثابت ہوگا۔

اخر میں جب اس شخص سے اس سورت میں جس کا بہت ہو جاتا ہے جب مل کا کوئی وجود نہیں  
 ہے کیونکہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زوجہ کو تین علاقوں دی تھیں۔ اور خلاق مغلطہ کے  
 بعد مل کا کوئی وجود نہیں رہتا تو اس سورت میں قرآن بطریقہ ولی ثابت ہو جائیگا جہاں مل ناقص  
 طریقے سے پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں چوڑی تین علاقوں واقع ٹکس ہوئیں۔

**قوله : و بطلان العصمة عن المسروق بقوله جزاء لا بقوله  
 فاقطعوا**

اور شافعی کی طرف سے یہ در اعتراض ہوتا ہے۔

اس کے لئے بھی حمید کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اگر چوڑی کرے در چوڑی کی وجہ سے اس  
 کا بائیکاٹ دیر جائے اور پھر چوڑی کا مال اس کے پاس ہو تو بالاحاق دواں اس سے واپس لیا  
 جائیگا لیکن اگر اس کے پاس مال موجود نہ ہو تو پھر وہ شافعی فرماتے ہیں کہ وہ مال خراب ملک ہو  
 اور پیسے سلطان میں احکامات "میتے ہیں یا چور سے ملک کر یا وہ جسے اصطلاح میں (ہلاک)  
 کہتے ہیں اور وہی صورتوں میں اس سے غنائی جائیگی۔ لیکن حد تک کی صورت میں امام صاحب  
 کے نزدیک حد تک نہیں لی جائیگی بلکہ امام صاحب نے یہ کہہ دیا ہے کہ اگر وہ مال جان بوجھ  
 ملک کر یا یا بعد غنائی کے سے لی جائیگی۔ اور امام صاحب کے یہاں ناز شاگرد حضرت  
 حسین نے فرمائی ہے۔ امام صاحب نے اس کو حد تک نہ لیا ہے بلکہ اس کے

اندراج میں۔ صورت کی ملکیت اس کے پاس چوری کرتا ہے چور کی چوری کرنے سے  
 خود ہی دیر پہلے اس سورت کی نصرت مانگتا ہے اور وہ غنائی ہو جاتی ہے۔ اللہ

تعالیٰ کی طرف۔ گویا کہ چور نے جرم اللہ تعالیٰ کی عصمت میں کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو نہ مان  
اور جرم ماننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اب آئیے اصل اعتراض کی طرف۔

اعتراض :- پھر آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ اگر مال موجود ہو تو اس مال مسروق کو مالک کی طرف واپس  
کیا جائے گا؟

### اعتراض مذکور کا احناف کی طرف سے جواب

اسکا جواب یہ ہے کہ اگرچہ مال کی عصمت باطل ہوگئی ہے لیکن مالک کی ملکیت لڑھاتی ہے اسی وجہ  
سے اس کو واپس کرنا ضروری ہے۔

یام شافعی کا اعتراض :- یام شافعی اعتراض کرتے ہیں کہ چوری کے باب میں آیت سرف سے  
استدلال کیا جاتا ہے یعنی (السارق والسرارۃ فاقطعوا یدہما) سے اور قاطعوا کا بدو معنی قاطع  
لفظ عام ہے جو محض معلوم کیلئے وضع کیا گیا ہے۔ یعنی ہاتھ کو گھسنے سے جدا کرنا لیکن یہ لفظ اس بات پر  
ولایت نہیں کرتا کہ مال کی عصمت مالک سے باطل ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہوگئی۔ اگر تم یہاں  
کہتے ہو تو یہ کتاب اللہ پر زیادتی ہے

جواب :- اسکا جواب یہ ہے ہم عصمت کے باطل ہونے کیلئے استدلال (فاقطعوا) سے نہیں کرتے  
بلکہ (جزاۃ) سے کرتے ہیں۔ اس لئے کہ جزا کا لفظ جب مطلقاً عقوبات کے بیان میں  
آتا ہے تو اس سے مراد وہ جزا ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے واجب ہوئی ہے۔ اور  
اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے یہ جزا واجب ہوگی جب یہ جرم اللہ تعالیٰ کی عصمت میں ہوا ہو۔ اس  
جواب کی ضمن میں چند اور نکات بھی بیان کئے گئے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت میں لفظ (جزاۃ)  
(کو مطلق ذکر کیا گیا ہے تو جزاۃ سے مراد جزائے کمال ہوگی اور وہ صرف قطع ہے جہاں کی ضرورت  
نہیں ہے اور جزاۃ سے جزائے کمال مراد لینے کیلئے قاعدہ مسئلہ ہے لمطلق فوا لخلق برادہ الفرد  
اکامل ما وثرید یہ کہ (جزاۃ مفعول مطلق ہے جزئی بحرزی سے ہے اسکا معنی ہے (کافی ہو جاتا) تو  
گویا کہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہی سزا کافی ہے نہ ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر قطع یہ



کے ساتھ ساتھ ضمان بھی واجب کر دی جائے تو (جزاء) بمعنی کئی کاج مقتضی باطل ہو جائے گا۔  
 سمجھئے۔ چوتھی تفریع پر شافعی کی طرف سے وارد ہونے والے چند اعتراضات اور ان کے جوابات ذکر  
 کرنے کے بعد علامہ عبد اللہ بن سنی خاص کے حکم پر پانچویں تفریع بیان کر رہے ہیں۔

### **قولہ :- وذاک صحیح ایقاع الطلاق بعد الخلع**

پانچویں تفریع :- مسند خاص کے حکم پر پانچویں تفریع اٹھاتے ہیں اس کے لئے تمہید کی ضرورت  
 ہے

تمہیدی کلیات :- امام شافعی فرماتے ہیں کہ خلع نکاح کو فسخ کرتا ہے۔ لہذا الخلع کے بعد طلاق واقع  
 نہیں ہو سکتی لیکن ہم کہتے ہیں کہ خلع خلع کا خلع نہیں ہے بلکہ دوسری طلاقوں کی طرح یہ بھی ایک  
 طلاق ہے لہذا خلع کے بعد طلاق واقع ہو سکتی ہے۔ ہمارا استدلال قرآن حکیم کی اس آیت سے  
 ہے (فان طلقتموهن من بعد فی نکح زوجا غیرہ رجع) اس لئے کہ یہاں پر پہلے فرمایا گیا (ان طلقتموهن من بعد) یعنی طلاق رجعی دو طلاقیں ہیں۔ اس کے بعد خلع کے مسئلے کو بیان فرمایا (فان طلقتموهن من بعد) تو یہاں سے معلوم ہوا کہ خلع میں عورت کا کام خلع کا کام ہے اور مرد کا کام طلاق دینا ہے  
 خلع کے بعد تیسری طلاق کو ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ خلع کے بعد طلاق واقع ہو سکتی ہے۔

### **شواہد کا جواب :-** امام شافعی فرماتے ہیں کہ فان طلقها رجع کا تعلق بطلاق

مرتان سے ہے اور درمیان میں خلع کا ذکر جملہ مقررہ ہے

دوسری طرف سے جواب :- ہماری دلیل یہ ہے کہ (فان طلقها رجع) کا تعلق خاص ہے یہ یعنی  
 محسوس کیلئے وضع کیا گیا ہے۔ اور وہ تحقیق ہے تو جب اس طلاق کو خلع کے بعد ذکر کیا گیا تو خلع  
 کے بعد بھی طلاق جائز ہوئی چاہیے۔

اعتراض :- اعتراض ہوتا ہے کہ اس طرح تو چار طلاقیں ہو جائیں گی۔

جواب :- خلع کوئی مستقل طلاق نہیں ہے بلکہ یہ ان ہی دو طلاقیں کے ضمن میں  
 ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اس میں فرمایا ہے کہ طلاقیں دو ہیں خواہ وہ دونوں رجعی ہوں یا دونوں خلع کے



ہمارے نزدیک مہر کا نفس درج ب صرف ٹکار کرنے سے آج بٹا اور درج ب د  
بیزوں سے نیکو یا تو ملی سے یا موت سے ۔

ہمارا دلیل اس قدر قوی کا یہ فرمان ہے **لَوْلَاحِلٌ لَّكُمْ مَا وَرَاءَهُ ذَالِكُمْ.....**

ایک ایسا ب (ہا) لفظ خاص ہے جو معنی معلوم کیے وضع کیا گیا ہے یعنی (السان) جس کا  
حاصل یہ ہے کہ تمہارا یہ بچوں کو حاشی کر رہا تمہارے مانوس سے ملحق ہوئے ہوئے ۔ بعض نے کہا کہ  
اگر لفظ قلیلتہ ہوا ہے جس کا مادہ اشتقاق ابتغاء لفظ خاص ہے اس کا معنی ہے طلب  
دوسرا صورتوں میں معنی یہ بنتا ہے کہ حوروں کو حاشی کرنا ہر سے ملحق ہوئے چاہئے ۔ اہل قرعہ کو  
لفظوں میں ذکر کرنے اور ایسے نہیں کرتا تو کم از کم اسے میں تو واجب ہونا چاہئے ۔

مکتبہ..... لیکن یہ ساری تفصیل اس وقت ہے جب کہ نکاح صحیح ہو کر نکاح فاسد ہو تو بالاعتقاد ملی  
سے مہر واجب ہو گا اسی طرح مہر موت کو جاریا حق کے ساتھ حاصل کرتا ہے تو بھی مہر واجب  
نہیں ہوگا ۔

**قوله : وكان المهر مقدراً شرعاً خير مضاف الى العهد**

**ساتویں تفریع :**

الاجتماع کے نزدیک مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں بلکہ جو چیز مہر بننے کی صلاحیت رکھے  
دوسرے بننے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے ۔ اسے نزدیک اس کے کوئی مقدار نہیں لیکن نفس کی تعداد  
مقرر ہے جو اس درہم ہے ہم اللہ تعالیٰ کے اس قور سے استدلال کرتے ہیں فقد علمنا  
مما فرصنا..... الخ (فرض) لفظ خاص ہے جو معنی معلوم کے لئے وضع کیا گیا ہے اور وہ ہے تقدیر  
اسی طرح (خبر میں دا) ضمیر شکلا بھی ایسا ہے اور فرض کی اسناد حکمرانی طرف کرتا بھی خاص ہے  
تو معلوم ہوا کہ نہ حق کے حکم میں ہر کی مقدار مقرر ہے نہ اس مقدار میں اختلاف تھا جس کا  
مستور صحت ہے اس کے لئے یہ غیر اہل ہر مفسرہ درہم میں بیان فرما ۔

مہر دوسرے اہل میں ۔ انہوں نے کہا کہ اسے چھوٹا ہے اور جب اس کا

پہلے بال سراج کی کم زکرم اور حمایت کی مقدار ضروری ہے تو وضع کے مانگ بنے کیلئے بھی جس  
 درجہ ضروری ہونے پائیں۔ آٹے صواب کتاب نے احکامات فرمائے ہیں کہ (فرض) کے معنی  
 کے ضمن میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے

دو فقہاء کی اصطلاح میں ہے جبکہ ملت میں فرض کا معنی ہے ایجاب و قطع۔ اور امام شافعی نے  
 دتے ہیں کہ یہاں ایجاب والا معنی مراد ہے اور اس پر دو قرینے ہیں ایک تو یہ کہ فرض کو متعدی کیا معنی  
 کے ذریعے سے کفایا قال تعالیٰ قد علمنا ما قدر ضلنا علیہم اور قاعدہ یہ ہے کہ فرض  
 جب متعدی ہو معنی کے ساتھ قواعد سے ایجاب والا معنی مراد ہوتا ہے۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ مکتب ایمانہم کا عطف (اور وا) محم) پر ہے

اور لو نہ ہوں کیلئے تو مر ہے ہی نہیں بلکہ فقہ ہے تو محسوس ہوا کہ یہاں مراد یہ ہے کہ فقہ واجب ہے  
 ہر عین کے لئے بھی اور لو نہ ہوں کے لئے بھی۔ گویا قد علمنا ما قدر ضلنا کا مقصود جو بھر  
 سے نہیں بلکہ جو بھر فقہ سے ہے۔

اعتاب کا جواب..... ہم جواب دیتے ہیں کہ علی کے ذریعے سے اس وجہ سے متعدی ہے کہ  
 فرض یہاں پر ایجاب کے معنی کو ضمن ہے اور مکتب ایمانہم سے پہلے دوسرا قرینہ متعدد  
 جتنے پہلے قرینہ ضلنا کا معنی جلد رہا اور دوسرا فقر ضلنا کا معنی ہے اور ہوتا ۔





ہے کما قال اللہ تعالیٰ اعلموا ما شئتم اور تمہیں سے مراد عاجز کر دیا ہے کقولہ تعالیٰ فلتقوا بسورة من شئتم.... اری

**جواب:۔۔۔۔** ہم جواب دیتے ہیں کہ اس سے اصل موصول والا امر ہی مراد ہے لیکن اس میں مقصد صرف استعلاء نہیں ہوتا بلکہ مراد ایسی استعلاء ہے جس میں مخاطب پر فعل کو لازم کرنا بھی ہوتا ہے اور یہ بات تہذیب اور تمجید میں نہیں پائی جاتی ہے۔

**قوله: ویختص مرادہ بصیفة لازمة**

### تحریر عبارت

یعنی وجوب مینہ امر کیساتھ خاص ہے۔ اور امر کا مینہ وجوب کیساتھ خاص ہے یہاں سے معنی اشتراک اور ترادف کی نفی کرتا جاتے ہیں کیونکہ یہاں پر (ما) نقص پر داخل ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا مینہ امر صرف وجوب کے ساتھ خاص ہے اس سے مشترک کی نفی ہو جائے گی۔

اور لازمة کا مطلب یہ ہوگا کہ وجوب مینہ امر کیساتھ لازم ہے یعنی امر کی مراد جو کہ وجوب ہے وہ سینے کے علاوہ کسی اور چیز سے کچھ میں نہیں آتی تو یہ ترادف کی نفی ہو جائیگی (یہاں) نقص پر داخل ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وجوب سینے کے علاوہ کسی اور چیز سے کچھ میں نہیں آتا تو یہ ترادف کی نفی ہو جائیگی پھر لازمة سے مراد مگر لازم اہم ہوتا یہ بھی ترادف کی نفی ہوگی کیونکہ لازم تو لازم کے بغیر نہیں پایا جاسکتا ہے مگر لازم بغیر مخرم کے پایا جاتا ہے تو اس صورت میں اشتراک کی نفی کچھ میں نہیں آئیگی بہتر ہے کہ لازم سے مراد لازم مساوی لیا جائے تو دونوں کی نفی ہو جائیگی۔

**قوله: حتی لا یكون الفعل موجبا خلافا لبعض اصحاب**

### الشافعی

امام شافعی کا مذہب۔۔۔ امام محمد بن زکریا شافعی کے نزدیک شیعہ و جوبہ سے کچھ میں آتا ہے اس طرح فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی کچھ میں امتیاز ہے مگر یہ روایت لفظ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جوبہ و جوبہ میں ہے جو نہ تو آپ سے سہا ہے اور وہ نہ ملتا ہے اور نہ ہی آپ کیساتھ کلمہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

### قولہ : للمنع عن الوصال وخلع اللعالب

احادیث کی دلیل۔۔۔ بیان اس کی یہ ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل روزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر صحابہ نے بھی رکھ کر شروع کر دیا یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمایا اور فرمایا کہ ایکم مثلن بھٹھ صو ر مہو ر و سہ بنو عجم میں سے کون میری فرج ہو سکتا ہے مجھے خود مہو ر کے بعد چھ دن تک یہ نعرہ عاتق اور پاتا ہے (مگر ایسی بھی کہ تم مہو ر کو کوئی پڑھیں کہ میرے فعل کی انوار تم پر واجب نہیں ہے۔

اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ہے کرتے

مہو ر کے بعد چھ دن تک یہ نعرہ عاتق کرتے بھی اتنا شروع کر دینے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کرتے ایسا کہ میں کہہ اور آپ نے اس کی کیا وجہ بھی بیان کر دی کہ یہ ہے جنہوں میں کوئی چیز کی ہوئی تھی۔ اگر یہ ہو تو تم کو اتوار کا وارنہ اتوار ضروری نہیں ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل واجب کے لئے ہو تو آپ سے یہ منی اللہ علیہ وسلم منع نہ فرماتے۔ لہذا معلوم ہوا کہ کھڑی صراحتی جہاں سے وہ واجب و نایب نہیں ہے۔

امام شافعی کی دلیل۔۔۔ امام شافعی بھی میں کہتے ہیں کہ فعل امر ہے یعنی مرتبہ نہیں لکھا ہے بلکہ امری طرح ہے۔ لیکن یہ ہے کہ پھر تعلق میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت ہے کہ میں تو سب آپ نے اتفاقاً تو فرمایا (صلوا کما راہینہ منی اصلی)

یعنی نہ رانی طرز پر، اگر کسی طرح تم مجھے کہہ دے سو۔ کہ میں آپ نے اپنا مست پر اپنے  
انفال کی اتباع کو واجب قرار دیا ہے۔

**قولہ :** والوجوب يستفيد بقوله عليه السلام صلوا

كما رأيتموني أصلي

شواہد کو مانا جواسیہ..... جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فاعل وجوب کا مذکور ہے تو  
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صلوا كما رأيتموني أصلي..... الخ کہنے کی ضرورت پیش نہ آتی  
بلکہ صحابہؓ آپ کے فعل کو دیکھ کر ہی اس پر عمل ہی ہو جاتے۔ معلوم ہوا کہ وجوب کا فاعل

صلوا كما..... الخ یعنی قرآن (اس) سے حاصل ہوا ہے نہ فعل سے۔

امام شافعیؒ کی دلیل دیکھو..... کہی امام شافعیؒ ہی ممکن قرآن کہتے ہیں کہ فعل بھی امر کی ایک قسم ہے  
وہ کہ یہ ہے کہ صوماء فرعون پر شدید میں صوماء کا اطلاق ہوا ہے کیونکہ شیعہ فعل کی  
سنت بنتی ہے تو ان کی سنت نہیں بنتی۔ بلکہ قرآن کی سنت مدیہ ہوا کرتی ہے۔

**قولہ :** معنى الفعل به لأنه سببه

شواہد کو مانا جواسیہ..... جواب یہ ہے کہ اگر سبب ہے اور فعل سبب۔ اور یہ تسمیہ سبب باسم  
السبب کی قبیل سے ہے۔ انفرغ یہاں سبب بول کر سبب سے مراد لیا ہے جب کہ ہم فقہت کی بات  
کرتے ہیں اور آپ نے نماز سے استدلال کیا ہے جو قابل قبول نہیں۔

**قولہ :** وموجه الوجوب لا انذبا والاباحة والتوقف موله

كان. بعد النظر أو قبله لا انتفاء الظهور من العامر بالامر  
بالتنص واستحقاق الوحيد لثاركة ولد لالة الاجماع والمعتول  
بحرف صنف درہ شدتے اشتراک فی فیہ کی اور فرمایا کہ امر کا موجب صرف وجوب

سے اس میں بہت بہ تعبیر کا اختلاف ہے

(۱) پہلے سبب..... الخ لعل آگ کہتے ہیں کہ نہ واجب واجب ہے۔



حائضین غلبہ کی دلیل..... یہ ہے کہ اگر غلبہ کیلئے قتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ جانب فعل رائج ہو کر غلبہ تحقق ہو سکے جس کا ادنیٰ دو جنب ہے ان کا استدلال قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہے **فَلَمَّا تَبَوَّعُوا اَنْ عَلِمْتُمْ فِئْتَهُمْ خَيْرًا** یعنی اگر تم اپنے غلاموں میں اچھا مانتا مال کتابت اور کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو تو ان کو نکھوؤ نہیں مکاتبہ بن لو (ظاہر ہے کہ مکاتبہ عبد واجب نہیں بلکہ مندوب مستحب امر ہے۔

(۲) دوسرا مطلب..... بعض کہتے ہیں اس کا سبب اباحت ہے

حائضین اباحت کی دلیل..... غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کام کی اجازت ہے اور اس کا کرنا حرام نہیں ہے اور کسی فعل کی اجازت کا ادنیٰ مرتبہ اباحت ہی ہے جیسے سرائے کافران (واذا حللتم فاصطادوا...) الخ یعنی جب تم حرام سے نکل جاؤ تو اب شکار کرو ظاہر ہے کہ حجاج پر شکار کرنا واجب نہیں بلکہ فعل مباح ہے کوئی کرے تو مکمل نہیں اور نہ کرے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳) تیسرا مطلب..... بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا سبب توقف ہے جس لئے کہ امر رسول معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے جب تک کسی ایک معنی پر قرینہ ہو اس وقت تک توقف کیا جائے گا۔

(۴) چوتھا مطلب..... بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر امر ممانعت کے بعد ہو تو اباحت کے لئے ہوگا اور اگر ممانعت سے پہلے ہو تو خوب کے لئے ہوگا دلیل یہ ہے

(واذا حللتم فاصطادوا...) الخ اور استدلالی کرتے ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے حرم (حجاج) پر حالت احرام میں حرم کے اندر یا پر شکار کو حرام کر دیا اور فرمایا (فَلَا تَقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ) و انتقم حرم اس ممانعت کے بعد پھر ممانعت (واذا حللتم فاصطادوا) یعنی جب تم احرام سے فارغ ہو جاؤ تو شکار کرو

یہاں چونکہ امر اسطیحا کی ممانعت کے بعد ہے لہذا اباحت لینے ہوگا مہمورت اور اگر امر کا موجب واجب ہی ہے۔

و انھوں نے کہا کہ اگر آپ نے فرمایا ہے کہ یہ سب کچھ میرا ہے تو قرآن مجسم میں ممانعت کے بعد  
 بھی امرا و بپ کے لئے آپ سے پیچھے دیا فناء انصلح الاشہد  
 الحرم ما قتلہ المشرکین جہداً و جدتہم وہم ... الخ  
 فرما: خدا کی یہ ہے کہ اپنے اللہ تعالیٰ نے جو اسکو روک دیا، وہی اُنہی  
 ذبیحہ و عزم انہا میں شامل ہے جسے فرمایا اور اس ممانعت کے بعد امر قبول فرمایا اور بالمشاق  
 و وجوب کے لئے نہ۔

بالی باحت (فاصلطادو) سے بھی میں نہیں آتی بلکہ (الحل لکم  
 الطبیعات) سے سمجھ میں آتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر انہوں نے تو قرآن لایم آتا حال  
 کہ وہ شکاری اجازت خدا کے تقاضے سے دے دی تھی ہے  
 تو اس مسئلہ حلال کی نہ یہ پانچوں اور ہیں۔

پہلی دلیل۔۔۔ امروہ ب کے لئے آیت ہا کے لئے ہیں وکیل یہ ہے اللہ تعالیٰ  
 کا فرمان دوما کاں مو من ولا یومعہ الخ لایا آیت کا سمجھ یہ ہے  
 کہ جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم ہو تو اس میں کاشول کرنے کا  
 کرنے کا اختیار قائم ہے۔ چنانچہ اس پر عمل کرنا لازم و واجب ہے اور یہی وقت ہے کہ جب امروہ ب  
 کے لئے ہو۔

دوسری دلیل۔۔۔ قرآن حکیم میں ہے فلیحذر الذین یخالفون عن امر ان یمسہم  
 فتنۃ او عذاب ایہ یعنی جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت و رازی کرتے ہیں  
 انہیں یہ میں آزمائش اور سختی شریعت ہے۔ مگر وہ چاہئے۔ اگر میں رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلی مخالفت کرنے والوں کو دیکھ کر مستحق مراد کیا ہے اور یہ عید ای وقت  
 درست ہو سکتی

ہے جب کہ نہیں کرتا ہوں نے وہ سب کو مجھ سے

اعتراض: ... کہاں، کیا بات ہے کہ اس آیت میں امر و وجوب کے لئے ہے؟

جواب: ... امر و وجوب، ایسے ہیں یہ آیت کا مضمون اور سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ امر و وجوب کے لئے ہے۔

دوسرا اعتراض: ... یہ اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں موعظت سے انکاری موعظت بھی تو مراد ہو سکتی ہے؟

جواب: ... ہم کہتے ہیں کہ عربوں کے ہاں موعظت کا اطلاق ترک عیس پر ہوتا ہے کیونکہ یہ موعظت عیسٰی کی ضد ہے۔

### دلیل مذکور پر ایک قوی اعتراض:

مذکورہ لیکن (فلیحذرو الدین یخلفون عن امرہ... الخ) سے تو مصادر و اہل

المعطلہ لازم آتا ہے معنی میں یہ ہے کہ دعویٰ دین پر سب قوف ہو کر تارے اور دین جلیلہ کر

نے سے دعویٰ کا لازم و جائز ہے کہ مذکورہ آیت میں دین کا ثبوت دعویٰ کے ماننے پر

سب قوف ہے وہ عربوں پر نہ دین میں امر مذکور ہے (فلیحذرو الدین یخلفون عن امرہ) تب درست ہوگی جب ہم

اس امر کو جو پہلے بیان نہیں حالانکہ یہ وجوب و عدم وجوب میں خود کلام ہے جب دلیل ہی

معدنہ نہیں تو دعویٰ کی گرفتاریت ہو کر مصادر دینی منطوب کی وضاحت یہ ہے کہ دلیل تب درست

ہوگی جب ہم دعویٰ (انما امرنا وجوب) شیعہ راہیں مالاں اصل غرض اسی دعویٰ میں ہے۔

جواب: ... آپ کا یہ کہنا درست نہیں کہ فلیحذرو... الخ امر کے وجوب میں مذکور ہے اس

میں کوئی حکم و در خواہش نہیں بلکہ اس کا فتح و وجوب کیلئے ہونا سیاق و سباق سے ثابت ہے ہذا دلیل دعویٰ

پر سب قوف نہیں کہ مصدر دینی المنسوب امر ہوتا ہے بلکہ دین میں ہے دو اہمات دلیل مستتر ہے

اثبات دعویٰ نہیں بلکہ دعویٰ میں ثابت ہو کر امر و وجوب ہے امر بلو وجوب۔

تیسری دلیل: ... مستند و مدد سے امر کے وجوب لینے ہوئے پر قیاسی دلیل و اہمات امر کو

تو دینے جس کا اصل دینے کو اس امر پر بھروسہ ہے کہ جب بھی کسی سے کوئی شئی طلب کی

جائے تو میز امر کے ذریعہ طلب کی جائے گی کہ مطالبہ کا کوئی اور طریقہ ہے۔ یہی نہیں جس طرح ہم روزمرہ استعمال اور عرف میں مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ اور طلب میں اصل کو ال طلب ہے جو وجوب ہی کے ذریعہ حقیق ہو سکتا ہے۔

کھینچے... جو ہم نہ کہہ سکتے کہ اس کے وجوب کیلئے ہونے پر اجماع ہے، اکثر طلب اس مقام پر دلالت اجماع کی بجائے (اجماع) کہہ دیا کرتے ہیں جو ایک بڑی للٹی ہے کیونکہ اس امر پر اجماع ہوتا کہ امر واجب کے لئے ہے تو کھینچنا خلاف کیونکر ہوتا حالانکہ آپ پادریغف مذاہب مع لدلائل طاہرہ ذکر کئے ہیں اور کہئے کہ اجماع تو اس بات پر ہے کہ طلب میز امر سے ہوگی اور اس کے واسطے سے دلالت امر کا وجوب کیلئے ہونا معنوم ہے

**حقیقہ لفظی معنی:**۔۔۔ عقل اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صرف وجوب کے لئے ہو اس لئے کہ عام افعالی کسی مخصوص معنی پر دلالت کرتے ہیں تو مناسب یہ ہے کہ میز امر بھی وجوب یعنی ایک مخصوص معنی کے لئے ہو۔

اور بعض لوگوں نے کہا کہ عقل سلیبیہ ہے کہ جب آقا اپنے ظلم کو کسی کام کا عزم دے اور اس کے لئے دوسرا کام مستحق ہوتا ہے اور دوسرا کام مستحق اس وقت ہوگا جب امر وجوب کے لئے ہو۔ کیونکہ کسی امر مندوب استحب کا ترکیب وجوب واجب و مقاب نہیں ہو سکتا۔

**قبولہ:** 'واذا اریدت بہ الا یا حۃ او اللذب فتلیل انہ حقیقۃ لا نہ بعضہ رقیل لا لآ نہ جاوز اصلہ'۔

### تشریح عبارت:

اور اگر امر سے اس کا معنی معنی یعنی وجوب ترک کر کے اباحت یا مذہب کا معنی مراد لیا جا

ئے تو اس میں نہ ہر دو

پہلا مذہب..... بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حقیقت سے ہوگا اس لئے کہ اباحت اور

ندب وجوب کا بعض ہیں اور کسی چیز کا بعض اس کی حقیقت کا سرور ہوتا ہے کیونکہ وجوب کہتے ہیں جواز فعل مع حرمت ترک کو اور بااحت کہتے ہیں جواز فعل مع جواز ترک کو اور ندب کہتے ہیں جواز فعل مع راجحان الفعل کو۔ علامہ غفر اللہ عنہ بن محمد نسلی رحمہ اللہ کا ہے۔

دوسرا ندب..... بعض کہتے ہیں کہ جب امر ااحت یا ندب کے لئے استعمال ہوگا تو یہ مجاز ہوگا کیونکہ یہ اپنی حقیقت اور اصل سے تجاوز کر گیا ہے اس لئے کہ وجوب کہتے ہیں جواز فعل مع حرمت ترک کو جبکہ ناحت، ندب و رلوں میں جواز فعل کے ساتھ ساتھ جواز ترک ہوتا ہے اور جواز ترک حرمت ترک سے متضاد و متجاوز ہے۔

### غلام کلام:

غلام یہ کہ جن لوگوں نے وجوب کی تعریف میں صرف جنس یعنی جواز فعل کو دیکھا انہوں نے کبر و یا یہ حقیقت یہاں جن لوگوں نے جنس اور فعل دونوں کو دیکھا انہوں نے کہا کہ مجاز ہے۔

### امر متعین لکن ار یا محتمل لکن ار ہے یا نہیں

قرینہ: ولا یلتزمی التکرار ولا یحتملہ مواء کاتان متعلقاً بشرط  
او منصرف صابر صف اولم یکن

احتال کا ندب..... ہمارے نزدیک امر نہ تکرار کا تکرار کہتا ہے کہ بلاست اس سے تکرار معلوم ہوا اور نہ احتمال کہتا ہے۔ کنیت اور ارادے کے بعد اس سے تکرار والا معنی سمجھا جائے لہذا اصلوا کا معنی ہے ایک مرتبہ نماز پڑھو اسی طرح صوموا کا معنی ہے ایک مرتبہ روزہ رکھو۔

خوارق کا ندب..... بعض شائع ہیں بات کے چال ہیں کہ امر تکرار کا تکرار نہ خوارق

ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہر امر تو تکرار کا تکرار نہیں کرنا بلکہ تکرار کا تکرار رکھنا ہے۔ آئیے اب اس کے

نہ فرمایا:

جو لوگ کہتے ہیں کہ کھراہ کا تھنہ کرتا ہے ان کی دلیل اقرا میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ وہ اہل ثمان میں سے تھے اس کے باوجود انہوں نے حج کے حکم سے انکار نہ کیا۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ در کھراہ کا شمال رکھنا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ میذا امر مٹا ان ضرب  
 ہے۔ اطلب منك ضرباً کا اور ضروباً کھراہ ہے اور کھراہ اگر چاہتا ہے میں غامی ہوتا ہے  
 "موسم کا احتمال رکھنا ہے لہذا جب کوئی تریزہ ہو گا تو اس کو موسم پر حمل کیا جائیگا۔"

### دووں جماعتوں کے درمیان وجہ لفرق

موجب اور محض میں لفرق یہ ہے کہ موجب بغیر نیت کے ثابت ہو جاتا ہے اور محض نیت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔

شافعی کا تیسرا اہم مسئلہ..... بعض شوافع کا خیال ہے کہ اگر امر مطلق بشرط ہو یا مخصوص بومض  
 ہو تو در کھراہ کا احتمال رکھتا ہے۔

شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وان كنتم جنبا فاطهروا)  
 کہ جب جنابت کی شرط پائی جائیگی تو طہارت کا حکم پڑے گا اور (السادق والصادقة فاطهروا)  
 قطعوا ایند یلہذا... الخ) جب سرزد کا وصف پڑ جائے گا تو قطع کا حکم بھی پڑ جائے گا۔  
دوسرا احتمال..... لیکن ہمارے نزدیک امر مطلق بشرط ہو یا مخصوص بومض ہو بہر صورت امر  
 کھراہ کا احتمال نہیں رکھتا۔

شافعی کی دلیل کا جواب..... ہم کہتے ہیں کہ جب محض جنابت اور سرزد کا وصف پڑ جائے گا تو قطعاً  
 طہرو اور فاطھرو کا حکم ثابت ہوگا۔

امیر شری..... اعتراض یہ ہے کہ جب آپ کے نزدیک امر مطلق کا احتمال نہیں رہتا تو مطلق  
 محسوس امر میں کی نیت کی جیسے کیا ہوگا۔

**قوله :** لکنہ یقع علی اقل جنسہ ویحصل۔ کله حتی اذا قال

لہا طلقی تمسک۔ انه یقع علی الواحد الا ان ینوی الثالث \*

**جواب:** ..... جواب یہ ہے کہ طلاق کا اقل جس یعنی فرد حنفی تو ایک ہے لیکن اس کا فرد ملکی اور کل جس میں ہے۔ تو امر کا اطلاق تو اقل جس پر ہوتا ہے جس کل جس کا بھی اطلاق رکھا ہے تو میں کی نیت کرنا صحیح ہوگا لیکن دو کی نیت کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ دونوں فرد حنفی ہے اور نہ ملکی ہے اس اگر عورت لوطی ہو تو پھر دو کی نیت کرنا صحیح ہے اس لئے کہ لوطی کے حق میں دو کل جس ہے اور فرد ملکی ہے۔

**جواب پرامر میں:** ..... امر میں یہ ہوتا ہے کہ جب طلاق دو کا اطلاق نہیں رکھا تو پھر ملکی نیت کے

ثنتین کہنا کس طرح صحیح ہو گیا۔ یعنی ثنتین طلاق کے لئے بیان تفسیر کس طرح بن گیا۔

**جواب:** ..... جواب یہ ہے کہ ثنتین ملکی نیت کے لئے بیان تفسیر نہیں ہے بلکہ

اپنے مال کے لئے بیان تفسیر ہے۔

**قوله :** لأن صيغة الامر مختصرة من طلب الفعل

بالمصدر الذي هو فرد ومقتضى التوحد مره في الفاظ

الوحدان وذلك بالفردية والجنسية والمثني بمعزل

عنهما۔

**مردم تکرار پرامراتاف کی دلیل \***

احناف کی دلیل یہ ہے کہ امر کا صیغہ یہ مختصر ہے طلب فعل بالمصدر سے مثلاً (اضرب)

یہ مختصر ہے اطلب منك الضرب کا اور مصدر کا تعلق تو مفرد ہے اور مفرد اطلاق میں مفرد معنی کی

رعایت کی جاتی ہے! لہذا لفظ مفرد تکرار کا تقاضا نہیں کرتا جو اس سے مختصر ہے یعنی امر وہ بھی

تکرار کا تقاضا نہیں کرتا

**جواب میں:** ..... امر میں ہوتا ہے کہ جب امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا تو عبادات کیوں تکرار ہوتی

ہیں۔ ملاحظہ فرمادیتے کہ جو بھئی باری تعالیٰ عز و جل نے حکم فرمایا ہے۔

**قولہ :** وَمَا تَكْرُرُ مِنَ الْعِبَادَاتِ فَبِاسْمِهَا لَا جِالَا وَامْر

**جواب :**..... جواب یہ ہے کہ عبادات امر کی وجہ سے تکرار نہیں ہوگی بلکہ اسباب

کی وجہ سے تکرار ہوتی ہے مثلاً وقت یہ وجہ صلوٰۃ کا سبب ہے اور رمضان روزوں کے

واجب ہونے کا سبب ہے تو جب بھی وقت اور رمضان تکرار ہو گئے تو نماز اور روزے نئی سلا

روہوں گے۔ یہی وجہ ہے حج مکہ میں ایک مرتبہ فرض ہوتا ہے کیونکہ اس کا سبب بیت اللہ شریف

ہے اور وہ ایک ہی ہے اگر تکرار امر کی وجہ سے ہوتا تو حج میں بھی تکرار ہو جاتا تھا۔

**امر غرض :**..... امر غرض ہوتا ہے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وقت نفس درجب کا سبب ہو اور امر وجہ

اور وہ کا سبب ہو۔

**جواب :**..... جواب یہ ہے کہ جس وقت سبب پایا جائیگا اس وقت احتیاط کی طرف سے بندہ

کی جانب تیار ہو جائے گا۔ مثلاً جب بھی نماز کا وقت چیک کرے تو احتیاط کی طرف سے صلوٰۃ کا یہ حکم

آئیگا۔ اس لئے وجہ بھی نئے سرے سے آئے گا علی حدیث القیاس۔

**قولہ :** رَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ لِمَا احْتَبَلِ التَّكْرَارُ تَمْلُكَ اِنْ تَطْلُقَ

تَمْسُهَا ثَمَتَيْنِ اِذَا نَوَى الزَّوْجَ

امام شافعی کے نزدیک چونکہ امر تکرار کا احتمال رکھتا ہے لہذا اگر شوہر نے علی غفلت

شہر و علاقوں کی نسبت کر لی تو بیوی کو اختیار مائل ہو گا کہ وہ اپنے آپ کو اطلاق دے۔

**قولہ :** وَكَذَا اسْمُ الْفَاعِلِ يَدُلُّ عَلَى الْمَصْدَرِ لُغَةً وَلَا يَحْتَمِلُ

الْمَصْدَرُ

جیسے امر مصدر پر دلالت کرتا ہے وہی خبر مصدر فاعل بھی لفظ مصدر پر دلالت کرتا ہے

لہذا یہ بھی قید دہرہ خبر کا احتمال نہیں رکھتا۔



قوله : حتى لا يراد بآية السرقة السرقة واحد قرب الفعل  
الواحد لا تقطع الايد واحدة

ابن ابی حاتم پر کہ اس کا عمل بھی سواد اور ترمار کا اٹھانا نہیں رکھتے مصنف نے یہ تعریج الخالی  
کہ آیت سرقہ میں سرقة السارق والفسارقة فاقطعوا سے صرف ایک ہی سرقہ مراد ہوگا  
۔ اس میں اضافہ کرتے ہیں کہ چوتھی سرقہ اور چوتھی مرتبہ پھونکی کرے تو اس کا بائیاں بٹھو اور  
ایسے پاؤں کاٹ دیا جائے گا جس کی دلیل حدیث ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
جو جو رہی کرے تو کاٹ دے ۔ چوتھی کرے تو کاٹ دے ۔ چوتھی کرے تو کاٹ ڈالو پھر چوتھی  
کرے تو کاٹ ڈالو (حدیث عربی سنن کے ساتھ کتاب کے حاشیہ میں مذکور ہے) ہمیں چار مرتبہ  
فاقطعوا کے الفاظ ہیں ) جب کہ تادم سے ایک تیسری دفعہ پھونکی کرے لی اس سے اس کا  
بائیاں تختہ کن کا جائیگا ۔ لکھتے ہیں میں اس کا دیا جائیگا یہاں تک کہ پھر لے پا کر لے جائے ۔  
احزاب کی دلیل ۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ سارق اصحاف میں ہے جو مصری یعنی پرانی روایت کرتا  
ہے بد اس سے یا تو واقعی مراد سوگ یا واقعی اور سرقہ کا فروغی تو معلوم نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا  
مراد آخر یہ ہے ۔ لہذا ایک سرقہ سے ایک دفعہ پھونکا نامہ ہوگا ۔ اس طرح فاقطعوا  
نہ اس مرتبہ یہ بھی ایک ہی قطع کا دلالت کرتا ہے ۔

اور واقعی ..... من و نفس برتا ہے کہ پھر تو پھر دوسری دفعہ بائیاں پاؤں کیوں کاٹتے ہیں ۔ ماحصل یہ  
۔ کہ جب آپ کہتے ہیں کہ ایک سرقہ سے ایک دفعہ قطع یہ کا حکم ان کو سنا تو یہ سوچ رہے ہیں کہ  
۔ یہ دوسری مرتبہ چوتھی کرے ان کا بائیاں پھر نہ کاٹا جائے ۔

تجاربہ ۔ جب یہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی اور ایسی چیز نہیں ہے جس سے اس سے نہیں  
تک دوسری نہیں سننے کے لئے کہ اس سے نہیں کہتا ہے کہ یہ بھی کا قطع نہیں ہے اور چوتھی سرقہ  
کا حرج سے خارج ہے ۔

من و نفس ۔ چاروں اس سے کہانی سورت میں غیبی ہے ان کو ہر پاؤں کوڑے

کہتے ہیں یہاں بھی فاحشہ دوا مر ہے جس سے ایسی کئی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو واجب  
 جواہر... جواب یہ ہے کہ اگر وہ طبعاً ہی ہو جائے یا وہ نواسہ کا کھانا کھاتی ہو تو اس  
 قسماً یہ کھانا واجب نہیں ہے بلکہ اگر وہ نواسہ کی کھانا کھاتی ہو تو اس کا جواب  
 : جائز ہے۔

**قولہ :** وحکم الامر من عن اداء وهو تسلیم عین الواجب  
 بالا مرو قضاء وهو تسلیم مثل الواجب

اس سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی چیز واجب ہے اس کی وہ چیزیں ہیں

**تکم امری تقسیم**

۱۔ واجب واد ۲۔ واجب قضاء

(۱) واجب واد یہ ہے کہ اگر کوئی چیز واجب ہو جائے تو اس کو بعبیہ ملا تھیں وہ اس کو  
 دینا۔

مثلاً خیر: سلام و تحیر دے دینا اور عقیقہ یہ ہے (تسلیم نفس الواجب  
 ملا ہوا) اس پر احکام اس کتاب کے نفس واد واجب امر کیسے تھیں دیتا  
 ہے۔ وہ وقت یہ تھا کہ ہے۔

**جواب :** اس کا جواب یہ ہے کہ (۱) امر (تسلیم کے ساتھ تعلق ہے واجب کے ساتھ تعلق نہیں  
 ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تسلیم کہ یہ امر کیسے تھا متعلق ہے۔ قی یہ کہ واجب کے ساتھ تعلق ہے  
 غیر محض ہفت یہاں تو اس کے بارے میں یہاں کوئی بات نہیں ہوئی کہ نہ ملوث ہے۔

(۲) واجب قضاء یہ ہے کہ اگر کوئی چیز واجب ہو جائے تو اس کو بعبیہ ملا تھیں وہ اس کو  
 دینا۔

مثلاً : "نفس" کے لئے اس سے مراد یہ ہے کہ (۱) امر (تسلیم کے ساتھ تعلق ہے واجب کے ساتھ تعلق نہیں  
 ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تسلیم کہ یہ امر کیسے تھا متعلق ہے۔ قی یہ کہ واجب کے ساتھ تعلق ہے  
 غیر محض ہفت یہاں تو اس کے بارے میں یہاں کوئی بات نہیں ہوئی کہ نہ ملوث ہے۔



اَنْزَلْنَاهُ فَاِذَا هُوَ بِرُءُوفٍ رَحِيْمٍ اور اس پر بھی ہے۔

سب سے اول اس کا سبب بتائی ہے۔

یعنی بعض اوقات اس کے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے۔

اور اس کے بعد اس کے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے۔

یعنی اس کے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے۔

لہذا ہم تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے۔

اور امام شافعی کے نزدیک قضا کیلئے کسی شخص کی ضرورت ہے جس کی عبادت میں

نفس جدید موجود ہو، وہ اپنی تو شوق اسی کو قضا کا سبب قرار دیتے ہیں۔ مثلاً نماز کی قضا کیلئے

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم من ناو عن صلاة او مسیحا علی صلبها .... الخ

اور روزے کی قضا کیلئے حدیث قرآن من کان منکم مریضاً او علی سفر فعذہ من

أبیام اخر .... الخ

کوئی شخص جدید نہ ہو تو پھر قضا کا سبب آخریت "فوت کرتا" ہوگا یا فوات (فوت ہونا)۔

یعنی اس کے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارے لئے اس کا سبب یہ ہے۔

جہز ہوئی ہے اور سری نماز کی قضاء رات میں بھی سر ہوئی ہے۔ اسی طرح جنس سائیں ایسے ہیں جو نام شفق کی بات کی تہذیب کرتے ہیں جیسا کہ تدریس پر ہی کی حالت کی نماز کو کہتے صحت کے انداز سے قضاء کرتے ہیں اور یہ شخص صحت کی حالت کی نماز کو بنیاد کے طریقے سے قضاء کرتا ہے

**قولہ : ولھما لاذنذر أن یمتکف شھر رمضان فصام ولم یمتکف انما وجب القضاء بصوم متعود لعود شرطہ الی الکمال لان القضاء وجب بسبب بآھر**  
**ایک مشہور اعتراض :**

حناف پر شوافع کی طرف سے ایک مشہور سوال دیتا ہے اور اس پر کہ اگر کسی نے نذر مانی کہ میں رمضان کے مہینے کا اعتکاف کروں گا پھر اس نے روزے تو ادا کر لیے لیکن کسی عذر کی وجہ سے اعتکاف نہ کر سکا تو احناف کے نزدیک وہ اس اعتکاف کی قضاء کسی دوسرے رمضان میں نہیں کرے گا بلکہ وہ مستقل ایک مہینے کے غلطی روزے کرے گا اور ان میں اعتکاف کی قضاء کرے گا۔

شوافع استدلال کرتے ہیں کہ آپ کے مذہب کے مطابق اگر قضا اسی سبب سے واجب ہوئی ہے تو واجب ہوئی تھی تو دوسرے رمضان میں اس اعتکاف کی قضا کیجی ہوئی ہے جسے مانا کہ حناف کے نزدیک یہ قضا اعتکاف کی جگہ نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ قضا کا سبب قنوت ہے۔

**جواب :** اس کا جواب یہ ہے کہ اعتکاف روزوں کے بغیر صحیح نہیں ہوگا جب کوئی اعتکاف کی نذر مانے تو روزے بھی واجب ہو جاتے ہیں تو اصل تو یہ تھی کہ یہ شخص ایک مہینے کے لگ بھگ روزے رکھتا ہو ان میں اپنی نذر کو چرئی کرتا مگر رمضان کی فضیلت کی بنا پر ہم نے اس کو چھوڑ دیا اور ہم نے اجازت دی کہ وہ رمضان کے روزوں میں اپنی نذر پوری کرے۔ مگر جب رمضان کی فضیلت کو حاصل نہ کر سکا تو نعم اپنی اصل کی طرف لوٹ گیا یعنی یہ کہ وہ مستقل روزے رکھ کر اعتکاف کی قضا کرے گا۔ اگر دوسرے رمضان آج بھی نہ تو نعم اس صفت سے رمضان ثانی کی طرف

نقل نہ ہو گا دیئے بھی رمضان ثانی تک اسکا زندہ رہنا امر موعوم ہے

**قولہ :** والا دله انواع کاملی وقاصر و ماحر شنبہ بالتقصا  
كالصلوة بجماعة والصلوة منفرداً ونفل اللاحق بعد فراغ  
الامام حتى لا يتغير فرضه بنية الالقاة

### اداء کی تقسیم

اداء کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ادائے کامل (۲) ادائے قاصر (۳) اداء مشابہ بالتقصا

(۱) ادائے کامل یہ ہے کہ کسی چیز کو اسی طریقے سے ادا کر دیا جائے جس طرح شارع نے اس کو شروع کیا تھا۔

(۲) ادائے قاصر یہ ہے کہ شروع طریقے سے ادا نہ کرے بلکہ کچھ کمی بیشی کے ساتھ ادا کرے

(۳) اداء مشابہ بالتقصا یہ ہے کہ جس طریقے سے شارع نے اس پر لازم کیا تھا اس طریقے سے ادا نہ کرے۔

### اقسام ثلاثہ کی مثالوں سے وضاحت :

ادائے کامل کی مثال یہ ہے کہ نماز کر جماعت کیسا تھا ادا کرنا اور ادائے قاصر یہ ہے کہ سفر پر ہو کر ادا کرنا اور ادائے مشابہ بالتقصا کی مثال یہ ہے کہ امام کے فارغ ہونے کے بعد لائق باقی نماز کو ادا کرتا ہے اس کی نماز وقت کے اعتبار سے تو ادا ہے لیکن چونکہ جس طریقے سے اس نے اپنے دوپہر لازم کیا تھا اس طرح اس طریقے سے ادا نہیں کیا تو مشابہ بالتقصا ہے اس کے ادا ہونے کا شرع تو یہ ہے کہ نماز کا ذکر فارغ ہو جائیگا اور قضا ہونے کا شرع یہ ہے کہ اقامت کی نیت سے اس کا فرض نہ مل نہیں ہو گا مثلاً لائق مسافر تھا اور اس نے کسی مسافر کی اقامت کی

بجائے کا وضو نہ کیا وہ وضو کرنے کے لئے ہستی میں داخل ہوا یا اس نے اقامت کی نیت کر لی پھر وائس آید تو امام نماز سے فارغ ہو چکا تھا تو لائق نے بغیر ہت کرنے کے باقی نماز پڑھنا شروع







کیساتھ دو رکعت تو دو رکعت میں تیس رات کی قضاء کر چکا ہے۔ تو اس اعتبار سے ہے کہ عجمیہ امت کا کل قیام ہے اور وہ کل ہو چکا ہے اور مشابہ بار واء اس اعتبار سے ہے کہ دو رکعت میں آدھا قیام ہوتا ہے کیونکہ ہر حالت قیام میں ہوتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص امام کو دو رکعت میں پڑھے تو وہ پوری رکعت کو پالینا ہے لہذا حق یہ جاننا چاہیے کہ دو رکعت میں تیس رات ادا کر سکتا ہے۔

### **قولہ: وجوب الفدية في الصلوة للاحتياط**

**احقرامی:** ..... امامت اس سے ہے کہ اصول یہ ہے کہ جو قسم خلاف قیاس ثابت ہو اس پر دوسرے مسئلے کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ تو دوزخ کے مسئلے فقہیہ کا حکم خلاف قیاس ہے اور قسم اس پر فرائض کو قیاس کرتے ہو اور کہتے ہو اگر کسی مرنے والے نے وصیت کی تو وارث پر واجب ہے کہ اس کی نذرانوں کا فدیہ دے۔

**جواب:** ..... نماز کا فدیہ یا احتیاطاً واجباً ہے اور آپ کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ ہم نے فدیہ صوم پر نماز کے فدیہ کے کو قیاس کیا ہے۔ بقدر اصل بات یہ ہے کہ دوزخ کے فدیے میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا حکم دوزخ کے کساتھ خاص ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حکم کسی علت عامہ کی وجہ سے ہو جو نماز میں بھی پائی جاتی ہو۔ وہ علت ہے عاجز آجانا اور یہ عاجز آجانے کی علت نماز میں بھی آجاتی ہے تو نماز کا فدیہ بھی دیا جائیگا اگر قبول ہو گیا تو تمہارا اور اگر قبول نہ ہو تو صدقہ کا ثواب تو کہیں نہیں گیا اسی لئے امام محمد نے اپنی کتاب ازہار میں فرمایا ہے کہ اسید ہے کہ یہ نثار و نماز سے کافی ہو جائے گا اگر یہ امر قیاسی ہوتا تو امت میں بڑی پرکھوں چھوڑ دیا جاتا۔

### **قولہ: كالتصدق بالقيمة صدقات اہام التضعية**

**احقرامی:** ..... ایک اور معترض ہوتا ہے کہ قربانی کے دونوں میں قربانی کرنا ایک امر غیر معقول ہے کیونکہ اس میں میوانوں کو تلف کرنا لازم آتا ہے۔ تو یہ تو یہ چاہئے کہ اس کی قضاوت ہو۔ حالانکہ فرماتے ہو کہ اگر کسی فقیر نے قربانی کرنے کی نذر مان لی یہ کسی شخص نے قربانی کا جانور خریدا یہ بھروسہ بڑا کہ اس کو اس فقیر پر واجب ہے کہ وہ بین خفاۃ صدقہ کرے یا اس کی قیمت کا صدقہ

کرینگے۔

جواب خدا ہی کا جواب یہ ہے کہ قربانی کے انہوں میں جو قربانی کی جاتی ہے اس میں داخل ہیں پہلا، حامل یہ ہے کہ قربانی کے ایذا میں قربانی آ رہی ہے اصل ہو۔ (۱)

(۲) دوسرا اس میں ہے کہ اصل قربان تھا کہ یہ نہ تھا وہ اس کی قیمت کا صدقہ کیا جائے اور قربانی کرنا اور بچہ غلط ہے اور اس کو چھوڑ کر غلط کی طرف انتقال اس لئے کیا گیا کہ یہ دن اللہ تعالیٰ کی مہمانی کے دن ہیں اور مہمانی پر آپ کو شت کیونہ تھوڑے جو کہ بہترین کھانا ہے تو جب تک قربانی کے ایام موجود ہوں گے تو ہم کہیں گے قربانی کرنا اصل ہے لیکن جب قربانی کے ایام فوت ہو گئے تو اصل کی طرف رجوع کرینگے اور وہ یہ ہے کہ صدقہ کیا جائے پھر اگر دوسرے سال کی عید بھی ملے گی تو ہم اس اصل کو بھی چھوڑیں گے۔

آگے صاب کتاب اقسام قضاء کی مثالیں حقوق العباد کے اعتبار سے بیان فرما رہے ہیں۔

### اقسام قضاء کی حقوق العباد سے مشتمل

قوله : ومنها ضمان المصروب بالعتل وهو السابق بالقيمة الخ

### قضاء بشل معقول کی مثال :

حقوق العباد میں قضاء بشل المعقول کی مثال یہ ہے کہ نہ صاب نے کوئی چیز نصب کر لی پھر اس کو ہر کر دیا تو اگر وہ چیز خفیہ ہو تو غاصب پر اس کی مثل کی ضمان دینا واجب ہوگا۔ لیکن مثل مسوری کیسا جو ضمان دینا یہ مثل کامل ہے۔ اور خشل معنوی یعنی قیمت کیسا تھ ضمان دینا یہ مثل ناقص ہے تو جب تک شمس کامل ہوئی جاتی ہے اس وقت تک خشل کا دوسری طرف رجوع نہیں کریں گے۔

**قوله: وضمان النفس والا طراف بالمال**

**قضاء بمثل غیر معقول کی مثال :**

موقوف العباد قضاء بمثل غیر معقول کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو خطہ نقل کردیا

خطہ اس کے واسطہ دکان دے دیے جائیں تو غیر ہے اس کی ایت اور اعطاء کا ضمان لازم ہے حالانکہ انسانی جان و مال قابل ضمانت اور مال کے درمیان کوئی مماثلت سمجھ میں نہیں آتی۔

**قوله: واداء القيمة فيما اذلقتهج على عبد بغير عینه**

حتی تجبر عدلی القبول کما لو اتاها بالمسمى

**قضاء مشابہ بالا واداء کی مثال :**

قضاء مشابہ بالا واداء کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے عورت کیساتھ شادی کی غیر مبین

ظاہر کر دیا۔ اس کے آئندہ روز یہاں نہ رہے گا خاتم فرما کر دیوی کو دیے تو اور ہو گئی اور اگر اس

کی قیمت ہو تو یہ قضاء ہو گئی لیکن واداء کے معنی میں ہوگی اس لئے کہ سیانہ بیوی کے درمیان

خاموشی ہوتی ہے جو بظہر ہو سکتا ہے اس کو ختم کرنے کا مدار قیمت ہے۔ کیونکہ ہر اعلیٰ قیمت والا

خام ہوتا ہے اور اسی ہوگا اور جو کم قیمت والا ہوگا وہ ادنیٰ ہوگا اور جو درمیانی قیمت والا ہوگا وہ متوسط

ہوگا لہذا قیمت کا یہ بھی ارادہ کہ حق میں ہے۔ لہذا عورت کو قیمت کے قبول کرنے پر مجبور کیا جا

یگا۔

نکلتے۔۔۔ شش صوری مثل معنوی سے مقدم ہے اس پر اہم صاحب و تفریصا اٹھاتے ہیں۔

**مثل صوری مثل معنوی پر مقدم ہے۔**

**قوله: وذا قال ابو حنیفہ فی القطع ثم العزل عمداً**

للولی فعلهما

(۱) پہلی تفریع۔۔۔ اگر کسی خاتم نے کسی آدمی کو پہلے ہاتھ کاٹا عمداً پھر اس شخص کو عروج و نودہ مست



انقیم میں قسم یہ تھا کہ اصل کو واپس کرے مگر اصل واپس ہو سکے اگر اصل واپس نہیں کر سکتا تو مثل  
جائیں کرے مگر مثل سے بھی عاجز ہو تو پھر قیمت ہی واجب ہوگی۔

(۳) امام محمد کا کہہ چاہیے..... امام محمد کے نزدیک یہ مسئلہ قطعاً طاع کی قیمت کا اعتبار ہوگا کیونکہ اصل کے  
دینے سے عاجز ہونا اتنی دن ثابت ہوگا۔

امام محمد کی دلیل کا رد..... ہم کہتے ہیں عاجز ہونا تو اس دن ثابت ہوگا مگر بغیر خبر اس وقت ہوگا  
جب قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوگا لہذا انصومت والے روز کا اعتبار کیا جائے گا۔

یہاں سے ایک نور اصول سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی چیز کی مثل نہ ہو تو مثل کامل  
اور نہ مثل قاصر اور نہ مثل صوری اور نہ مثل منقوی تو اس کا ضمان واجب ہوگا۔

### جب مثل محدود ہو تو ضمان واجب ہوگا۔

اس پر مصنف نے تین تقریعات اٹھائیں ہیں۔

### قوله : وقلنا جميعاً للمنافع لا تضمن بالانكلاف

(۱) مکمل تقریر..... اگر کسی شخص نے کسی کا گھوڑا غصب کر لیا اور پھر کچھ وقت اس پر سوار رہا یا سواری  
تو نہیں کی بلکہ وہی کوکھ میں باندھا تو ہمارے تینوں علماء یعنی امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے مابین تازعلا  
نہ و امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ یہ منافع جو اس نے ہناک کئے ہیں اس کی ضمان  
اس پر لازم نہیں ہوگی اب منافع کی ضمان منافع کے ساتھ تو ہوں لے نہیں ہوگی۔ کیونکہ سوار سوار کے  
درمیان فرق ہوتا ہے۔ اور منافع کے درمیان کوئی مماثلت نہیں بطرح اعمیٰ ان میں کوئی مماثلت  
نہیں کیونکہ منافع عرض ہیں۔ و زمانوں تک باقی نہیں رہ سکتے اور یہ غیر متعوم ہے جب کہ ماں جو  
جر ہے اور دونوں مانوں تک باقی رہ سکتا ہے اور متعوم بھی ہے

اعتراض : ..... اعتراض ہوتا ہے کہ پھر اجارے کی صورت میں نہ منافع کی ضمان کیوں واجب کر  
تے ہو۔

جواب : ..... وہاں متعقدین کی رضا مندی ہوتی ہے اور رضا مندی سے اصل بھی واجب ہوتے ہیں

۱۔ زائد بھی واجب ہوتا ہے لیکن غصب کی صورت میں رضامندی نہیں ہے۔  
لیکن امام شافعی کے نزدیک عرف کے مطابق منافع کا نفع واجب ہوگا  
پھر یہاں تمہیں چیزیں ہیں:

(۱) مفقود ہوا:۔ اس کی ضمان ہلاک اور تھلاک:۔ اس سے واجب ہوگی

(۲) زائد:۔ جیسے جانور کا دو دھارہ پہنچے وغیرہ ان کی ضمان نہ ہلاک سے  
آنے کی اور نہ تھلاک سے آگئی جیسے گھوڑے پر سواری کرنا۔

(۳) منافع:۔ اختلاف کے ہاں ضمان نہیں ہے اور شرافع کے ہاں ضمان واجب ہے  
اختلاف کے ہاں ہلاک کی صورت میں جیسے ماتن نے تلف سے تعبیر کیا ہے اور تھلاک کی  
صورت میں بے ماتن نے اطلاق سے تعبیر کیا ہے۔

### **قرہ: والتعاصم لا یضمن بقتل القاتل**

مفسد نے جو اصول بیان کیا کہ جس چیز کی مثل نہیں اس کی ضمان بھی نہیں اس پر  
دوسری تفریع پڑھاتے ہیں کہ اگر قاتل کو کسی اجنبی شخص نے قتل کر دیا تو مقتول اول کے ورثاء  
اس قاتل سے ضمان کا مطالبہ نہیں کریں گے اگرچہ مقتول ثانی کے ورثاء اس اجنبی سے  
ضمان کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قصاص کوئی مقوم چیز نہیں اور اس کی کوئی مثل بھی  
نہیں لہذا قصاص کے ضائع ہونے سے اجنبی پر کوئی ضمان لازم نہیں آتا۔

امام شافعی کا مذہب:۔ امام شافعی کے نزدیک یہ اجنبی ضامن ہوگا۔ اس لئے کہ قتل خطا میں  
دیت واجب ہوتی ہے تو مقوم ہوا کہ قصاص مقوم چیز ہے۔

امام شافعی کی دلیل کا رد:۔ ہم جواب دیتے ہیں کہ قتل خطا کے لئے کوئی مثل نہیں تاہم  
مسلمان کے خون کو ہار ہونے سے بچانے کیلئے ہم نے دیت کو واجب کیا لیکن یہاں پر اجنبی نے  
مقتول کے ورثاء کو کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ ان کے دشمن قتل کر کے ان کی عداوت ہے لہذا ضمان  
واجب نہیں ہوگا۔

**قولہ :** وَمَلَكَ الْمَنَكَاحَ لَا يَضْمَنُ بِالشَّهَادَةِ بِالْإِطْلَاقِ بَعْدَ الدَّخُولِ

اسی اصول پر تیسری تخریج یہ نکلتی ہے کہ اگر دو میسرانے گواہی دی کہ طلاق نے داخل نہ کیا بعد دی گئی ضمانتیں یہ ہیں ہیں اور وہ شخص نے سر کے دوا کر کے اور باختر اس کا فیصلہ کر دیا ہے پھر گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا کہ اس نے طلاق نہیں نہیں دی تھیں۔ ہذا ہمارے نزدیک تو اگر گواہوں نے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کرے گا اس لئے کہ مہر و شوہر پر جراح (دھلی) نافذ ہے۔ اس لیے جو چکا تھا خود وہ طلاق دیتا ہو یا نہ دے جو ان گواہوں کی وجہ سے شوہر کو صرف یہ نقصان ہو کہ عیب غصہ فوت ہوئی ہے لیکن رخصت کا کوئی حائل نہیں کیونکہ اگر بعد کا رخصت غصہ کو مانتے ہیں تو یہ لازم ہے اور اگر رخصت کا حائل کو دہاتے ہے تو یہ جائز نہیں اس لئے کہ رخصت سے پہلے میں مال ضرورت کی پر صرف نکاح میں پایا جاتا ہے۔ نکاح کے علاوہ کہیں میں مال کا دیا سمجھ نہیں۔ بھائی کی قید ہم نے اس لئے نکاح کرنا اگر گواہوں نے گواہی دی کہ ہم نے نکاح سے پہلے طلاق دی تو اس صورت میں گواہ نصف مہر کے ضامن ہو گئے اس لئے کہ جراح سے پہلے اقبال تھا کہ شاید کسی

خبر کی وجہ سے ہر ملاحظہ ہو جائے مگر طلاق کی گواہی کی وجہ سے نصف مہر مؤکد ہو گیا اس لئے اس نصف مہر کا مطالبہ ان گواہوں سے کیا جائے گا۔

**قولہ :** وَلَا يَدُلُّمَا عَوْرِيَهُ مِنْ صِفَةِ الْحَسَنِ ضَرُورَةً أَنْ الْأَمْرَ حَكِيمٍ

ما مودہ کے لئے صفت حسن ضروری ہے

ما مودہ کے لئے حسن کی صفت عاویہ۔ اس سے اس نے کیا امر عظیم ہذا کا حکم ہے اور حکیم کسی بھی بری بات کا حکم نہیں دیتا۔

مگر ہم شواہی فرماتے ہیں کہ حسن اور قبح کا فیصلہ کرنے والی شریعت

ہے مثل کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے لیکن معقول کہتے ہیں کہ اس اور فتح کا فیصلہ کر نیوالی میں ہے شریعت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

قرآن . وهو اما أن يكون بعينه وهو اما أن لا يقبل المقطوع أو يتبدل أو يكون ملحقاً بهذا القسم لكنه مشابه لما حسن لمعنى في غيره كاللصديق والصلوة والزكاة

### ماصورہ کی باعتبار حسن تقسیم

حسن کے اعتبار سے ماصورہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) حسن لعینہ (۲) حسن لغیرہ

### حسن لعینہ کی تعریف :

حسن لعینہ کا مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی واسطے کے ماصورہ کی ذات میں

حسن ہو۔

### حسن لعینہ کی تقسیم

پھر اس کی تین قسمیں ہیں :

(۱) اول یہ کہ وہ حسن ماصورہ پر ہے کبھی بھی ساتھ نہ ہوتا ہو جیسے تصدیق کہ تصدیق کر  
 نا کسی حالت میں بھی ساتھ نہیں ہو سکتا اور تصدیق حسن لعینہ اس لئے ہے کہ یہ کہ شرم کا شرم اور اگر  
 عقل کے اعتبار سے بھی واجب ہے۔

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ کسی بذر کی وجہ سے اس کا حسن کبھی بھی ساتھ ہو جائے جیسا کہ  
 نر ز یہ فیض و غاس کی صورت میں ساتھ ہو جاتی ہے۔

(۳) تیسری قسم یہ ہے کہ معنی کے اعتبار سے وہ کبھی ہو حسن لعینہ کے ساتھ اور مشابہ ہو حسن



غیر، کیسے خود جیسا کہ زکوٰۃ کا ظاہر کے اعتبار سے زکوٰۃ وینا مل کو ضائع کرنا ہے لیکن اس کے اندر حسن و کیمیا غریب کی حاجت پوری کرنے کے اعتبار سے جو کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے بلکہ غریب کا حاجت مند ہو اس کے اپنے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش کی ہوئی ہے۔

دوسری مثال:۔۔۔ اسی طرح روزہ کی نفل اپنے آپ کو بھوکا رکھنا ہے لیکن اس میں حسن آگیا ہے نفسِ مادر کو مطلوب کرنے کی وجہ سے اور نفسِ مادر کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔

تیسری مثال:۔۔۔ اسی طرح حج کی نفل میر و سیاحت چھپے کا ضائع کرنا خود

کو حرام و اقربا سے دور رکھنا اور روزہ نا بھانا ہے لیکن اس میں حسن آگیا ہے کعبہ کے شرف کی وجہ سے اور کعبہ کو شرف اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ فکانت حسنة لعينها

قولہ: اُولَئِیْہِہٖ و ہُو لَمَّا اَنْ لَا یُعَادِیْ یُحَسِّنُ اِلَیْہِہٖ

اُولَئِیْہِہٖ اُولَئِیْہِہٖ حَسَنًا لِّحَسَنٍ فِی شَرَطِہٖ یُعَدُّ مَا کَانَ

حَسَنًا لِّمَعْنٰی فِی حَسَنٍ اَوْ عَلٰقًا بِہٖ کَالْوَصْرِہٖ وَالْجِهَادِ وَالْقُدْرَةِ

الَّتِیْ یَتَسَكَّنُ بِہَا الْعَبْدُ مِنْ اِذَاءِ مَالِزِمِہٖ۔

حسنِ غیر کی تعریف:

حسنِ مادرہ میں حسنِ غیر کی وجہ سے آیا ہوا ہے حسنِ لیرہ کہتے ہیں

حسنِ غیر کی تقسیم

اس کی تین قسمیں ہیں

(۱) پہلی قسم:۔۔۔ یہ ہے کہ وہ غیر نفسِ مادرہ پر کوہا کرنے سے لڑا نہیں ہوگا۔

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ وہ غیر مادرہ پر کوہا کرنے سے لڑا ہو جائیگا۔

(۳) تیسری قسم یہ ہے کہ مادرہ میں حسنِ ہوا اس کی شرط میں حسنِ ہوا نے کی وجہ سے شرط سے مراد

قدرت ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی محکم کا طاعت ہے نہ یہ جو جو نہیں ادا کا مال تعالیٰ لا

یُکَلِّفُکُمْ نَفْسًا اَوْ سَعْمًا



ہو جائے۔ انا و تم نے اس نفع میں اس کے شمار کیا تو کہ یہاں جو ادائیگی یعنی دفر کا کفر اور عیس کا صلہ ان دونوں میں ہی حرمت کا نفع ہے۔ یہ اس لئے کہ اس کے اپنے اقدار میں میں لغو ان کا اعتبار ہو گا۔ ان کا یہ نفع ہر موسم و مہینے اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اللہ کے ہونے پر ہر اہل ان کا اعتبار نہیں ہو گا و ہم ان کو اس میں حصہ میں شمار کریں گے۔

۳۔۔۔ قسم ثالث کی مثال۔ قدرت ہے یا اس شرط ان مثال ہے جس کی وجہ سے مامور میں حسن آ یا تو مطلق مامور کی مثال نہیں ہوتی لہذا یہ اضافہ کو مقدمہ مانو تو یہ کہ و شرط القدوة تو یہ مامور کی مثال نہ جاتی۔

پھر اس قدرت سے و قدرت حقیقہ سوائے جس کے ساتھ فعل ہوتا ہے کیونکہ وہ قدرت فعل سے پہلے نہیں ہوتی۔ لہذا وہ مختلف بنائے گا و انہیں میں خلق بلکہ اس قدر سے مراد و قدرت ہے جو اسباب و آلات کی ساخت کی اور مضافہ کے معنی میں ہے کیونکہ یہ قدرت فعل سے پہلے ہوتی ہے لہذا مختلف بنائے گا و ہر کوئی سے تو اس بنا پر کہتے ہیں کہ ہر کوئی نے اس قدرت میں اس وقت اس کی اس وقت پائی کا اور نہ تحریریں گے۔ اور کوئی کہ قدرت اس وقت ہوئی جب اسباب کا کسے ہو ورنہ کوئی مضافہ ہو اس قدرت کی و قسمیں ہیں۔

**قولہ:** وھی نوعان مطلق و هو ادنی ما یتمکن بہ الامر  
دین من اداء مالزمہ و هو شرط ہی اداء کل امر و الشرط تو مہم لا  
حقیقہ۔

**تہ رہ۔ کی قسم اول قدرت ممکن:**

(۱) پہلی ہے مطلق قدرت اور یہ اس قدر قدرت کا نام ہے جس کی وجہ سے مطلق مامور بنے اور نہ ہر قادر ہوتا ہے اور یہ امر کے ان کے ایسے شرط ہے و اس کی اتنی ہی محدود و شرط ہے کہ اس میں مامور ہو گا۔

یہ کہ اس قدر قدرت میں فرق کرنے کے لئے اس میں ادنی کی قید نہ ملتی ہے کیونکہ

تسم۔ حذاتہ سے کہ عزیز ما یقسنک بھا العبد ہے اور قسم ادنیٰ ما یقسنک بھا العبد سے اور ادنیٰ کی قید کی وجہ سے انعام انسانی الی نفسہ وانا اعتراض بھی نہیں کیا سکتا۔

پھر یہ مدت نماز سے قبل کیلئے شرط ہے لہذا کہیں ممکنہ شرط نہیں ہے بلکہ قضاء کیلئے صرف وقت شرط ہوگی جب مطلوب نماز الی ادائیگی ہو ورنہ پھر وصیت ہوگی یا عہد ایسا کہ حد سے گناہ ہوگا۔ مزید یہ کہ پھر اس قدر سے کہ صرف ارکان شرط ہے حقیقتاً اس کا پابنا شرط نہیں۔

**قرئلہ:** حتی اذا بلغ الصبی أو أسلم الکافر أو طهرت المائض فی آخر الوقت لزمتہ الصلوة لتوهم الامتداد فی آخر الوقت بوقوف الشمس۔

### تشریح۔۔۔۔۔

مثلاً اگر کسی چادر رکعت کیلئے یہ فرض نہیں کرتا کہ وقت حقیقتاً پایا جائے جس میں چادر رکعت پڑھیں یا نہیں بلکہ صرف اس امر کا امکان کافی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے طویل ہو جائے۔ لہذا اگر پاکیزہ آدمی وقت میں صبح پانچ بجے ہو کہ وقت نماز ہو گیا یا حاکم عدم نہیں ہے پاک ہوگی تو ان پر نماز لازم ہو جائیگی اور چھ بجے اتفاقاً وقت پانی ہو جس میں محض تیرہ کریم بھی پائے گئے کہ سورج کی رفتار رک جائے سے وقت کے مہیا کرنے کا اقبال ہے اس میں یہ فرق اندازہ نہیں ہوا اگر کہیں جیسے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام اور حضرت علی الرضی رضی اللہ عنہ کیلئے وقت لپا ہو گیا تھا حضرت سلیمان والی روایت دیگر دونوں روایات سے متضاد ہے بلکہ حق ہے۔ اور اتفاقاً یہ بھی مذکور ہے لیکن دوسری دونوں روایات ضعیف ہیں۔

**قرئلہ:** وکامل وهو القدرة المیسرة للاداء وتمام هذه القدرة شرط لتمام الواجب۔

## قدرت کی دوسری قسم قدرت کاملہ:

قدرت کی دوسری قسم قدرت کاملہ ہے اور اس کو قدرت مہرہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کی وجہ سے ماسور بکا ادا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اور مہرہ خشق ہے مہرہ (آسانی)۔ ہے اور وہ سب کے وہام کیلئے اس قدرت کا وہام شرط ہے اور یہ قدرت پانی کی توفیر جب بھی نہیں رہے گی۔

### قرآن: حتی تبطل الزکوۃ والعشر والخراج بھلاک الحال

چونکہ وہام قدرت شرط ہے اس لئے اگر مال ہلاک ہو جائے تو زکوۃ عشر اور خراج حاف ہو جاتے ہیں کیونکہ زکوۃ پر اصل قدرت تو صرف مال کا مالک بننے سے حاصل ہو جاتی ہے لیکن جب اس میں نصاب اور حوائج حول کی شرط لگائی گئی تو معلوم ہوا کہ اس میں قدرت مہرہ ہے۔ لہذا اگر مہرہ نصاب ہلاک ہو گیا تو زکوۃ ساقط ہو جائیگی لیکن اگر بعض نصاب ہلاک ہو، باقی مال کی زکوۃ واجب رہے گی۔ اس لئے کہ ابتداء میں نصاب کی شرط صرف غنی "مالدار" کے ثبوت کیلئے ہے تو جب غنی پائی گئی اس کے بعد بعض مال ہلاک ہو گیا تو باقی مال میں اس کے حصے کے مطابق یہ (قدرت مہرہ) باقی ہے۔

اسی طرح عشر میں قدرت ممکنہ صرف زراعت سے حاصل ہو جاتی ہے تو جب اس میں یہ شرط لگائی گئی کہ (نو) حصے زمین کی بیہ دار کے مالک کے پاس رہیں گے تو معلوم ہوا کہ اس میں قدرت مہرہ ہے۔ لہذا اگر کبھی مالک ہو گئی تو عشر ساقط ہو جائیگا۔ اور اسی طرح خراج میں قدرت ممکنہ صرف زمین کے مالک ہونے سے حاصل ہو جاتی ہے لیکن جب اس میں یہ شرط لگائی گئی کہ زمین کا مالک اس زمین کی کاشت پر قادر ہو۔ پانی بھی ہو جسکی کے آلات بھی ہوں تو معلوم ہوا کہ اس میں قدرت مہرہ ہے لہذا اگر غلہ ہلاک ہو گیا تو خراج ساقط ہو جائے گا۔

**قرہ** : بخلاف الاولیٰ حتی لا یسقط النصح و صدقة الفطر  
بہلاک المال

میں نے میری وصیت کی ہے کہ اگر میری وفات ہو جائے تو میری جائیداد میں سے ۱۰۰۰ روپے میری وصیت کی جائیں۔  
اور میری وصیت کی ہے کہ میری جائیداد میں سے ۱۰۰۰ روپے میری وصیت کی جائیں۔  
اور میری وصیت کی ہے کہ میری جائیداد میں سے ۱۰۰۰ روپے میری وصیت کی جائیں۔  
اور میری وصیت کی ہے کہ میری جائیداد میں سے ۱۰۰۰ روپے میری وصیت کی جائیں۔  
اور میری وصیت کی ہے کہ میری جائیداد میں سے ۱۰۰۰ روپے میری وصیت کی جائیں۔  
اور میری وصیت کی ہے کہ میری جائیداد میں سے ۱۰۰۰ روپے میری وصیت کی جائیں۔  
اور میری وصیت کی ہے کہ میری جائیداد میں سے ۱۰۰۰ روپے میری وصیت کی جائیں۔  
اور میری وصیت کی ہے کہ میری جائیداد میں سے ۱۰۰۰ روپے میری وصیت کی جائیں۔

**قرہ** : وهل تثبت صفة الجواز للمأمور به إذا أتى به قال  
بعض المتکلمین لا والصحيح عند الفقهاء انه تثبت به صفة  
الجواز للمأمور به واستفاء الکرامۃ

**مأمور بہ کے لئے صفت جواز کب ثابت ہوگی :**

جب مقررہ مامور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہو جائے تو اس کے لئے یہ صفت ثابت ہو جائے گی۔  
مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔  
مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔  
مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔  
مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔  
مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔  
مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔  
مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔

مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔  
مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔  
مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔  
مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔  
مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔  
مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔  
مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔  
مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔

مأمور بہ کو جواز کی صفت حاصل ہونے کے لئے اس کو جواز کی صفت حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔

ہاں بھی اور اس سے گراہیت کی بھی وہ ہائیلی۔ اور نہ تعلق نہ بلطانی اور نہ تعلق۔ پس اگر کسی  
مستقل اشیاء سے جوہر ہیں۔ اشیاء میں کوئی اضافہ بہت درجہ ہے تو ماسواہ کے فاسد ہو جانے  
کا تصور کیا میں نے۔ اسی تصور کا یہ تصور افراط سے اجتناب۔ کہ ہاں کچھ مذہب قرار دیا ہے ماقبل کے  
قول (والتصحیح) بھی یہی صورت ہے۔

... تھیں جو جواب .... چاہئے تو یہ تھا کہ امتثال اور اور اور اشیاء کی وجہ سے محبت حج کا حکم ہو  
یا نہ ہو، لیکن مستقل کی بناء پر آئندہ مسئلہ نہ ہوگی کہ قصد کیا گیا کہ یا غلامی نہیں مستقل حج  
ہے۔

اس بات پر کہ روایتی رائے اسد کہتے ہیں کہ صرف امتثال محبت کے گراہیت کی نفی نہیں ہوگی بلکہ  
گراہیت کا شبہ باقی رہتا ہے مثلاً آج کے دن بعد از نماز جوہر آداب نے پڑھنے سے اگرچہ  
جواز سواؤ کا طرک کا کیا یہ یہ فعلی شرعاً ہے۔

تمام روایتی کو جواب: ہاں یہ جواب یہ ہے کہ گراہیت ہے، سوہرہ میں نہیں ہے بلکہ نہ رہتی  
کی وجہ سے ہے اور وہ ہے سورن کے پھر دیوں کی مشابہت۔

قولہ : واذا عدمت صفة الوجوب لما عوربه لا یبقی صفة  
الوجوب عندنا خلافاً للشافعی

### مفسوخ الوجوب کیسے صفت جواز ثابت ہے یا نہیں؟

آئیے یہ دیکھیں کہ جب اس کا وجوب مسنون ہو جائے تو اس سے نزدیک اس کا  
جواز بھی باقی نہیں رہتا لیکن تمام شافعی کہتے ہیں کہ اس کا جواز باقی رہے گا۔

تمام شافعی کا استدلال ہے: "وہو عاودہ" سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ یہ پہلا عرض تھا اب اس  
کی فرسیت تو مفسوخ ہو گئی ہے لیکن اس کا جواب یہ بھی ہے۔

اتلاف کی دلیل: "لأنه یلزم ان یؤثر فی التام" کے لئے "لأنه یلزم ان یؤثر فی التام" کی شریعت میں  
کوئی وجوب تھا کہ اس کا وہ پہلا تھا کہ اس کی وجہ سے ہوا تو بھی مفسوخ ہو گیا۔





(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ وقت کو اپنی کسی طرف ہوا اور اپنی کسی طرف نہ ہو اور جو یہ شرط ہو جو یہ شرط ہو

۔۔۔

وقت کا شرط ہونا۔۔۔ طرف نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ہر طرف سے نہ آکر نہ گئے کے بعد وقت کا  
جائزہ وقت نہ پہنچے اس وقت کا معیار ہونا چاہیے ہے۔

وقت کا شرط ہونا۔۔۔ شرط نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ہر طرف سے نہ آکر نہ گئے کے بعد وقت کا

وقت کا سبب ہونا۔۔۔ اور جو یہ سبب کا سبب یہ ہے کہ اس کو ہر طرف سے نہ آکر نہ گئے کے بعد وقت کا

وقت کا بھی اثر ہو اگرچہ سبب کا سبب یہ ہے کہ اس کو ہر طرف سے نہ آکر نہ گئے کے بعد وقت کا

طرف سے نہیں وصول ہوتی ہیں لہذا ظاہری اعتبار سے اور جب فی نسبت وقت کی طرف کی

جائزہ ہے جسے نماز کا وقت ہو نماز کے لئے شرط اور جو یہ سبب کا سبب یہ ہے۔

اعتراف۔۔۔ جب وقت نماز کا سبب شرط ہے تو نماز کا وقت سے پہلے جائز ہوتی ہے کیونکہ شرط

شرط کا مقدم ہونا ہے۔

جواب۔۔۔ اگر شرط شرط اور جو یہ سبب کا سبب یہ ہے کہ اس کو ہر طرف سے نہ آکر نہ گئے کے بعد وقت کا

مقدم ہو سکتی ہے لیکن اگر شرط شرط اور جو یہ سبب کا سبب یہ ہے کہ اس کو ہر طرف سے نہ آکر نہ گئے کے بعد وقت کا

سے مقدم نہیں ہو سکتی۔

معرض نماز کے لئے وقت شرط جواز ہے اور شرط سے مقدم ہوتی ہے اور شرط اس سے

مقدم نہیں ہو سکتا۔

دوسرا جواب۔۔۔ یہ ہے کہ وقت کی دو مشقیں ہیں اور یہ شرط کی طرح نماز کا سبب بھی ہے اور

سبب سبب سے کبھی بھی مقدم نہیں ہو سکتا۔

### فلسفہ وجوب اور وجوب اداء:

فلسفہ وجوب اور وجوب اداء کے مختلف پیرائے ہیں جن کا فرق کی تعریفوں سے

نہایت واضح ہوتا ہے۔

## نفس و جوب کی تعریف:

نفس و جوب وہ ہے جس کا حقیقی سبب ایجاب قدیم ہے اور ظاہری سبب وقت ہے۔

## وجوب اراد کی تعریف:

وجوب اراد وہ ہے جس کا حقیقی سبب مطلب ہے اور ظاہری سبب امر ہے۔ پھر ظاہر کے اعتبار سے خریفیت اور سببیت دونوں منع نہیں ہو سکتے کیونکہ مودعی کو اگر وقت میں اراد کرے تو سبب نہیں بن سکتا اور وقت میں اراد نہ کرے تو طرف نہیں بن سکتا اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ نہ رکبیلے طرف سارا وقت ہے و نہ مطلق وقت ہے اور سبب وہ جز ہے جو اراد کے ساتھ متعین ہو۔

**قولہ:** وهو اما أن يضاف إلى الجزء الأولى أو إلى ما يلي:  
ابتداء الشرع أو إلى الجزء الناقص عند ضيق الوقت أو إلى  
جسلة الرقعة۔

## امر مقید کی تقسیم

امر مقید کی اس پہلی قسم کی چار قسمیں ہیں۔

**وجہ ہر قسم:** امر مقید بالوقت کی قسم اول کے اندر وجوب کی اضافت یا تو وقت کے جز اول کی طرف ہوگی یا نماز کے وقت شروع کی طرف ہوگی یا جز و ناقص کی طرف ہوگی یا اس وقت کی طرف ہوگی۔

(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ اگر کوئی قصص اول وقت میں نماز ادا کرے تو وجوب کی نسبت جز اول کی طرف ہوگی۔

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ اگر بعد میں کسی صحیح وقت میں ادا کرے تو وجوب کی نسبت جز متصل کی طرف ہوگی۔

(۳) تیسری قسم یہ ہے کہ اگر صحیح وقت میں اراد نہ کر سکے تو وجوب کی نسبت جز و ناقص کی طرف

ہوئی بیسہ گھنٹہ صبح میں یہ ثابت ہے۔

(۳) چونکہ تسمیہ ہے کہ اوقات کے اندر باطل اور نہ کر سکتے اور نہ زکوٰۃ دینا چاہے تو یہ سب فی سبب سے اس وقت کی طرف ہوئی۔

### جزء ناقص کی مقدار میں اختلاف امر :

احناف کے نزدیک اتنی مقدار اس میں نماز کا اجر حاصل ہو جائے جس کا اندازہ آخرینہ ایک یا دو سنت ہے امام برقرائی کے نزدیک اتنی مقدار جس میں مسرک چار رکعتیں ہو سکی جائے لیکن ہنگام اندازہ چار سے چونتیس ہے بہر دو صورت اب سمیت منتقل نہ ہوگی کہ تکبیریں صورت میں ایک ایسی چیز کا مختلف نماز و رجا کے گناہ جس کی ادائیگی نا ممکن ہو تو تکلیف مالا یطاق ہے۔ پھر نماز اگر وقت کاں میں واجب ہو اور درمیان میں فساد پیش آجائے تو نماز باطل ہو جائے گی جیسے پھر میں دیکھتا ہوں کہ اگر ناقص وقت میں واجب ہو تو نماز پیش آجائے سے نماز باطل نہ ہوگی جیسے کہ نماز صبح میں ہوتا ہے۔

### ما یلیٰ ابتداء الشروع کا مطلب :

مسئلہ ہے یہ فرمایا کہ (ما یلیٰ ابتداء الشروع) یہ جز اول اور جز ناقص دونوں کو شامل ہے لیکن اس کے باوجود جز اول کو اس لئے صراحت ذکر کیا کہ چونکہ فقہاء کے نزدیک اس کی اہمیت ہے۔ اور اس میں نماز اگر تمام مستحب ہے اور جز ناقص کو اس لئے ذکر کیا کہ اس میں امام زفر کا فتاویٰ ہے۔

**قولہ :** فلہذا لا یقادی عصر امسہ فی الوقت الدائن

بخلاف عصر یومہ

تقریر..... جب نماز اوقات میں ہوتی ہے تو پورا وقت واجب کا سبب ہوگا اور پورا وقت کو اس سے اس پر کامل نماز ہی واجب ہوئی نہ کہ اگلے گزشتہ کی مسرک نماز وقت ناقص میں ادائیگی ہو سکتی ہے۔ لہذا جب اس کا سبب کامل وقت ہے تو اس کی قطعاً کاس وقت ہی میں نہ لگائے لیکن قریب کی مسرک

نماز، وقت ناقص میں دائر نماز ہے۔ اس لئے ایمان کے وجوب کا سبب ناقص وقت ہے۔  
امیر اہل: ... اعتراض ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص عصر کی نماز ادا کرے وقت میں شروع کرے اور اس کو  
 لیا کر کے غروب شمس تک پڑھے تو یہ نماز واجب، کامل، ہوئی تھی نہیں۔ اس لئے ناقص ادا کی ہے۔  
جواب: ... عزیمت یہ ہو کر نماز کو پڑھنے کا وقت میں لایا جائے تو عصر وقت مذکور میں عزیمت  
 پائی گیا کیا ہے اور جو شخص عزیمت پر نہیں کرتا ہے تو وہ اس عمرہ وقت سے نہیں بچ سکتا لہذا یہ تھوڑی  
 سی تراہیت مراف کر دی گئی۔

**قوله: وحكمه اشتراط نية التعيين ولا يسقط لصيق الوقت ولا يتعين بالتعيين الا بالأداء كما لحاظ في اليمين.**  
**قسم اول کا حکم:**

اس وقت کی اس بیگنی حرم نکر یہ دو اک اس میں تعین کی نیت شرط ہے یہو کہ انت طرف  
 ہے اور وہ اور وقت و فرض اس کی صحت کی صحت ہے۔ تہذیبیت کے ساتھ تعین  
 کہنا ضروری ہے اور اگر کسی عذر کی وجہ سے وقت تک پہنچا تو بھی نیت تعین ساتھ نہیں پہنچی اور کوئی  
 بھی وقت تب ہی تعین ہوا سب اس میں نماز دائر ہے لہذا کسی شخص نے یا اسے پادری نے  
 یہ مدت دو تعین کر لیا لیکن نماز اور سے وقت نماز کی تو وہ نماز ہی نہ ہوئی تھا تعین ہو گئی۔  
 جیسا کہ احکامات فی الیمین میں لکھا ہے کہ تعین کر لیں پھر نیت، اس کا کفارہ  
 دینے سے توجہ نہ لے۔

**قوله: أویكون معياره وسببا لوجوبه كشهر رمضان**  
**فیصیر غیرہ متقیاً ولا تشتط نية التعین وهو فیما قلنا**  
**فیصاب بمعلق الاسم ومع الخطاء فی الوصف.**  
**امر مقید بالوقت کی قسم ثانی:**

امر مقید بالوقت کی قسم دوم کی قسم یہ ہے کہ وقت، اس پر یہ نیت معیار ہوا اور اس کے وجوب

کیسے سبب ہو کر ادا کیے شرف ہو جو کہ وقت معیار ہے لہذا وقت طویل ہوگا تو ماسور پہ بھی طویں ہوگا اور اگر وقت مختصر ہوگا۔ تو ماسور پہ بھی مختصر ہوگا مثلاً روزہ کہ یہ ایسا ماسور ہے۔ جس کی ادا نیکی میں تمام وقت "صبح صادق" سے غروب آفتاب "مشتغل ہوتا ہے ایسا تک ہے کہ روزہ قسم کر لینے کے بعد بھی آچھ وقت چکا ہو اس امر میں اثر کا اختلاف ہے کہ رمضان کے روزوں کے لئے کون سا وقت سبب ہے چنانچہ پھر بعض لوگ کہتے ہیں کہ پورا رمضان وجوب کا سبب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ صرف دن سبب ہے اور راتیں سبب نہیں کہتے ہیں رمضان کا پہلا جزو سبب ہے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ ہر دن کا شروع کا حصہ یہ سبب ہے۔ بالفاظ دیگر ایک ایک دن ایک ایک روزے کے لئے سبب ہے۔

### معیار ہونے کا ثمرہ :

جو کہ رمضان کا مہینہ روزوں کیلئے معیار ہے لہذا اس میں فرض روزے کے علاوہ اور کچھ بھی جائز نہیں اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذنا نسلخ الشعبان فلا صوم الا عن رمضان اور اس میں تعین شرط نہیں ہے بلکہ مطلقاً روزے کا نام لینے سے بھی رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا بلکہ اگر وقف میں خطا ہو جائے شفا واجب کی یا نفل روزے کی نیت کرے تو بھی رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ نیت کا تعین شرط ہے جیسے کہ نماز میں تعین شرط ہوتی ہے۔ امام زفر کہتے ہیں کہ نیت کی ضرورت ہی نہیں۔

### قولہ : الا فی المسافرین و اجبا آخر صلا ابی حنیفہ

رحمہ اللہ تعالیٰ بخلاف المریض و فی الظل منہ روایتان ۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک مسافر واجب آخر کی نیت کر سکتا ہے۔ مثلاً قضاء کا نذر وغیرہ کی کیونکہ مسافر سے رمضان المبارک کا روزہ ساقط ہے تو قضا کا کوئی احتیاء ہے کہ چاہے کھائے پئے یا نہ پئے تو کوئی دوسرا واجب روزہ کے ساتھ مثلاً قضاء رمضان یا کفارہ کا روزہ لیکن مسافروں کے نزدیک مسافر نے دوسرا روزہ رکھنا بھی ممکن ہے اس لئے کہ اس کو اس کو نصرت ہی مٹی تھی آسانی

کیلئے لیکن اس نے جب رخصت پر غل نہیں کیا تو حکم اپنے اصل کی طرف لوٹ آجیگا اور رمضان ہی کا روزہ اسی پر فرض ہوگا جیسے دوسرے لوگوں پر فرض ہے۔

نہیں! اگر پانچ شخص فرض روزہ کے علاوہ کسی دوسرے روزے کی نیت کر لے تو تعلق بجز حقیقی کے ساتھ ہوگا بخلاف مسافر کے کہ وہاں نہ روزہ رخصت بجز حکمی ہے لہذا تو سب دو بیماری کے باوجود کوئی دوسرا روزہ رکھ رہا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ جائز نہیں ہے۔ لہذا حکم اصلی لوٹ آئے گا اور ان کا روزہ رمضان ہی کا ہوگا۔

جہاں تک روزہ رکھنے کی صورت میں مریض کی بیماری کے بڑھ جانے کے خوف کا تعلق ہے تو بعض لوگوں نے ان دنوں باتوں میں یوں تعلق دی ہے کہ اگر ایسی بیماری ہو جس کو روزہ نقصان دیتا ہے تو اس کا تعلق بجز تقدیری کے ساتھ ہے اور اگر ایسی بیماری ہو جس کو روزہ نقصان نہیں دیتا تو اس کا تعلق بجز حقیقی کے ساتھ ہے۔

اگر مسافر بھائے کسی واجب آخر کے نقل کی نیت سے روزہ رکھے تو اس شخص کے بارے میں امام صاحب سے دور واقعتاً یہی نام سن میں زیادہ کی روایت کے مطابق مسافر نفی روزہ رکھ سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو افطار کی رخصت دی ہے جبکہ دوسری روایت کے مطابق جو بین سماع کی ہے وہ نقلی روزہ نہیں رکھ سکتا بلکہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا اس لئے کہ اس کو افطار کی رخصت دی گئی تھی استراحت اور آرام کیلئے لیکن اگر وہ استراحت نہیں چاہتا تو دین کے منافع حاصل کرے اور وہ یہ ہے کہ جو اس پر قضاء یا کفارہ واجب ہے وہ روزہ رکھے کیونکہ اگر وہ اس رمضان میں نیت ہو جائے تو اس سے رمضان کے روزوں کے بارے میں سوال نہیں ہوگا لیکن قضاء اور کفارہ کے روزوں کے بارے میں سوال ہوگا لیکن نفی روزہ کی یہ اہمیت نیت یا بعد اس امر ظاہر رہے نہیں رکھ سکتا۔

**قوله:** أَوْ يَكُونُ مَعْيَارًا لَهُ لَا سَبَبًا لِقَضَاءِ رَمَضَانَ وَالنَّذْرُ الْمَطْلُوقُ

## امر مقید بالوقت کی قسم ثالث

امر موقت کی تیسری قسم یہ ہے کہ وقت مامور یہ کیسے معیار ہو لیکن سبب نہ ہو جیسے قضاء رمضان المبارک کی روک تھام کا سبب وہی ہے جو ارادہ کا سبب ہے لیکن یہ ان قضاء کے روز اس کیلئے معیار ہیں اور معیار کو نہ مطلق اس کا وقت بھی تو کیلئے معیار ہے لیکن وجوب کیلئے سبب نہیں ہے۔ باقی روزی نماز زمین تو باغ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ پلٹن و کام میں قضاء رمضان کیساتھ شریک ہے جیسا کہ وقت کا معیار روزہ اور بعض احکام میں روزہ مطلق کے ساتھ شریک ہے جیسا کہ وقت کا وجوب کیلئے سبب نہ ہوا، پلٹن توں کہتے ہیں کہ نہ زمین رمضان کے ساتھ شریک ہے معیار ہونے اور وجوب کا سبب ہونے میں بھی۔

کہتے: ... صاحب حسامی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نہ زمین صوم رمضان کی جنس میں سے ہے اسی طرح انہوں نے قضاء رمضان اور نہ مطلق کو مطلق کی قسم میں سے ذکر کیا ہے نہ امر موقت کی اور انہوں نے اسے نہ کوچہ نہ مطلق فطری قبیل سے نہ کیا ہے اور کیا ہوتا نہ بدو نہ درست معلوم ہوتی ہے۔

**قولہ: وتشترط فيه نية التعمين ولا يحتمل النوات بخلاف الاولين وكذا يشترط فيه التبيين بخلاف الاولين۔**

### قسم ثالث کا حکم:

اس تیسری قسم میں نیت کا تین جمل شرط ہے اور رات سے نیت کرنا بھی شرط ہے جو کہ رمضان کے علاوہ باقی تمام دن نفل روزوں کا احتمال کہتے ہیں لہذا قضاء اور نہ مطلق کیلئے رات سے نیت کرنا ضروری ہے اور اس میں نیت ہو یا کبھی احتمال نہیں ہے بلکہ جب بھی روزہ رکھے گا اور روزہ تمام نفل، قضاء میں کوئی سنوۃ اور صوم کے ان میں نیت ہونے کا احتمال ہے۔ کہ نہ کہ یہ میں قضاء شمار ہوگی۔

یقولہ : اویکون مشکلاً یشبہ السعیار والظرف ویتأدی  
بإطلاق الغیة لا بنیة الخلل ویتمین اشهر الحج من العام الاول  
عند ابو یوسف خلافاً للحنبل

### امر موقت کی قسم راجح :

امر موقت کی قسم یہ ہے کہ ہر مقررہ وقت مشکل اور سختی الیٰ الیٰ ہو مشعر ہو سکا  
یعنی یہ ایک دن میں اشتباہ ہو یا ایک اعتبار سے دو طرفہ کہ شاید اور دوسرے اعتبار  
سے وہ معیار سے مشابہ ہو جیسا کہ حج کا وقت یہ درمیانوں سے مشکل اور سختی اول ہے کیونکہ  
اسبہم اس بات کو دیکھتے ہیں کہ حج کا وقت ذہائی میں ہے ”شوال“ و یثقلہ و رانی لجمہ کے دہی  
روز ” ہیں لیکن حج صرف ذی الحجہ کے چند دنوں یعنی پہلے عشرے میں ادا ہوتا ہے لہذا ماقص کے  
میں شروع سے زائد ہوئے تو ہم کہتے ہیں کہ وقت طرف ہے اور جب ہم اس بات کو دیکھتے  
ہیں کہ اس تمام عمر سے میں صرف ایک ہی حج ہو سکتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وقت معیار ہے  
اور اشتہار ہو ہے نہ ساری زندگی میں صرف ایک حج فرض ہے اگر کوئی شخص حج فرض ہونے کے  
بعد کسی سال زندہ رہے تو اس کے لئے وقت واجب ہے جب چاہے حج کرنا ہے لیکن اگر وہ حج  
فرض ہو جانے کے اگلے سال زندہ رہے تو اس کے لئے وقت تک ہے یعنی اگر وہ کوہمیت  
اسی نہیں کی تھی اور عمر کی تو نہ گارہوگا۔

امام ابو یوسف اسی قسم کا اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پہلے سال ہی حج ادا کرنا ضروری ہے چونکہ  
اگلے سال زندہ رہنا قہری نہیں ہے جب کہ امام محمد و سخت کا اعتبار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب  
چاہے حج کر سکا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کا حج فوت نہ ہو۔

### تشریح اختلاف

اس اختلاف کا نتیجہ یہ نکلا گا کہ امام ابو یوسف کے نزدیک تخریر کرنے والا شخص ناقص  
نہ مرد و نہ شہادۃ کا کثیرن اگر اس نے حج یا تو دوبارہ اس کی قسمی تو





یہ سہ سوائے امر اور نہی کے یونکہ یہ کاروبار کیلئے حلال ہیں اور ہمارے لئے حرام ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **(الْحَرَامُ لَكُمْ كَالْخَلِّ لَنَا..... الْعَمَلُ)**

**قوله:** **وبالشرايع في حكم المواخذة في الآخرة بلا خلاف**

جہاں تک عبادات اور شرايع کا تعلق ہے تو کفار عبادات اور شرايع کے بھی بالا

تعلق غائب ہیں آخرت کے دھندے کے حق میں یعنی فریض اور واجبات کا اعتقاد پھرانے کی وجہ سے ان کو آخرت میں عذاب دیا جائیگا۔ جیسے کہ قرآن کریم میں ہے **(مسلككم في سقر)** یعنی سب جہنمی کفار سے سوال کریں گے کہ کیا چیز تھیں جنہم میں لائی تو وہ جواب کہیں گے۔ **لم تکن من المصلين** مگر ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

**أما لم تکن من المستعدين للصلاة المفروضة كما قال صاحب الانوار**

**قوله:** **وأما في وجوب الاداء في احكام الدنيا فكذلك**

**عند البعض**

بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام شافعی اور شافعی عراقي کے نزدیک کفار

عبادت کے وجوب ادا کے بھی مخاطب ہیں لیکن شافعی فرماتے ہیں کہ یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ امام شافعی کے نزدیک بھی نہ تو کافروں کی عبادت صحیح ہوتی ہے اور نہ ہی ان پر قضاء واجب ہوتی ہے اسلام لانے کے بعد ہتھیار کیسے کہہ سکتے ہیں کہ کافر پر اکرنا واجب ہے تو ان کی بات کا مطلب یہ ہوگا کہ صلوات کے ختم سے پہلے وہ نوا کو مقدم نہ جائے۔

**قوله:** **والصحيح انهم لا يخاطبون بآداء ما يعتدل**

**للمستوطن من العبادات**

**اختلفوا** کا مذہب..... اختلف کہتے ہیں کہ عبادات کی دو قسمیں ہیں:

(۱) عبادات جو کسی مذہب کی وجہ سے ساقط ہو سکتی ہیں۔ مثلاً نماز اور روزہ بعض دفعہ من اور

یہاں کی لٹی مچ سے ساقط ہو جاتی ہے۔

(۳) وہ عبادت ہیں جو کس سورت میں ساقط ہونے کا احتمال نہیں رکھتی ہیں جیسے ایمان، احناف کے نزدیک کفار کی کسی قسم کی عبادت کے مخاطب نہیں لیکن دوسری قسم کے مخاطب ہیں یعنی وہ نماز، روزہ وغیرہ کی انتہائی کے مخاطب نہیں لیکن توحید و رسالت پر ایمان لانا ان پر بھی لازم ہے اور گروہ ایمان نہیں لاتے تو ان سے مواخذہ ہوگا۔

## نہی کی بحث

**قولہ :** ومنہ المنہی وهو قوله على سبيل الاستعلاء لا تفعل

خاص کی ایک اور قسم نہی ہے

نہی کی تعریف :

قول الفاعل لغیره على سبيل الاستعلاء، لا تفعل یعنی کہنے والے کا دوسرے کو اپنے آپ کو بڑا سمجھنے ہوئے نہنا کہ چڑھ کر۔

**قولہ :** وانه يقتضى صفة القبح للمنہی عنه ضرورة حكمة الغامی

پھر جیسے ماسور پہ کیلئے حسن کا تقاضا ضروری ہوا کرتا ہے اسی طرح نہی بھی مٹی حد کیلئے قبح کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ اسی حکیم ہے اور حکیم ذات اسی چیز سے منع کرتی ہے جو قبیح اور مٹیج ہو کما قال تعالى ومنہی عن الفحشاء والمنکر

**قولہ :** لما أن يكون قبيحاً لم يمتنع وذلك نوعان وضعاً وشرعاً أو لغيره وذلك نوعان وصفاً ومجاوراً

## نہی کی تقسیم

پھر قبح کے اعتبار سے نہی کو دو قسمیں ہیں (۱) قبیح لغیرہ (۲) قبیح لغیرہ و پھر قبیح لغیرہ کی دو قسمیں ہیں (۱) قبیح وضعاً اور قبیح لغیرہ شرعاً کیونکہ اس میں قبیح یا تو وضعی ہو گا یعنی عقل اس میں قبیح کا تقاضا کرتی ہوگی یا قبیح شرعاً یعنی عقل تو ہو سکتی ہے اور اس کام کو جائز قرار دے سے لیکن شریعت اس سے روکتی ہے۔

ای طرح بیع غیرہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) یا تو بیع، مضاف ہوگا یعنی بیع منہی منہ کے ساتھ لازم ہوگا۔

(۲) یا تو بیع مجرور ہوگا اس کے ساتھ لازم نہ ہو بلکہ کبھی کبھی اس سے جدا ہو سکتا ہو۔

**قولہ:** کَالْكَفَرِ وَبَيْعُ الْعَبْدِ وَصَوْمُ يَوْمِ النُّحْرِ وَالْبَيْعُ رَقَّتْ

الْفَتَا

### اقسام اربعہ کی مثالوں سے وضاحت

(۱) بیع لہیدہ یعنی بیع کی مثال جیسے کھڑکھڑا کر کہ عقیقہ نہ کرتی ہے نہ منع کا نفی بیع ہے۔

(۲) بیع لہیدہ ثمرہ کی مثال جیسے حرکی بیع کیونکہ شریعت میں بیع مبادلتہ المال بالمال کہلاتے ہیں۔

دور حرکولی مال نہیں ورنہ مطلقاً حر اور مہدی بیع میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

(۳) بیع غیرہ و سنان کی مثال جو غیر ”یعنی وہیں، بکھیرا، بار دہی، الجحہ“ کا روزہ کیونکہ اس دن روزہ

رکھنے سے اللہ کی خیالات سے اعراض لازم آتا ہے اور یہ اعراض کا معنی روزے کے ساتھ لازم

ہے۔

(۴) بیع غیرہ مجاور کی مثال ہے بیع وقت نماز یعنی جمعہ کی اذان کے موقع پر بیع کرنا کیونکہ اذان

جوہ کے وقت بیع کرنے سے سن ان الجہد میں غلط لازم آتا ہے لیکن یہ غلط وقت نما کیساتھ لازم

نہیں بلکہ جدا ہو سکتا مثلاً اس امر پر دو قسمی رسم اللہ کے بقول ہو سکتا ہے کہ بائع اور مشتری سوار پر

سوار پر کر جمہ کیلئے جائیں اور بیع بھی کریں۔ اسی طرح حاجہ کے ساتھ اٹھ کر، اور اٹھ کر مفسوب

میں نماز پڑھنا۔

**قولہ:** وَالنَّهْيُ عَنِ الْأَفْعَالِ الْحَسْبِ يَقَعُ عَلَى الْقَسَمِ الْأَوَّلِ

وَعَنِ الْأُمُورِ الشَّرْعِيَةِ يَقَعُ عَلَى الَّذِي أَتَمَّ بِهٖ وَصْفًا

### اقسام کی تقسیم

مصنف فرماتے ہیں کہ افعال دو قسم کے ہیں۔

(۱) افعال حسیہ (۲) افعال شرعیہ

## افعال حسیہ کی تعریف:

اس سے مراد وہ افعال ہیں جن کے مولیٰ شریعت سے پہلے ہی مہضوم ہوں اور آپ بھی دہائیے اسی معنی پر قائم ہوں جیسے تھیں وہاں، شرب خمر

## افعال شرعیہ کی تعریف:

افعال شرعیہ وہ ہیں جن کی باطل معافی شریعت کے قانے کے بعد بدل گئے ہوں جیسے صوم، سناؤ اور بیٹ وغیرہ

جب نئی افعال حسیہ سے آئی ہو تو وہ قلعہ پر محمول ہوگی اور اگر نئی افعال شرعیہ سے آئی ہو تو وہ قلعہ پر محمول ہوگی لیکن اگر کوئی ولس اس کی قلعہ ہونے پر اذیت کرتے تو اس کو قلعہ پر محمول کریں گے جیسے مضامین، بین، مضمرات اور قلع (تبع المقتضات) کی بیج اور محدث کی نماز۔

**قوله:** وقال الشافعي رحمه الله في النبأين ينصرف الى

القسم الاول

امام شافعی کا مذہب: ..... لیکن امام شافعی فرماتے ہیں نئی افعال شرعیہ اور افعال حسیہ

دونوں سے قلعہ پر محمول ہوگی

**قوله:** لأن القبح يثبت اقتضاء فلا يتحقق على

وجه يبطل به المقتضى

احکام کی دلیل: ..... ہم کہتے ہیں کہ نئی کا معنی یہ ہے کہ بندے کو اختیار کے باوجود کسی

فعل سے روکا جائے لیکن اگر سے اختیار ہی نہ ہوں تو نئی نئی میں جانتی جیسے اندھے سے کہا جائے (مست دلچ)۔ برتن میں پانی نہ ہوا ہوگی جائے کہ (مست دلچ) کہ غیر ذالک من از سنا۔

اور یہ چیزیں اسی طرح کا اختیار ہوتا ہے جو اس نے مناسب ہو افعال اس پر اختیار یہ ہے کہ انسا  
 ل مثلاً کسی کو جس کے کمرے پر ڈاکو، زور دے اس کے کمرے سے روک جائے اور انفعالی شرمیر میں  
 اختیار یہ ہے کہ اس کو شام کی بجائے صبح سے اختیار ہو گیا اس کو پہلی اجازت بھی ہوگی اور اسی سے  
 بھی بھی ہوگی اور یہ دونوں نہیں اس وقت مع ہو سکتی ہیں جب ہم یہ کہیں کہ یہ فعل پہلی اصل کے  
 اعتبار سے مشروع ہے اور اپنے اسف کے اعتبار سے بھی ہے لیکن اگر ہم یہ کہیں کہ افعال  
 شریعہ میں نہیں ہے صحیح ہے نہ اسے ہوتا ہے تو اس طرح ہر سے اسے اعتبار کو باطل کرنا لازم آئے  
 گا اور یہی بھی بن جائیگی جس کو بطور ان محتاج و ملزم ہیں۔



## عام کی بحث

قولہ : وأما العام فمما يتناول أفراداً متفقة الحدود على سبيل الشمول۔

## عام کی تعریف :

ما يتناولہ افراداً متفقة الحدود على سبيل الشمول  
ترجمہ : عام وہ لفظ ہے جو کسی مکمل شمولی ویسے فرد کو شامل ہو جو حقیقت  
الحقہ ۱۰ ہواں ۔

## خواص بقدر :

(۱) عامیہ مفرد ہے اور اس سے مراد اتفاقہ و شمول ہے۔ یعنی افراد ان کی قید سے خاص  
الکثر عام میں ہیں اور خاص ان کو کل سے ای صورتہ اس کے اندر بھی نقل سے اس کے کہ و انرا کو  
شامل ہوتا ہے۔ افراد کو شامل نہیں ہوتے نہ مشترک بھی کہی گیا کیونکہ وہ معنی کو شامل ہوتا  
ہے افراد کو شامل نہیں ہوتا یا وہ اس کے متفقہ الحدود على سبيل الشمول کی قید سے صرف  
عام کی حقیقت بیان کرتے کرتے ہے البتہ بعض لوگوں نے کہا کہ متفقہ الحدود کی قید  
سے مشترک کل کی اس کے کہ و اسے افراد کو شامل ہوتا ہے جو حقیقت الحمد للہ وہ نہیں ہوتے  
بلکہ وہ مختلفہ الحدود کو شامل ہوتا ہے وہی نہیں البتہ شامل ہوتا ہے۔

یہ کچھ... مصنف نے۔ اس کی تعریف میں متفرق ان قید عامہ۔ لغز اس امر کی اتباع کی وجہ سے نہیں  
گائی ہے کہ لغز الاسلام سے نزدیک عام میں استغراق شرط نہیں ہے البتہ مناسب توضیح کے  
نہ ایک عام میں استغراق شرط ہے البتہ لغز صلیہ عام میں و غرض نہ ہو۔



**قولہ :** وانہ یوجب الحکم فیما یتناولہ قطعاً

**عام کے حکم میں مسا لک ملاحظہ:**

۱۔ جن افراد شامل ہوتا ہے ان میں حکم کو قطعاً ثابت کرتا ہے عام کے حکم کے بارے میں ممکن مسئلہ اور ہیں۔

(۱) یہ تحمل ہوتا ہے اس میں توقف کرنا ضروری ہے۔ معصفت نے موجب الحکم کی تیدیکہ اس کی تردید کر دی ہے۔

(۲) یہ کہ عام کا مفہوم صرف ایک فرد میں حکم ثابت ہوگا اور اگر مفہوم جمع ہو تو صرف تین میں حکم کو ثابت کرتا ہے اور باقی میں حکم موقوف ہوگا معصفت نے یہ قبول افراد کی قید لگا کر اس کی تردید کر دی۔

(۳) امام شافعی کا قول ہے کہ عام نفی میں ہے اس لئے کہ ہر عام میں ختمی ہے کہ وہ مخصوص میں بعض پر مشتمل کا قاعدہ ہے مطلق عام الا وقد خص منه البعض معصفت نے قطعاً کی قید لگا کر اس کی بھی تردید کر دی۔

اور ہم کہتے ہیں کہ یہ احتمال ناگزیر نہیں ہے جس کا کوئی اختیار نہیں ہے

**قولہ :** حتی یجوز نسخ الخاص

**عام خاص کے لئے تاریخ بن سکتا ہے**

عام کے حکم پر تاریخ یہ ختمی ہے کہ عام کیساتھ خاص کو منسوخ کرنا جائز ہے جیسا کہ

حدیث غریبہ جو کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور محمد اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں: "کول الھم یعنی طلال غریبہ والے جانوروں کا پیشاب پاک ہے اور اس کا بیجا طلال ہے لیکن شیخین کے نزدیک یہ خاص حدیث منسوخ ہے اس عام حدیث سے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (استقنوا من البول فان عامة عذاب القدر معہ .... الخ) پیشاب سے بچو کیونکہ عذاب قبر اکثر اسی سبب سے ہوتا

اس مقام میں تفصیل یہ ہے کہ امام ابو جعفر کے ہاں علی بن ابی طالب اور ابی بکر اور علی بن ابی طالب کا استعمال جائز ہے اور انہیں جیکہ امام اعظم کے ہاں کسی صورت میں بھی جائز نہیں...

اعتراض: ..... اعتراض یہ ہوتا ہے کہ حدیث عربین کے حضور ہونے کی کیا دلیل ہے جواب: یہ سبب کہ حدیث عربین میں مسئلہ کا بھی ذکر ہے اور مسئلہ تو بلا حاشا مشورع ہے تو ماکول نفع کے پیشاب کے حلت بھی مشورع ہو گئی۔

**قوله: واذا اوحى بختامك للانسان ثم يالفص منه لاخوان الحلقه فلاول والفص بينهما**

پہلے یہ بیان کیا کہ عام شام کے مساوی ہوتا ہے اب اس کی تائید ایک فقہی مسئلہ سے کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر کسی نے وصیت کی غلام یا ایک شخص کیلئے بھرا کا مسموم دیا کیسے سمجھ جائے گی وصیت کی دوسری کیلئے تو حلقہ پہلے کا ہو گا اور وصیت دونوں کے درمیان مشترک ہو گا اس سے کہ حلقہ خاتم عام کی طرح ہے اور فص (حمید) خاص کی طرح ہے تو چونکہ فص میں تعارض ہے کہ لہذا وہ دونوں کے درمیان مشترک ہو گا لیکن اگر مسموم موصی کیسے سمجھ وصیت کی تو پھر فص دوسرے کو ہی ملے گا جیسا کہ اگر نفس و قہر خدمت کے غلام کی وصیت ایک کیلئے کرے اور دوسرے کے منافع یعنی خدمت کی وصیت دوسرے کیلئے کرے تو خدمت دوسرے ہی کیلئے ہوتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ وصیت دوسرے کو شامل نہیں ہوتی اس لئے کہ دوسرے اور خدمت مختلف جنس ہیں بخلاف ذمہ کے کہ وہ فص کو بھی شامل ہوتا ہے۔

جہاں یہ غلام شافعی کے دو اشکال ہیں۔

(۱) پہلا اشکال: ... قرآن مجید میں ہے (ولا تأکلوا مما لم یذکر مع اللہ) ”جس جانور پر اللہ کا نام پڑھا تو کھاتے وقت نہ یاد پڑے اسے نہ کھاؤ“ امام شافعی فرماتے ہیں کہ (ہاں) لفظ عام ہے نہ یہ اور عداوتی کوشش سے لیکن اصناف نے اس میں سے ناسی و غاس کر دیا اور

کہا کہ بھول کر تیسرے پھوٹ جائے تو جانور عدل ہے تو جب تم ہائی کو خالص کرتے ہو تو ہم نہ کو بھی خاص کر لیتے ہیں ایک تو خالص پر قیاس کرتے ہوئے اور دوسرے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: (المسلم یذبح علی اسم اللہ سمی اولم یسم) : ”مسلمان اللہ کے نام پڑھ کر کاٹے ہوا جانور پڑھے یا نہ پڑھے“

(۳) دوسرا اشکال :..... قرآن کریم میں ہے (ومن دخله کان آمناً) ”یعنی جو بیت اللہ میں داخل ہوا اسے امان ہے“ اس میں (من) کا لفظ یہ عام ہے یہ سب کو شامل ہے لیکن تم نے اس میں سے ایک تو اس شخص کو خاص کر لیا جس نے حرم میں داخل ہونے کے بعد قتل کیا اور دوسرا اس شخص کو خاص کر لیا جو کسی کے اعضاء کاٹنے کے بعد داخل ہو اور تم نے کہا کہ ان دونوں کو حرم میں داخل ہونے کے باوجود امن حاصل نہیں ہوگا بلکہ ان سے قصاص لیا جائے گا تو ہم اس میں سے ایک تیسرے شخص کو بھی خاص کرتے ہیں اور یہ وہ شخص ہے جو قتل کے بعد حرم میں داخل ہو ایک تو ان دونوں میں سے ہر ایک پر قیاس کرتے ہوئے اور دوسرا اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے الحرم لا یجذب عاصیاً ولا فاراً بدم۔

قولہ : ولا یجوز لخصیص قوله تعالیٰ ولاتأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ صلیہ ومن دخله کان آمناً بالقیاس وخیر الو احد لا نہا لیسا بخصوصین

اختلاف کی طرف سے پہلے اشکال کا جواب :..... مصنف نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ آپ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ دونوں آپس میں مخصوص ہیں اور ہم نے ان میں سے کسی فرد کو خاص نہیں کیا اس لئے کہ کسی تو ذاکر کے حکم میں ہوتا ہے لہذا وہ اس آیت میں داخل ہی نہیں۔ ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ۔

اختلاف کی طرف دوسرا اشکال کا جواب :..... اسی طرح (ومن دخله کان آمناً) آیت میں امن سے مراد امن القذات ہے اور اعضاء ذوات میں سے نہیں ہے بلکہ مال میں

سے نہیں۔ اسی طرح جو نہیں داخل ہونے کے بعد قتل کرے وہ بھی اس بات میں داخل نہیں ہے کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مباح آدم ہونے کے بعد حرم میں داخل ہو وہ اس میں ہوگا۔

**قرہ :** فان لحقه خصوص معلوم أو مجهول لا يبقي

قطعيًا لكنه لا يستقل إلا احتجاج به عملاً لشبه الاستثناء والفسخ خصوص کے بیان سے خارج ہونے کے بعد اب عام خصوص سے بعض کو بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر عام خصوص معلوم یا مجهول مطلق ہو تو وہ قتل نہیں رہے گا لیکن اس سے استدلال کرنا صحیح ہوگا اور اسطرح میں قصص میں یہ ہے کہ عام کو اس کے خاص افراد سے خصوص کر دینا ایسے کلام کے ساتھ جو کہ مستقل اور دائرہ قبول ہو۔

**امام شافعی کا مذہب :**..... امام شافعی کے نزدیک اگر عام غیر مستقل سمجھا جائے تو یہ عام موصول کی مانند ہوتا ہے۔

خصوص معلوم اور مجهول دونوں کی مثال اللہ رب العزت کا فرمان (و اهل الہ البیع و حرم الرمو) ہے فقہ عام ہے یہ بر قسم کی بیع کو شامل ہے

جس میں بیع نافذ بیع فاسد و غیر سبب ہی شامل ہیں لیکن اس میں ہے کہ جو کو عام کیا گیا ہے اور جس فصل نور یا دلی کو کہتے ہیں جو بلا غش ہو۔ تو ہم کو پتہ نہیں کہ کس قسم کی زیادتی حرام ہے تو

یہ خصوص مجهول ہو گیا پھر حد بیٹ میں شیا و متکوین کیا گیا ہے یعنی الحطه بالخطه

والشعبد بالشعبد الخ تو یہ خصوص معلوم کی مثال ہوگی کہ کہہ دو بن پڑوں میں۔ سہ ہونے کے

دوام ہونے کی بنا پر ہمیں حرمت ہوگی جسے معلوم ہوئی اور دو خلاف کے ہاں قتل مع انکس

ہے و شوافع کے ہاں معذور و عاقل ہے۔

### دلیل

خصوص مستند اور نسخہ دونوں کے مثلاً ہے یا پھر قسم کے اعتبار سے استثناء کے مثلاً ہے کہ جیسے

مشقی مشقی اندر میں داخل نہیں ہوتا اسی طرح مخصوص بھی عام کے تحت داخل نہیں ہوتا اور یہ اپنے صنف کے اعتبار سے خارج ہے۔ تھوڑا سا ہے کہ جیسے اس کا صنف مستقل ہوتا ہے اس طرح اس کا صنف بھی مستقل ہوتا ہے۔

**بیانات:**..... تو ہم نے ان دونوں مشابہتوں کا مواظا کیا چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ اگر دلیل مخصوص معنوم ہو تو مشقی کی مشابہت تقاضا کرتی ہے کہ عام قطعی رہے اس لئے مشقی جب معلوم ہو تو باقی افراد میں مشقی غنی عالمہ باقی رہتا ہے اور تاریخ کی مشابہت تقاضا کرتی ہے کہ عام سے استدلال کرنا بالکل صحیح نہ ہو اس لئے کہ تاریخ مستقر ہوتا ہے اور ہر مستقل تحلیل کو قبول کرتا ہے کیونکہ وہ (مطلوبہ علت) کہتا ہے تو یہ نہیں چلے گا کہ تحلیل کی وجہ سے اس سے کتنے افراد نکل گئے اور نتیجے باقی ہیں تو ان دلیل نفسی قبول ہو جائیگی اور اس کی جہالت عام کی جہالت میں مؤثر ہو گی اور اگر دلیل مخصوص قبول ہو تو مواظہ نفس ہو جائیگی مشابہت تقاضا کرنے کی عام سے استدلال کرنا صحیح نہ ہو کیونکہ مشقی کی جہالت مشقی میں جہالت میں تاثیر کرتی ہے اور بھول سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور تاریخ کی مشابہت تقاضا کرے گی کہ عام قطعی رہے کیونکہ تاریخ معمول خود مواظہ ہوتا ہے اور جو مواظہ ساقط ہو جائے اس کا باقی کلام پر کوئی اثر نہیں ہوتا وغرض ہمارے دونوں مشابہتوں کی رعایت کرتے ہوئے کہا کہ عام قطعی ہونا نہیں رہے گا لیکن اس سے استدلال کرنا صحیح ہوگا۔

**قولہ:** فصار کما اذا باع عبدين باللف علی انه بالخيار فی احدھما بعیئہ وسمی ثمنہ

مفسر نے کہا کہ اس کا ایک قسمی مسئلہ ہے تہذیبی ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ کوئی شخص دو غلاموں کو بزار اور وہ چیز پر بیچے اور میں اس سے ایک مٹھن غلام کے اور خیال کو تجارت کرے اور اس کا غنیمت ہے جس بھی ذکر کر دے اور اصل اس مسئلے کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ کل خیال دونوں غلاموں میں سے کوئی ایک غلام بھی مٹھن ہو اور اس کا

شرعی میں متعین ہو۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں متعین نہ ہوں۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ کسی اختیار متعین ہو لیکن اس کا شئ ذکر نہ کرے۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ اس غلام کا شئ تو ذکر کرے لیکن محل اختیار متعین نہ ہو جس غلام میں اختیار

نہ ہو عقد میں داخل ہے اور شئ حکم بیع میں داخل نہیں ہے تو اس اعتبار سے کہ عقد میں داخل ہے

بیع کو ذی شرط کی وجہ سے داخل کرنا مگر بیع عقد بیع کو تبدیل کرنا ہر جہ سے بیع کے ساتھ مشابہت ہو گئی

۔ اور اس حیثیت سے کہ وہ حکم میں داخل نہیں ہے اس کو داخل کرنا مگر بیان کرنا ہو گا کہ وہ حکم میں

داخل ہی نہ تھا تو اس طرح اشقی کے ساتھ مشابہت ہو گئی۔ تو بیع کی مشابہت کا تقاضا یہ ہے کہ

چاروں صورتوں میں بیع صحیح ہو جائے کیونکہ یہ دونوں غلام بیع کا محل بن سکتے ہیں اس پر بیع بالخص

کے حکم جواز والا اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ بیع بالخص ابتداء جائز نہیں اور یہ بیع بالخص ابتداء نہیں

ہے بلکہ بقا ہے اور یہ جائز ہے۔ اور اشقی کی مشابہت کا تقاضا یہ ہے کہ چاروں صورتوں میں بیع

ناسد ہو جائے کیونکہ اسے غیر صحیح کو بیع کے قول کرنے کیلئے شرط نافذ یا ہے اور یہ جائز نہیں ہے

احناف ظہری کا راستہ اختیار کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ دونوں مشابہتوں کا لحاظ رکھا جائیگا۔

لہذا جب محل اختیار اور شئ داخل کا پتہ ہو "جیسا کہ پہلی صورت میں ہے" تو ناسخ کی مشابہت

کی وجہ سے بیع صحیح ہو جائے گی باقی تین صورتوں میں اشقی کی مشابہت کی وجہ سے بیع ناسد ہو جا

ئے گی اس لئے کہ جب بیع اور شئ دونوں مجہول ہو یا ان میں سے کوئی ایک مجہول ہو تو بیع ناسد ہو

جاتی ہے اور ان صورتوں میں ناسخ کی مشابہت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اس لئے کہ ناسخ مجہول خود

ساقط ہو جاتا ہے ہے اس وجہ سے شرط اختیار بھی باطل ہوگی اور دونوں غلاموں میں عقد بیع ثابت ہو

گی حالانکہ یہ خلاف مقصود ہے۔

**قولہ:** وقيل انه يستطو الاحتجاج به كالا استدعاء

المجهول لأن كل واحد منها لبیان انه لم يدخل فصار كالبيع

### المضاف الی حرو عبد بٹمن واحد

دوسرا مذہب..... عام مخصوص مذاہب بعض کے بارے میں دوسرا مذہب بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا ساقط ہے جیسے کہ استثنیٰ مجہول میں ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں سے ہر ایک اس بات کو بیان کرنے کیلئے ہے کہ یہ اپنے قائل کے حکم میں داخل نہیں ہے یہ امام ابو الحسن حنفیؒ کی طرف درستیٰ میں ابانہ مذہب کا مذہب ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ مخصوص خواہ معلوم ہو یا مجہول ہو ہر دو

صورت عام استدلال کے قائل نہیں رہے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم **اقضوا العمد کین**۔ الخ ظاہری بات ہے کہ اس عموم میں تمام مشرک بشمول اہل ذمہ داخل تھے مگر بعض "وہ مشرک جو ذی ہیں" خاص کر دیئے گئے اور فرمایا **ولا تنقلوا اهل الذمة** یہ مخصوص مجہول کی مثال ہے اور

مخصوص معلوم کی مثال اسی عموم کے بعد یہ فرمانا ہے **ولا تنقلوا بعضهم** یہ لوگ صرف یعنی جہت استثناء کا اعتبار کرتے ہیں اور صیغہ یعنی جہت نسخ کا اعتبار نہیں کرتے جیسا کہ جب حر اور غلام کو ایک ہی شخص کے ساتھ فروخت کیا جائے تو چونکہ تر و بیخ میں داخل نہیں ہے

لہذا وہ بیخ میں سے مستثنیٰ ہوگا چونکہ یہ بیخ و لحدہ ابتدا ہے اور یہ باطل ہے۔ لہذا غلام میں بھی بیخ درست نہ ہوگی البتہ اگر ہر ایک کی شہدہ و قسٹ بیان کر دے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پھر بھی بیخ لازمہ ہی رہے گی اور صاحبین رحمہم اللہ کے ہاں جائز ہوگی۔

**قولہ :** وقيل انه يبقي كما كان اعتبار ابا الناسخ لأن كل

واحد منهما مستقل بنفسه بخلاف الاستثناء فصار كما اذا باع عبد بين وهلك أحد هما قبيل التسليم۔

مذہب ثالث..... عام خاص میں بعض کے بارے میں تیسرا مذہب یہ ہے کہ عام شخص کے بعد بھی وہی قاعده رہے گا جیسا کہ تخصیص سے پہلے تھا اس مذہب کے قائلین اس کو مانع پر قیاس کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک مستقل بنفسہ ہوتا ہے یہ صرف سیغہ یعنی جہت نسخ کو دیکھتے ہیں اور معنی یعنی جہت استثناء کو ہی اعتبار نہیں کرتے ہیں اس کی نظیر یہ مسئلہ بھی ہے جیسا کہ

اگر کسی نے دو غلام فروخت کئے اور ان کی علیحدہ علیحدہ قیمت یوں نہیں کی، اور ان میں سے ایک غلام مشتری کے حوالے کرنے سے پہلے مر گیا تو گویا کہ اس کی بیع منسوخ ہو گئی اور جو زندہ ہے اس کی بیع باقی رہے گی اور چونکہ یہ بیع بالخص بقاء ہے لہذا جائز ہے۔

مذہب رافعہ..... یہاں ایک چوتھہ مذہب بھی ہے جس کو صاحب توضیح نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ دلیل خصوص یہ ہے کہ ہے لہذا جب وکیل نے دعویٰ مجہول ہو تو عام ہے، استدلال کرنے کا قائل اس مذہب والوں کی اور اگر وکیل خصوص معلوم ہو تو عام خصوص کے بعد بھی ایسا ہی قائل رہے گا جس سے پہلے تھا کا قائل، مذہب مذہب اثبات اور اس سے استدلال کرتا درست ہوگا۔

**قولہ:** **والمعوم اما ان يكون بالصيغة والمعنى أو بالمعنى لا غير كرجال وقوم.**

### باعتبار صیغہ و معنی عام کی تقسیم

عام کی دو قسمیں ہیں:

(۱) صیغہ عام معنی دونوں عموم پر دلالت کرتی ہیں اور افراد پر مشتمل ہوں جیسے کہ رجال جمع رجل و رساء جمع امراء وغیرہ خواہ جمع معروف ہو یا جمع منکر، اور خواہ قلت ہو یا کثرت لیکن یہ فرق الاسلام و حدیث کے نزدیک ہے کہ چونکہ اس کے نزدیک عام کے معنی میں استيعاب اور استغراق شرط نہیں ہے لیکن جن لوگوں کے نزدیک استيعاب شرط ہے جیسے کہ صاحب توضیح نے اشارہ کیا ہے وہ جمع منکر کو عام اور عام کے درمیان واسطہ کہتے ہیں

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ اس عام کا محیط تو عموم پر دلالت نہ کرتا ہو لیکن معنی عموم پر دلالت کرتا ہو جیسے (قوم) اور (رہمہ) یہ دونوں لفظ مفرد ہیں لیکن باعتبار معنی جمع ہیں کیونکہ قوم کا اطلاق تم سے لگتا ہے نہ تم سے، اور رہمہ کا اطلاق تم سے تو تک ہوتا ہے۔ لیکن قوم کا اطلاق وہیں ہوتا ہے جہاں افراد مجتمع ہوں۔



**قولہ :** ومن وما یعقلان الصوم والخصوم وامنہما  
الصوم ومن لم یعقل ذوات کما فی ذوات ما لا یعقل .

### من اور ما کا مفہوم اور وجہ تفرق

من اور ما کے اہل کے اعتبار سے عموم کے لئے ہر لمحہ من کا خیال بھی رکھنے ہی اور  
وہ فرق یہ ہے کہ من وہی بالاعتقالات کے لئے استعمال ہوتا ہے اور من بھی منی قریب کی وجہ سے غیر  
ذی بالاعتقالات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور ما میں اس کا نہیں ہے۔

**قولہ :** فاذا قال من شاء من عبیدی العنق فهو حر فشا  
واعتقوا

### من کے عموم پر تفریع :

چنانچہ اگر کسی نے یوں کہا من شاء من عبیدی العنق فهو حر بھر تمام  
نزد میں نے آزادی کو چاہا تو اب آزاد ہو جائیں گے اس لئے کہ کلمہ من عام ہے اور موصوف  
بے صفت عام کے ساتھ مثنیٰ ملحقہ اور من "یا کسر" یہاں بیان کیلئے ہے جس میں اگر کسی نے نہ تو من  
شعشع من عبیدی علقہ فاعلقہ تو اس صورت میں من طلب کو ایک کے علاوہ سب کو آزاد  
کرنے کا اختیار ہے اس لئے کہ کلمہ من عام ہے اور من "یا کسر" جمع کیلئے ہے اور ان دونوں  
(عموم اور بعض) کے متعلق ہر اس وقت عمل ہو سکتا ہے جب کہ ایک کے علاوہ باقی سب آزاد  
ہو جائیں۔

### صاحب توضیح کی توجیہ

صاحب توضیح نے اس مسئلے کی دو مری توجیہ بیان فرمائی ہے جو یہ ہے کہ وہاں  
مثنیٰ میں من چاہے بعض ہی کہنے سے بھر چہ فرق ہے۔ اس مسئلہ میں (من شاء من  
عبیدی العنق فهو حر) میں من کے لئے منہ سے نکلنے والا ہے جو اپنی آزادی کا حقل ہو

اور یہ تمام لمحے سے ان ٹکڑوں میں ہیں جبکہ دوسری مثال کہ من شئت من عبیدی عتقہ  
 فاعتقہ میں "اول" و "ثانی" کے الفاظوں کی غائبیت، ولیف سے بڑا لگی ہوئی استقامت  
 کو تصدیق میں مایہ عام ہے۔ ایمان کی دو قسمیں ہیں: ایمان کی ابتدا پر ایمان کا عقلا و عقل پر قائم ہونا  
 مجبور اس کو مانیں کہ ضروری ہے۔

### توجیہ مذکور پر اعتراض :

یہ تو بے ایمان صورت ہے کہ اگر دستہ اولیٰ نے ایمان کا یہ لازمہ قرار دیا تو حقیقت  
 ان کے لئے اس صورت میں نہیں رہتا۔

**قرآن :** فان قال لامته ان كان ما في بطنتك غلاما فانت  
 حرة فولدت غلاما وجارية لم تعتق

**اس کے معنی مثال :** ..... جبکہ یہ امر نے ایسا مثال دیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے  
 کہے (ان کا کہنا کہ ما فی بطنتک غلاما فانت حرة) اور وہ اس کی ایک بچی کو ایک بڑا بیٹا تو  
 دیکھ کر اس میں ہوشی کیونکہ اس کا وہ بیٹا نکلا کر ہے کہ جس کی ماں (بیوی) غلاما کہتی تھی وہی  
**اعتراض :** ..... ہوتا ہے کہ اگر ماں نے غلامی کا بیان کیا ہے تو پھر بیوی سے کہہ کر اس میں  
 آزادی لینے والا۔ تو ان پر اعتراض یہ ہو چکا کہ وہی بچہ نکلا تو یہاں۔ یہی کہ اس میں بھی ما  
 موم کیا ہے۔

**جواب :** ..... تم جواب دینے ہیں کہ وہ موم ہوا ہی کا متعلق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے تو یہ  
 اسے درجہ دے گا۔ یہ کہ اگر تو ان پر ہے جتنا کہ اس سے زیادہ ہے وہ اس کے قرآن کا پڑھنا  
 آسانی کے معنی ہے۔

**قرآن :** وما يعنى بمعنى من مجارا و يخل فى صفات من  
 يعقل ايضا۔

**کتنے :** ..... اور اس میں یہاں ایک اور مسئلہ ہے کہ اگر اس میں ہے تو۔ یہی کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

والسواء ما عا (یعنی یہ بھی ہے) فی حرم فانكحوا ما طاب لكم به۔  
 ذوی العقول کیسے آجاتے ہیں (مازید) کے جواب میں (المکریم) کہتا۔

**قرولہ :** ركل للناس طاعة على سبيل الافراد وهى تصحب الا  
 صماء فلتصمها۔

### (۳) نفل کل اور اسکے اخوات:

موم کا تیسرا سینہ لفظ (کل) ہے یہ اصطلاح کیلئے استعمال ہوتا ہے نئی کتابیں ملائقہ زنی  
 ہر فرد یا ہوتے ہوئے کو یا کسی کے ساتھ دوسرا فرد نہیں ہے اور لفظ کل اسلام پر داخل ہوتا ہے اور ان  
 میں موم پیدا کرتے ہیں اور انھیں پرانے داخل نہیں ہوتا کیونکہ کل لازم الاضمان ہے اور افعال  
 مضاف یہ نہیں بنتے۔

**قرولہ :** فان دخلت على المفكر اوجبت عموم افرادہ وان  
 دخلت على المعرف اوجبت عموم اجزاءہ حتی فرقوا بین  
 قولهم کل زمان ما کول

### رکل الزمان ما کول بالصدق والكذب۔

یہ اگر یہ لفظ مفکر پر داخل ہو تو یہ افراد کے موم کو ثابت کرتا ہے اور اگر معرف پر داخل ہو تو  
 اجزاء کے موم کو ثابت کرتا ہے۔

چنانچہ اگر کسی نے ایل یہی سے انت طالع کل تطلیفہ (نکرہ)

تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گے اور اگر کل التطلیفہ (معرفہ) کہا تو صرف

ایک طلاق واقع ہوگی۔ اسی طرح کل زمان ما کول یہ بھی ہے کہ نہ تو اس کا ہر فرد کھایا جاتا ہے

اور (کل الزمان ما کول) جھوٹ ہے اس لئے کہ ہر کے ساتھ اجزاء نہیں کھائے جاتے بلکہ اس

کا چھٹکا پیٹا جاتا ہے۔

**قرنہ :** واذا وصلت ما اوجبت عوم الافعال وثبتت عوم الاسماء فيه ضمناً كعوم الافعال في كفن .  
**کلمہ :**

جسے نقد کلی گوئیں اسے جامعہ طاریہ جانتے تو پھر وہ افعال پر داخل ہو سکتا ہے۔ درود افعال کے عوم کو بہت گہرا ہے اور عامہ کا عوم ضمناً اس میں ثابت ہوتا ہے جیسے کلمہ ترویت امرأہ لمھی طالق (مومن اوقات میں میں شادی کروں سر اوقت و وجہ تعلق ہوگی) لہذا مفہود اصلی یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص ترویج میں طلاق، افسوس، لیکن ہم کو خدا شناسی ہے کیونکہ عوم ترویج بغیر عوم زہد کے نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ہر کس (کلمہ) میں سرحد عوم ہوتا ہے اور عوم افعال ضمناً ہو رہا ہے۔

**قرنہ :** وكلمة الجميع تو جب عوم الاجتماع دون الانفراد حتى اذا قال جميع من دخل في هذا الحصن أولاً فله من النفل كذاخذ كل عشرة معاً أن لهم نفلاً واحداً بينهم .  
**(۴) جمع :**

مومن کہ ہر تمام یہ لفظ (جميع) ہے یہ عوم کو ثابت کرتا ہے علیٰ سبب ان اجتماع چنانچہ اگر ایسا لشکر ہے کہ: (جميع من دخل هذا الحصن فله الف درهم) پھر کہیں دس آدمی داخل ہو گئے تو ہزار ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا اور اگر یہی دس آدمی آئیں گے کہ داخل ہوئے تو سب سے پہلے داخل ہونے والے کو تمام دیا جائے گا، یعنی صورت میں کچھ جمع کی حقیقت پر عمل نہ اور دوسری صورت میں کچھ جمع کے مجاز پر عمل کیا گیا کیونکہ اس وقت یہ جمع کل کے معنی میں مستعمل ہو گا۔

**اعتراض :** ..... اعتراض یہ ہوتا ہے کہ تم نے حقیقت اور مجاز کو جمع کر دیا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔  
**جواب :** ..... ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ عوم مجاز پر عمل کیا ہے معنی اول سے ساری فی اہل قول مراد ہوا ہے خواہ وہ دائرہ یا بیضاوت ہو خدا اہل مومن مجاز پر ہو گا۔

### **قوله : فی کلمۃ کل یمجب لکل منهم الفحل**

اور اظہار کس کی صورت میں اس میں سے ہر ایک کو مستعمل انعام ہو جائیگا اس لئے کہ اظہار کل شامل ایسے ہی کلمات ہے اور اگر ایک شخص پہلے داخل ہو کر تو صرف وہی کو انعام دیا جائیگا۔ یہ کلمہ کلمہ کلمہ مخصوص کا بھی مختار رکھتا ہے۔

### **قوله : وفی کلمۃ من یعملل الفحل**

اور تیسری صورت من و فحل ... الخ کی صورت میں انعام داخل ہو جائے گا اس لئے کہ اول نام ہے فرد و سابق کا دوسرے سے پہلے پہلے داخل ہو اور اس سے پہلے کوئی نہ کیا ہو جبکہ یہاں کوئی نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ کسی داخل ہونے والے ہیں اور کلمہ من محمول میں اتنا محکم نہیں کہ اول کے معنی کو تہدیں کرتے۔

### **قوله : المنکرة فی موضع النفی تعم و نفی الاثبات**

تخصیص لکنہا مطلقہ وعند الشافعی رحمہ اللہ تعم حتی قال  
بعموم الرقبة المذکورة فی الظہار.

### **قاعدہ :**

مگر وجہ قوت الہی واقع ہوتا ہے اس لئے کہ فکر و عمل وضع کے اعتبار سے یا تو مابیت ہوتا ہے یا فرد واحد غیر متعین کہتے ہوتا ہے۔ لہذا جب اس پر نفی داخل ہوگی تو وہ عام ہو جائیگا کیونکہ اگر نفی عام نہ ہو تو پھر مابیت و فرد غیر متعین کی نفی نہیں ہو سکے گی پھر اگر کلمہ من استغراق کے معنی کو شامل ہوتا ہو عموم میں نفس ہوگا اور اگر من استغراق کے معنی کو شامل نہ ہو تو عموم میں ظاہر ہو گا اگرچہ خصوص کا بھی اضافہ رکھتا ہے۔

اور اس محمول کی دلیل اجر و عقیقت ہے کہ (لا الہ الا اللہ) باری تعالیٰ کہتا ہے  
ہوئی نہ کر یہ کلمہ اور وہ معنی تمام معبود و مرجع کی نفی کیسے نہ ہوتا تو اس کلمہ سے وحدت باری تعالیٰ کی  
طرح ثابت ہوتی؟

دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ **انزلنا انزل اللہ علیٰ بطون من شئنا**  
**من انزل الكتاب الذی جاء به موسیٰ الخ،** کیونکہ کن انزل الكتاب میں ایجاب  
 جزئی ہے اور ایجاب جزئی سلب کلی کی نفی یعنی ہے تو معلوم ہوا کہ انزل اللہ میں سلب کلی ہے۔  
 اور مکررہ موضع اثبات میں خاص ہوتا ہے یعنی فرد واحد غیر محتمل کیلئے ہوتا ہے لیکن

اوصاف کے اعتبار سے مطلق ہوتا ہے جیسے **اعنق رقبة** میں رقبتہ مکررہ موضع اثبات میں ہے  
 لہذا یہ جملہ کسی ایک غلام کے اعتناق پر دلالت کر چکا مگر اس غلام کے اوصاف متعدد ہوسکتے ہیں۔

**تفسیر خاص:**۔۔۔ مگر امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بھی وہ غلام ہی ہوتا ہے چنانچہ انہوں  
 نے کہا **فتحہ یورقبة**، یہ غلام ہے ہر قسم کے غلام کو شامل ہے پھر اس میں سے بالاجماع  
 معذور اور مدبر کو خاص کر دیا گیا تو اس میں سے کافر غلام کو بھی انہوں نے خاص کر لیا ہے۔

**شرح کو حجاب:**۔۔۔ ہم حجاب دیتے ہیں کہ معذور و رقبتہ مطلقہ میں سرے سے داخل ہی نہیں ہے اس  
 لئے کہ اس میں جنس مطلقہ فوت ہوتی ہے اس طرح مدبر بھی شامل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کن وجہ  
 غلام ہے اور کن وجہ غلام نہیں ہے تو یہاں ہم دو قاعدوں پر عمل کر رہے ہیں۔

### احکام کے دو قاعدے:

(۱) پہلا قاعدہ یہ ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہتا ہے المطلق یجری علی

اطلاقہ لہذا آیت مذکورہ میں لفظ رقبتہ برتہ متوکل اور کافر دونوں کو شامل ہے۔

(۲) دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی کو مطلق ذکر کیا جائے تو اس کا ذکر کامل مراد ہوتا ہے المطلق  
 انطلق یوراد بہ لفظہ الکامل تو چونکہ مدبر اور معذور کامل غلام نہیں بلکہ ناقص ہیں لہذا اس  
 آیت کے حکم میں سرے سے شامل ہی نہیں ہیں۔

**قولہ:** وان وصفت بصفة عامة تعم کقولہ واللہ لا اکلم احداً

لا رجلاً کوفياً وقولہ واللہ لا اقر بکمالاً یوماً اقر بکما فیہ

وکذا اذا قال ای عبیدی ضم بک فہو حر فضررہ انہم یعتقون

اگر کرم صفت ہمارے گھر میں نہ ہو تو عام ہوگا یہ حرف اور اسٹائل کے اعتبار سے ہے  
 در نہ صفت کا مضمون تو خود اس اور تنبیہ ہے کچھ یہ ناعدہ کچھ نہیں بلکہ اگر نہی ہے کیونکہ بے صفت کے  
 بھی کرم عام ہوتا ہے جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان "تموہ خیر من جرادة  
 اور علقت نفس ما احضرتک من اى امرت علقت نفس ما قد مت میں  
 اور بھی سنت عام کے، پر یہ بھی گروہ خاص ہوتا ہے جیسا کہ کوئی شخص کہے واللہ لا  
 تزوجن امرأة کو فیه، خاص صورت میں عادی اور قوی سے قرابتی کر، ضروری نہیں ہے  
 بلکہ آپ کے ساتھ عادی کرے سے بھی قائل ہوا ہے جو نے نہیں جائیگا اس کی مثال جیسے  
 واللہ لا اکلم احد الا وحلا کو فیا تو اگر کو فیا نہ کنزہ فیا سے مراد آدمی سے  
 بات کرنے سے عادت ہو جائے تو نہیں جب فیا نفاذ اب ہر شخص سے بات کرنے کی اجازت  
 ہوگی۔

(۲) دوسری مثال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زوجہ کو کھٹک کر دے گئے واللہ لا  
 افو مکما لا مو ما افو بکما فیه اگر صرف یوما کہتا تو نیک و نیکوایان کے بعد صولی ہو جائے  
 لیکن اگر نیکوایان صفت نہ رہے، اب کبھی بھی مانی نہیں ہوگا اس سے کہ جس دن بھی بیویوں  
 کے قریب ہوگا وہ دن اس صفت عام کی وجہ سے نہیں ہوگا، نیکوایان اور عادت بھی نہ ہوگا۔

(۳) تیسری مثال کسی شخص کا اپنے غلاموں کے تعلق یہ کہنا ہے اى عبیدی ضربک فہو  
 حر "میرے جس نام کے بھی تمہیں مارا، وہ قازا ہے" تو اگر سب غلاموں نے اس آدمی کی پٹا  
 پی کر دی تو سب آزاد ہو جائیں گے لیکن اگر اس نے کھا کہ اى عبیدی ضربک فہو... الخ تو اگر کھا  
 طب نے سب کو مارا یا تو سب آزاد نہیں ہوں گے بلکہ اس میں سے ایک آزاد ہوگا۔

محقق نے ان دونوں مثالوں میں راقی بیان کیا ہے، مگر لے پہلی مثال میں اس کی  
 نہایت ہی صحت سے تاثر ہے، صرف یہاں پہلے اس سے کہ عوام کی بدعت یہ عام ہوگا لیکن دوسری  
 مثال میں صفت ضرب کی نسبت فرار اور حد تک ضرب کی طرف سے جو نفع واقع ہو رہے ہیں

(۱) عام میں نہ کر۔

افتراض ہے کہ سب سے پہلے اگر عقد کے لئے شرطیں مقرر کر لی جائیں تو وہ شرطیں عام ہوں گی۔ مثلاً اگر عقد کے لئے شرطیں مقرر کر لی جائیں تو وہ شرطیں عام ہوں گی۔ مثلاً اگر عقد کے لئے شرطیں مقرر کر لی جائیں تو وہ شرطیں عام ہوں گی۔ مثلاً اگر عقد کے لئے شرطیں مقرر کر لی جائیں تو وہ شرطیں عام ہوں گی۔

یواب۔ اس کا جواب ہے کہ اگر عقد کے لئے شرطیں مقرر کر لی جائیں تو وہ شرطیں عام ہوں گی۔

مفہوم ہے کہ اگر عقد کے لئے شرطیں مقرر کر لی جائیں تو وہ شرطیں عام ہوں گی۔ مثلاً اگر عقد کے لئے شرطیں مقرر کر لی جائیں تو وہ شرطیں عام ہوں گی۔ مثلاً اگر عقد کے لئے شرطیں مقرر کر لی جائیں تو وہ شرطیں عام ہوں گی۔

قوله : وكذا إذا دخلت لام التعريف فيما لا يحتمل التعر

يف بمعنى العهد أوجبت العموم حتى يسقط اعتبار الجمعية اذ

أدخلت على تجمع عملاً بالذلتين فيحدث بتزوج امرأة

واحدة إذا حلف لا يتزوج النساء .

تشریح عبارت :

جب اللفظ "يف" کے ساتھ استعمال کیا جائے تو عقد کے لئے شرطیں مقرر کر لی جائیں تو وہ شرطیں عام ہوں گی۔

جیسے اگر عقد کے لئے شرطیں مقرر کر لی جائیں تو وہ شرطیں عام ہوں گی۔ مثلاً اگر عقد کے لئے شرطیں مقرر کر لی جائیں تو وہ شرطیں عام ہوں گی۔

تقریب میں صریح ہے کہ اگر عقد کے لئے شرطیں مقرر کر لی جائیں تو وہ شرطیں عام ہوں گی۔





ایا یا سبیلہ اپنے غیر اہل بیت پر مقدمہ لڑا کہ یہ کسی مرتد کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور یہی بات  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے ہیں ”لئن یغلب عسیر یسرین“ اور شاعر کے  
شعر میں بھی ”مطمع ہوئی ہے

اذا شذبت بک الجلوی ففکر فی الم نشرح

فہمیر بین یسرین اذا فکرتہ فا فرح

اور حضرت کوڑھ وہ رہ کر دھواں ہو جائے تو شی فی نور دل ہوگا اس لئے کہ اگر زمین اول ہو تو

موت جائے اور اعلیٰ کی طرف سے اٹھوے تو زمین ہوگی جانا نکلا کر زمین نہیں ہو سکتی ہے اسی کی

مثال یہ ہے کہ اگر آپہ نہیں لے اور تو اس پر اپنے ہزار کو جو تہہ و بیہ نہ ہو جس سے ”عقل“

ایک ہزار کا ہوتا ہے اور وہی عقل سرخ و زعفرانی ہے اس ہوگا اور اس پر وہ ہزار ہزار ہوا جائے گی۔

یہ کہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اگر ایسا غنائی نے وقت ہو تو یہ شعر سن کر کہ ”اھلک یقیناً بعدہ و اھلک

یہ کہتا ہے بھی ہوگا۔ یہ کہتا ہے کہ ”ہر روز مرنا ہو جائے لیکن یہ خیر اول ہو جیسے اللہ رب العزت

کہا تو ”یہ ہذا کتب اولیٰ“۔۔۔ اہل پہلی کتاب سے ”انرا“ اور دوسری کتاب سے ”مراد

تو اس کی“۔۔۔ اور پہلی ہو کتاب کے کہ ”کو وہ رہ کر مرنا ہو جائے لیکن دوسری ہوئی ہو جائے

لیکن اول ہو جیسے ”اللہ کا نام“۔۔۔ ”وہو الذی فی السماء اللہ و فی الارض اللہ“ اسی طرح یہ

بھی ہو سکتا ہے کہ ”مراد ہو وہ رہ کر مرنا ہو جائے لیکن وہ خیر اول ہو جیسے قرآن مجید۔۔۔ یہ ہے ”وہو

الذی انزل علیک الکتاب“۔۔۔ پہلی کتاب سے قرآن پر کہ ”مراد ہے دوسری کے مراد

مراد ہے۔۔۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ”مراد ہے دوسری کے مراد

مراد ہے لیکن دوسری ”مراد ہے دوسری“۔۔۔ ”لما لھکم انہ واحد“۔

اس کے بعد مصنف فرماتے ہیں کہ ”میر تقی میر کے قصیدے کی تہہ ہوئی ہے جس کی۔۔۔

قصیدیں ہیں

قوله : و ما ينظر اليه الخصوص نوعان : النوع الاول الواضح فيما هو فرد بصيغته او ملحق به كالعراق والنساء والنوع الثاني فيما كان جماعاً وصيغته ومعنى لأن ادنى الجمع الثلاثة بما جماع اهل اللغة .

### ما تسمى اليه الخصوص کی تفسیر

(۱) پہلی تفسیر یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا ہو جائے کہ وہ مالیک بن ابی حمزہ ہو جسے صحیح معارف ہام انیس تو اس کی انتہا ایک تک ہوگی کیونکہ اگر لفظ اس ایک سے بھی ماضی ہو جائے تو خطہ سینہ سال سے بھی ماضی ہو جائیگا جسے العراق والنساء .

(۲) دوسری تفسیر یہ ہے کہ لفظ سینہ اور معنی کے اعتبار سے صحیح ہو جسے درجی اور نہ مالک صرف ماضی کے اعتبار سے صحیح ہو جسے قوس اور در خطہ قواس کی انتہا تین تک ہوگی کیونکہ آقا رحمت علی ہے تو اس میں کے تحت تین بھی نہ ہیں، لہذا لفظ اپنے مقصود سے ماضی نہ ہو سکتا۔

اور ماضی اور امام تک در حد اللہ کے بعض اصحاب کہتے ہیں کہ آتش بیخ دو ہے ایک دیکس صدر مصلی اللہ علیہ وسلم کا پیر مانا ہے الاثنان فما فوقها جماعۃ مصنف زبائن ان کے وجوہات دے رہے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

قوله : وقوله عليه السلام الاثنان فما فوقها جماعۃ

محمول علی الموارث والوصایا ابو علی سنۃ تقدّم الامام .

پہلا جواب ..... اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث میراث اور وصیت کے بارے میں ہے کیونکہ میراث میں تحقیق اور بموجب کے اعتبار سے دو بھی وہی قسم ہے جو دو سے زاد کا ہے مثلاً دو بیویوں اور دو بہنوں کو وراثت ملتا ہے اور دو سے زاد کو بھی یہی ملتا ہے اور دو بھائی ماں کے حصے کو ثلث سے حدس کی طرف منتقل کر دیتے ہیں اور دو سے زاد کا بھی یہی قسم ہے۔

(۲) دوسرا جواب ..... اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث امام کے آگے ہونے کے بارے میں

نہ پرچوں سے لیکن ائمہ مستندی تھے ہوں یا نہ ہوں تو امام آگے تھے اور ان کے کا اور انہوں تو

بھی امام آگے نکڑا ہو گا جو اسے اسلئے کہ جمہور میں امام کے علاوہ تیس آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔ امام ابراہیم کا خلاف ہے۔ ان کے ہاں امام کے ساتھ تین افراد کا ہونا کافی ہے۔

اس اشکال کا ایک اور جواب صاحب نوالانوال نے تحریر کیا ہے وہ یہ ہے کہ

تیسرا جواب..... حدیث سفر کے بارے میں ہے اصل میں اسلام کے ابتدائی زمانہ میں ہر دو کو سفر کرنے کی اجازت نہیں تھی جب اسلام قوی ہو گیا تو تین کی طرح دو کو بھی سفر کی اجازت دی گئی اسی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **الافتان فعتا قوتھا جماعة**۔ اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی **الواحد شیطان والا فتان شیطانان**



## مشترک کی بحث

قولہ . واما المشترك فما يتناول افراد مختلفة الحدود  
على سبيل البدن كالقرء للحيض والطهر  
مشترک کی تعریف :-

ما يتناول افراداً مختلفة الحدود على سبيل البدن  
ترجمہ مشترک وہ لفظ ہے جو علی سبیل البدن ایسے الفاظ کو شامل ہوتا ہے جن کی تعریفیں باہر  
مختلف و متعارف ہوا کرتی ہیں۔

### تعریف میں ملحوظ فوائد قیود

- (۱) افراد :۔ یہ عام نکل گیا کہ جس میں افراد نہیں ہوا کرتے
- (۲) مختلفة الحدود :۔ اس نید سے عام کو خارج کر دیا کیونکہ جس کے افراد سب  
باہر متعارف و متعلق ہوتے ہیں۔

(۳) علی سبیل البدن :۔ اس قید سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں  
الف۔ اگر یہ قیود حرازی نے دو صورت بیان والے واقعہ حقیقت کیلئے ہے

ب۔ اگر اسے قید اعتراضی مانا جائے تو عام کلمہ بدن اور لیس اشخاصیہ رحمہ اللہ کے نور علی سبیل  
اشعور سے اسے لازم مقصور ہے کہ شواہد و محکمات کے وہ مشترک کے کئی اضافی ایک اقتضایہ ہو  
نکتہ ہیں۔ یا پھر یہ محض عام کے اصول کے نذر ایک شی سے حرازا کیلئے ہے کہ شی کے معنی موجود  
میں ہونے کے اعتبار سے مشترک معنوی ہے اور افراد کے کشف المتعلق ہونے کے اعتبار سے وہ  
مشترک العین ہیں بشرطیکہ ان کا اپنے افراد سے تعلق ہی سبیل اشخاص ہوتا ہے ہند ہی سبیل  
البدن کی قید۔ حداس۔ ساتھ ساتھ ہو گیا۔

(۲) مشترک کی مثال :۔۔۔۔۔ مشترک کی مثال لفظ قیود ہے کہ یہ محض دو طرح کے در بیان

مشترک ہے۔

**قرنہ :** وحکمہ المترقف فيه بشرط المتزامن ليقترجح بعض و  
جوده للفعل به

(۳) مشترک کا حکم :۔ مشترک کا حکم یہ ہے کہ اس کے بعد دعوائی کو ٹوٹا کر مستقام ہی نسبت  
سے سابقہ سابق پر غور فکر کے ذریعے اس کے کسی ایک معنی کو ترجیح دی جائیگی تا کہ اس پر عمل  
کیا جاسکے۔

**مثال کے ذریعے وضاحت :**

تر: ایک لفظ مشترک ہے ہم نے اس لفظ میں کئی طریقوں سے غور و فکر کیا مثلاً  
پہلے دیکھا :

(۱) اس لفظ کی صفت لفظ ملا ہے اور عام ہے۔

(۲) دوسرا یہ ہے کہ اقل جمع میں ہے۔

(۳) تیسرا یہ ہے کہ جمع اور انتقال کے معنی میں ہے۔

اب اگر فرد سے مراد ہم (خون حیض) ہو تو ظاہر ہے کہ دم میں جمع اور منتقل ہونے والی  
صفت پائی جاتی ہے۔

پس اگر اس سے مراد ایام دم ہوں تو ایہ صفت اجتماع اور انتقال کا عمل ہے۔ بخلاف صبر  
کے کہ نہ وہ جمع ہونے والا ہے اور نہ منتقل ہونے والا اور نہ وہ جمع ہونے اور انتقال کا عمل ہے۔

**قرنہ :** ولا عموم له

**(۴) عموم مشترک جائز ہے یا نہیں؟**

دور سے نزدیک مشترک میں عموم نہیں جتا لہذا ایک لفظ سے ایک ہی وقت میں ایسے دو  
بدو سے زمانہ معانی مراد نہ جائیں گے۔

لزام شافل رحمہ اللہ کا مذہب :۔ لزام شافل کے نزدیک عموم مشترک جائز ہے یعنی ایک ہی وقت

میں مشترک کے متعدد معانی سرو لے جاسکتے ہیں۔

اہم شافعی رحمہ اللہ کی دلیل..... وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں ان الصلوٰۃ  
وملا لکنہ بصلون علی الذبی یا ایہا الذین آمنوا اھلوا علیہ وسلموا تسلیعاً  
طرز استدلال..... اس آیت میں ایک لفظ مشترک (صلوٰۃ) استعمال ہوا ہے جس کی نسبت  
اللہ تعالیٰ فرشتوں اور بندگان خدا کی طرف کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ حسب (صلوٰۃ) کی نسبت  
اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو مراد رحمت کاملہ ہوتی ہے اسی لفظ کی نسبت جب فرشتوں کی طرف  
کی جاتی ہے تو وہ استغفار مراد ہوتی ہے اور جب بندوں کی طرف کی جائے تو فقط و نامراد ہوتی  
ہے لہذا معلوم ہوا کہ ایک ہی لفظ مشترک (صلوٰۃ) سے اس کے تین معانی ایک ہی آیت میں مراد  
لئے گئے ہیں اسی کا ہم مہم مشترک ہے۔

شافعی کی دلیل کا جواب..... اس آیت کی غرض یہ ہے کہ مومنوں پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی  
اقتدار واجب ہے اور یہ غرض اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کہ ہر ایک عام معنی مراد لیں جو کہ  
سب کوشاں ہو جائے اور وہ معنی ہے اعتناء و تلافی۔ اب مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اہتمام کرتے ہیں لہذا ایمان والوں تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
شان کا اہتمام کرو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اہتمام باری تعالیٰ عزاسر کی طرف سے رحمت و فر  
شتوں کی طرف سے استغفار اور مومنوں کی طرف سے دعا ہے۔

جواب کی دلیل..... ہماری ویس یہ ہے کہ واضح نے ہر لفظ کو ایک معنی خاص کے لئے وضع کیا ہے  
اور دوسرے واضح نے اس لفظ کو دوسرے معنی کے لئے وضع کیا ہے۔ اس طرح کہ اس سے دوسرا  
معنی مراد لینا جائز نہیں ہے۔ تو اگر مہم مشترک جائز ہو یا زیادہ معانی مراد لئے جائیں گے تو لازم  
آیگا کہ ہر معنی مراد بھی ہو اور غیر مراد بھی ہو تو یہ متضادین کا اجتماع ہے جو جائز نہیں۔ اور اگر آپ  
یہ کہتے ہیں کہ حق متعدد میں سے ایک کو مراد لیتے ہیں مضموع ہونے کی وجہ سے اور دوسرے کو  
مضاجت کی وجہ سے تو حقیقت اور حجاز کو وضع کرنا لازم آئیگا اور یہ احناف کے ہاں تو مطلقاً باطل

ہے۔ جبکہ شائع کے اس اس صورت میں ہاں ہے کہ معجزہ جاذبی اور معنی سو مشورہ کے درمیان  
جاذب کے چوبیس علاقوں میں سے کوئی علاقہ ملان لیا جائے اور یہ معنی متعدد باہم متضاد ہوں۔  
اگر باہم متضاد ہوں تو ان کے اس بھی معنی ہیں اکتھوہ والجاہ باطل ہے۔  
اسی طرح سن حیث الجوع مراد لین بھی بالافتاح جائز نہیں ہے پس عموم مشترک کا  
بطلان ثابت ہو گیا لہذا ایک وقت میں غلط مشترک سے ایک ہی معنی مراد لیا جائے گا۔

**قولہ :** وأما المؤول فما قد جع من المشترك بعض وجوهه  
بغالب الراى۔

### (۱) مؤول کی تعریف :

مؤول وہ ایک معنی ہے جس اس وقت حاصل ہوتا ہے جب مشترک کے بعض وجوہ یعنی  
کسی ایک معنی کو غالب رائے کے ساتھ ترجیح دے دی جائے تو یا کہ ترجیح سے جس دو مشترک تھا اور  
کسی ایک معنی کو ترجیح دینے کے بعد وہ مؤول بن گیا۔

مثلاً..... ظن غالب میں عموم ہے جس کی کئی صورتیں ہیں کبھی تو ظن غالب خبر واحد کے ذریعہ  
حاصل ہو گا کبھی قیاس کے ذریعہ اور کبھی لغت مشترک میں شدید غور و فکر اور تاویل کے ذریعہ اور کبھی  
جس کا ہم میں لفظ مشترک دور ہوا ہے اس کے سیاق و سباق میں تاویل کے ذریعہ بہر حال کسی بھی  
ذریعہ سے مشترک کے وجوہ متعدد میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا تاویل ہے اور وہ معنی جس کو ترجیح  
دی گئی مؤول ہے

**اعتراض.....** اعتراض یہ ہوتا ہے کہ مؤول تو تاویل کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے تو آپ نے  
اس کو حکم کے مقام میں کیوں شہر کیا۔

**جواب.....** ہمیں انہی سے انکار نہیں کہ مؤول تاویل یعنی فصل مجتہد سے حاصل ہوتا ہے مگر چونکہ  
تاویل کے بعد حکم کی نسبت نفی کی طرف ہوتی ہے۔ اس لئے ہم نے اس کو حکم کے مقام میں شہر  
کیا۔





## نفس کی تلخوڑ معنی کے اختیار سے تقسیم

(۱) ظاہر (۲) نفس (۳) مفسر (۴) حکم

### قسم اول ظاہر کی تعریف

ظاہر اس کلام کا نام ہے جس کی مراد صرف اس کے معنی سے سماج کے سامنے ظاہر ہو جائے۔

ظاہر کی مثال:..... احل الله البيع وحرم الربوا یہ آیت حج کی طہارت اور ربوا کی حرمت میں ظاہر ہے۔

ظاہر کا حکم:..... اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد پر عمل کرنا واجب ہے یعنی طور سے۔

قولہ: وأما النص فما ازاد وضوحاً على الظاهر لمعنى من المتكلم لا في نفس الصيغة وحكمه وجوب العمل بما وضع على احتمال التأويل وهو في حيز المجاز.

### قسم دانی نفس کی تعریف:

نفس وہ کلام ہے جس کو اسی مقصد کے لئے منظم لکھا گیا ہو اتنا مراد لفظ نے اس کی تعریف ماسبق الکلام لا جملہ نہیں فرمائی جس طرح صاحب اصول الثاشی اور دیگر علمائے اصول نے کی ہے بلکہ وہ یہ تعریف کرتے ہیں:

نفس وہ ہے جس میں ظاہر سے زیادہ ظاہریت پائی جاتی نہ حکم کی طرف سے کسی معنی کی وجہ سے اس طرح کہ منظم نے اس قسم کو اسی معنی کے لئے لایا ہو گا۔ مشہور یہ ہے کہ نفس میں سوق کلام شرط ہے اور ظاہر میں عدم سوق شرط ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ نفس میں تو سوق شرط ہے لیکن ظاہر میں سوق یا عدم سوق میں سے کوئی بھی شرط نہیں ہے۔

نفس کی مثال:..... ان الله تعالى في قرآن مجید میں متعدد ذرائع سے متعلق ارشاد فرمایا: فَاذْكُرُوا

کتاب الحكم من النساء، هشبي وثق۔ در جناح یہ کثرت تعداد ازدواج میں ہے کہ  
 کثرت سے کہ ہم دیکھیں۔ انہیں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ، رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی عورتیں کو رزاق میں رکھ سکتے ہیں جس پر یہ کثرت ترقی تھی۔  
نفس کا حکم۔۔۔۔۔ نفس کا حکم یہ ہے کہ جو حق، صریح ہو اس پر عمل کرنا واجب ہے لیکن جس میں تاویل کا  
 احتمال ہوگا اور یہ تاویل یوں ہوگی کہ کثرت سے بعد از تحقیق و احتمال ہرگز اگر حقیقت ہو تو تو یہ  
 احتمال ہوگا

قوله : وأما المفسر فما ازداد وضوحاً على النص على وجه  
لا يبقى معه احتمال التأويل والتخصيص وحكمه وجواب  
العمل به على احتمال النسخ

### قسم ہفتم کی تعریف

علم ہو چکا کہ جس میں نفس سے بھی نہ دوام نہایت چائی جاتی ہو یہ وہی کثرت کے اس میں  
 تاویل اور تفسیر کا خیال نہ رہتا ہے اور یہ احتمال یا تاویل کے یوں ہے کہ ہم جو عبادت اللہ کے قول سے  
مفسر کی پہلی۔۔۔۔۔ المتعلق بالزمان۔۔۔۔۔ (فسمیت النساء ثمة كنهن اجمعون) اس  
 مثال کی تمامت ہے۔ اب مسجد السلاٹک فرمایا تو مفسر نے کثرت کرنے کا حکم ہر ا  
 کس میں نہیں کیا احتمال خاص یا وقت یا مفسر نے کہ یہ یا پس یہ یا مفسر نے یا یہ  
 دراصل تو کثرت اس کے وقت ہے۔ مگر كلهم کے کثرت سے اس میں دو در دو اب یہ  
 بھی امکان قرار دے مفسر نے کہ چھوڑا یا شاید اس کی اولیت بخلاف یہ کہ وہ در دو اور اس  
 نفس میں وہ دو در دو ہے۔ یہ تو اجمعون کے کثرت نے اس اعتبار کو بھی قسم کیا ہے کہ یہ  
 یہ ایک ہی قسم ہے۔

مفسر کا حکم یہ ہے کہ اس میں تاویل اور تفسیر سے لیکن اس میں تاویل نہ ہے۔



صنف بنا کر کیا ہو۔ لہذا جب اس میں احوال باقی ہے تو اسے مفسر کی مثال یہ: کیسے صحیح ہوگا؟

جواب:..... اس احتمال سے تعلیم کے جان میں کچھ فرق نہیں آتا۔

دوسرا جواب:..... یہ ہے کہ ہمارے دعوئی نہیں کہ یہ آیت میں کل اوچھ مفسر ہے۔

لہذا اس میں مذکور و احوال کا آجانا اس کے مفسر ہونے کو معزز نہیں۔

دوسرا اعتراض:..... اس میں **الطییس** کا استثناء کیا گیا ہے کافی قولہ تعالیٰ

(فَسَجِد الْمَلَائِكَةَ كَلِمًا مُجْمَعًا إِلَّا ابْلِیسَ) اور استثناء تخصیص کی

شرح ہے لہذا یہ مفسر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مفسر تو تخصیص میں کا احتمال نہیں دے سکتا۔

جواب:..... استثناء تخصیص کی قبول میں سے نہیں ہے کیونکہ تخصیص کلام مستقل کے ساتھ ہوتی ہے

جب کہ مستقل کلام مستقل کیساتھ نہیں ہوتا۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ یہ مستقل متعلق ہے لہذا یہ مستثنیٰ منہ میں داخل ہی نہیں ہے حالانکہ تخصیص تو عام

میں داخل ہوتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ کہنا درست نہیں کہ استثناء تخصیص کی طرح ہوتا ہے۔

تیسرا اعتراض:..... تیسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ یہ آیت ایسی خبر ہے جس میں شریخ کا احتمال نہیں

ہے لہذا اسے مفسر کی بجائے فقہم کی مثال ہونا چاہئے۔

جواب:..... اصل میں تو اس کے اندر شریخ کا احتمال تھا اس بنا پر یہ مفسر کی مثال بن سکتی ہے۔

صاحب توضیح کہتے ہیں کہ اس کے بجائے یہ مثال زیادہ بہتر ہے، **وَفَسَّطِلُو الْعَمْدَ كَيْفَ**

**كَافَّةً** اس لئے کہ یہ احکام شریعت میں سے ہے۔

اور بحکم کی مثال **إِنَّ اللَّهَ يَكُلُ شَيْئًا عَالِيمٌ** ہے چونکہ یہ عطا کو کے بارے میں ہے

لہذا اس میں تاویل، تخصیص اور شریخ وغیرہ کا احتمال نہیں ہے۔

نکتہ:..... صاحب توضیح کہتے ہیں کہ اس کی بہتر مثال یہ ہے کہ **لِلْجِبِّ دَ مَا ضَلَّ النَّاسُ يَوْمَ**

**الْقِيَامَةِ**، اس لئے کہ یہ احکام کے باب میں سے ہے۔

**قرہ : ریظهر التفاوت عند التعارض لیصیر الا دنی مقرو**  
**کابا لا علی حتی قلنا اذا تزوج امرأة الی شهرانه متعة**

ان چاروں قسموں کے درمیان فرق اس وقت ظاہر ہوگا جب ان میں تعارض ہو کیونکہ اس وقت اپنی کی وجہ سے اولیٰ کو چھوڑ دیا جائے گا مثلاً ظاہر ہوئے ان کا تعارض ہو تو انص پر عمل کر کے ظاہر کو چھوڑ دیا جائے گا۔

جس کی مثال یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے **واصل بکم ما وراہ ذلکم** اور دوسری جگہ ہے **فانکحوا ما طاب لکم من النساء** الخ پہلی آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ چار سے زیادہ عورتیں حلال ہیں کیونکہ پہلے حکام کا ذکر ہے پھر فرمایا کہ ان کے علاوہ سے نکاح تمہارے لئے حلال ہے جس میں کوئی حد کی تحدید نہیں۔ اور دوسری آیت کے نص سے معلوم ہوتا ہے کہ چار سے زائد سے نکاح کرنا ایک وقت میں جائز نہیں ہے لہذا انص پر عمل کیا جائے گا۔

دو نص اور مفسر کے تعارض کی مثال یہ ہے کہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **المستحاضة تنقض لكل صلوۃ** اور دوسری حدیث میں فرمایا **المستحاضة تنقض كل صلوۃ** پہلی حدیث اس میں نہیں ہے کہ ہر نماز کے لئے نیا وضو ضروری ہے۔ خواہ ادا ہو یا قضاء یا نفل لیکن اس میں یہ احتمال ہے کہ نام وقت کے معنی میں ہو اور دوسری حدیث میں مفسر ہے اس میں تاویل کا کوئی احتمال نہیں ہے لہذا دوسری آیت کے مطابق ایک نماز کے لئے وقت میں ہر قسم کی نمازوں کے لئے ایک ہی وضو کافی ہوگا۔

مفسر اور محکم کے تعارض کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **واشهدوا ذوی عدل منکم** یہ آیت عادل افراد کی گواہی قبول کر چکے حکم میں مفسر ہے خود وہ اصناف عادل ہوں یا محدودین فی القذف ہوں کہ جرحہ لگائے جانے کے بعد از روئے شریعت عادل بن چکے ہیں الغرض یہ آیت نفاذ کرتی ہے کہ محدودین فی القذف کی گواہی معتبر ہوگی مگر اسی کا تعارض ایک روایت **فلا تقبلوا الہم شهادة ابداء** سے ہے جو اس امر میں محکم ہے کہ محدودین فی القذف کی گواہی بھی

بھی بقیہ قیامت قبول نہ کیا جائے۔ تہ تیغ کی سورت یہ ہوگی کہ محکم کو ترجیح دینے ہوئے کہا جائے گا کہ بعد دو بنی اللہ تعالیٰ کی کوئی قابل قبول نہیں ہے۔

### نفس اور مفسر کے تنازع کی وضاحت ایک مسئلہ بھی ہے

مصنف نے ایک فقہی مسئلہ مثال کے طور پر ذکر کیا ہے کہ کسی شخص نے کہا انزوج امراۃ النبی شہد، اس میں انزوج کا ج سے ہارے میں نفس ہے لیکن اس میں نکاحی اہل کا بھی احوال ہے تو جب اس نے النبی شہد کہا تو مفسر ہو گیا لہذا اب یہ تعد کے علاوہ دوسرے نکاح کا احوال نہیں رکھتا۔

### نفس کی خفائے معنی کے اعتبار سے تقسیم

ان میں تیسوں نے بیان کیے ہیں جو پہلے بعد مصنف اس کے مقابلات کو ذکر کرتے ہیں تو فرمایا کہ

**قولہ :** وأما الغنى فما خفي مراده بعارض غير النصيفة لا ينال إلا بالطلب حكمه المنظر فيه ليعلم أن اختفاءه لمزية أو نقصان فيظهر المراد به كاية السرقة في حق الطوار والنباش .  
قسم اول خفی کی تعریف :

خفی وہ ہے جس کی مراد عہد کے ماوراء کسی اور مادی کی وجہ سے مخفی ہوگی جو بغیر طلب کے حاصل نہ ہو۔

### خفی کی تعریف کی وضاحت ایک امر محسوس ہے :

مصنف نے نور الانوار نے خفی کی تعریف جو ایک امر محسوس ہے۔ کی وضاحت ایک امر محسوس کی ہے جس کا حاصل ہے۔ بے آبروشی کے طور پر ایک شخص جو لوہاں اور دھتے سے بنے ہوئے ایک قہر کا عیلہ غار سے شیر میں چھپ جائے تو بے آبروشی کا اثر کرنے

کے لئے کافی تک دو کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح غنی کی مراد بھی اس طرح غنی ہو جاتی ہے کہ اس سے واقف ہونے کے لئے طلب کی ضرورت ہوتی ہے۔

## غنی کا حکم

اس لفظ غنی میں اس زاد یہ سے غور و فکر کیا جائے گا کہ آیا اس کی مراد کا خفاہ معنی کی زیادتی کی بناء پر ہے یا نقصان اور کمی کی بناء پر اگر یہ خفاہ معنی کی زیادتی کی بناء پر ہے تو اصل والا حکم نہیں لگا یا جائے گا اور اگر یہ خفاہ معنی کے نقصان کی بناء پر ہو تو اصل والا حکم نہیں لگا جائے گا۔

## حکم کی مثال سے وضاحت:

اندر تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: (وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا) جس آیت سے چوری کرنے والے مرد اور عورت کا حکم بطریق ظاہر معلوم ہوا کہ ان کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے لیکن آیا یہ سزا اطوار (جسب کثرت) اور نباش (کفن چور ہوا کو تو) کی یا نہیں ہوگی اس بارے میں آیت کے الفاظ خفاہ ہے اور خفاہ سرقہ کے معنی میں نباش اور اس کے طرار اور نباش کے فعل سے قابل کے بغیر اور نہیں جو سن سب سے پہلے ہم نے سرقہ کی اصطلاح شرع میں تعریف کو ملاحظہ کیا جو یہ ہے اخذ مال محتوم معصوم خفیہ یعنی ایسے مال کو خفیہ طریقے سے اٹھ لینا جو نقد اور نصاب کو پہنچنے نیز اس کی حفاظت بھی کی گئی ہو اب ہم نے اس معنی کا مقابل طرار کے فعل سے کیا تو معلوم ہوا کہ اس میں یہ معنی زیادتی کے ساتھ پایا جاتا ہے کیونکہ وہ لہ مخزم عز و کونڈا یہ لہ ہے

لہذا اطوار پر بھی قطع یہ والا حکم لگا دیا گیا تاہم نباش پر یہ حکم نہیں لگا دیا جائے گا کیونکہ اس کے فعل میں سرقہ والا معنی نقصان کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ایسے مال کو خفیہ طریقے پر لینے کا مرتکب ہوتا ہے جو محفوظ نہیں ہوتا ہے کیونکہ یہ امر کسی سے غنی نہیں کہ مردہ اپنے نکل کی حفاظت پر قادر نہیں ہے۔ اگر مردت کی تلافی اس کی ہنگام کی تھی ہے جو قصود و مامون ہے اور وہاں کنک چرائی کیا تو ایسے نباش کے قسم میں و بقول جن اول یہ کہ اس سارق وہاں سزا جاری ہوگی کیونکہ اس کے فعل پر سزا





اگلے کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے قرآن میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جنم دیا۔ اے مہم تیرے پاس یہ بے موسم پھل کس جگہ سے آئے اور کبھی یہ کیف کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت مرثیٰ کا قول ہے اِنِّیْ یَکُوْنُ لِیْ غَلاَمٌ وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ (مبرا بچہ کیسے ہو گا.....؟)

لیکن ہب ہم نے نقطہ (حسرت) میں غور و فکر کیا تو ہم نے جان لیا کہ یہاں (افسوس) کیف کے معنی میں ہے اس لئے کہ ہر موضعِ حُرث نہیں موضعِ فُرث ہے لہذا آیت مذکورہ فاقوا حُرثِکُمْ اِلیٰ مَکْنَمٰتِمْ میں اِنِّیْ مَعُوْمٌ مَّکَانٌ کیلئے ہے یا مَعُوْمٌ اَحْوَالٌ کیلئے پہلے ہم نے معنی کو طلب کیا اب اگر (اِنِّیْ) مَعُوْمٌ مَّکَانٌ کیلئے یعنی یعنی اِنِّیْ ہو تو مطلب یہ ہو گا کہ عورت سے لواطت "اِحْتِمَانٌ مِّنْ لِّغُلَامٍ" پر بھی حلال ہو گا مگر اس سے سیاقِ آیت فاقوا حُرثِکُمْ مانع ہے کیونکہ عورت کو حُرث نہ کہہ سکتے مگر عورت کو حُرث کہہ سکتے ہیں بلکہ موضعِ فُرث "مَوْلٰی وِیْرَازِکِیْ جُھَدٌ" ہے لہذا متعین ہو گیا کہ حُب (اِنِّیْ) مَعُوْمٌ مَّکَانٌ کہنے نہیں تو لہذا محالہ مَعُوْمٌ اَحْوَالٌ کیلئے ہے اور آیت کی مراد یہ ہو کہ اپنی عورتوں سے اِہْلِیٰ اور مباحثرت کرو جس حالت میں تمہارا دل چاہے ... کہڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا لیٹ کر "تو ہم دوسرے طریقہ دے ہے جس کی سیدہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دی ہے اس سے ہٹ کر تمام طریقے خلاف سنت ہے نیز حملِ انسانی بھی جواز کے باوجود ان پر راضی نہیں ہو سکتی) الفرض آیت مذکورہ میں (اِنِّیْ) کیف کے معنی میں ہے۔

کھینچو... لواطت کی حرمت کو حالتِ حیض میں وحلی کی حرمت پر بھی قیاس کیا گیا ہے کہ حالتِ حیض میں وحلی کی وجہ حرمت اِزْمِ "گندگی" ہے لہذا لواطت میں ہر جہد اتم و اکمل پائی جاتی ہے۔

اور کبھی کبھی اشکال کسی عقلی قسم کے استعارے کی وجہ سے بھی ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے فَاُولٰٓئِکَ مِنْ فَضْلِہٖ اِسْمٌ مِّنْ فَضْلِہٖ یہ ہے کہ درودہ (جس کی منع آیت میں مذکور ہے) چاندنی کا نہیں ہوتا بندہ شیشے کا ہوتا ہے مگر جب ہم نے غور و فکر کیا تو ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ جنت

کے برتن سفال میں شیشے کی طرح دوٹکے اور سفیدی میں پاخانہ کی طرح ہونگے۔

**قبولہ :** وأما المعجل فما ازدهمت فيه المعاني واشتبه المراد به اشتباها لا يترك بنفس العبارة بل بالرجوع اني الا ستفسا رثم العطل ثم التامل وحكمه اعتقاد الحقيقة فيما هو المراد والتوقف فيه الى أن يتبين ببيان المعجل كالمصلحة والزكوة.

### قسم ثالث مجمل کی تعریف :

مجمل وہ ہے کہ جس میں معانی کا ازدحام ہو جائے اور یک نیت کی وجہ سے مراد نفس عبادت سے معلوم نہ ہو سکے بلکہ استفسار وغیرہ بل کے علاوہ طلب و تتبع کی ضرورت ہوگی۔

اس میں جہاں یہ دو کالفاظ کی قرابت کے اعتبار سے جیسے قرآن کریم میں ہے ان الانسان خلق حلوا لفظ (منوع) بیان سے پہلے اپنی قرابت کی وجہ سے مجمل تھا لیکن یہ قرابت اس بیان سے ختم ہوگئی کہ جب اس کو ضرر لاحق ہوتا ہے تو وہ مقرر ہو جاتا ہے اور جب اسکو بھلائی پہنچتی ہے تو سراپا ہو سکے وہاں اور بخیل بن جاتا ہے۔

نورالانوار کے مصنف نے سب مادت اس امر معقول کی تشبیہ امر محسوس سے دی ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اجنبی شخص اپنے وطن سے نکلے اور عام لوگوں میں چلا جائے تو اس پر وہ قیاس، تشبیہ و تعلق کو عام لوگوں سے پہنچ کر۔

### مجمل کا حکم :

عمل کو اگر تکمیل ہے کہ اس کی مراد سے حق ہونے کا اعتقاد رکھا جائے اور اس میں توقف کیا جائے یہاں تک کہ مجمل کے بیان سے اس کی وضاحت ہو جائے۔

پھر کسی خوشامی کافنی وضاحت ہو جائے گی جیسے (صوتہ) اور (زکوة) کہ صلوٰۃ لفت میں دعا کو کہتے ہیں، ہم نے استفادہ کیا تو نبی و کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے افعال سے اول سے آخر تک

لہذا یہی وصاست گروہی، بھرم سے منب کیا کہ یہ لہذا اس سوانی پر مشتمل ہے تو معلوم ہوا کہ لہذا  
 قیوم وغیرہ پر مشتمل ہے، بھرم نے فور کیا تو معلوم ہوا کہ لہذا کی بعض چیزیں فرض ہیں اور بعض  
 واجب ہیں، لہذا۔

اسی طرح زکوٰۃ کا وقت میں معنی آتا ہے نہ کہ یہ حوتی، لیکن یہ تو مراد نہیں ہے تو  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان کیا کہ ہا تو اربع عشا اموالکم، بھرم نے  
 اسباب وغیرہ کو طلب کیا تو معلوم ہوا کہ نصاب کا ناک ہو، علت ہے، اور حوالہ حل شرط ہے۔

یا کافی ثانی دن دست میں ہوئی جیسے کہ روزانہ غسل نہ ہی علیہ السلام نے اس کو اپنی اس حد  
 یث سے بیان کیا الحنفیۃ مالد نطۃ والشعیور بالشعیور..... الخ بھرم نے اس کی  
 حد کو تلاش کی تو وہ بعض کے نزدیک نہ رہیں اور بعض کے نزدیک ہم، درحقیقت اور بعض کے  
 نزدیک، قیامات اور نہ رہے۔

**قوله:** : أما المتشابه فهو اسم لما انقطع رجاء معرفة  
 لمراد منه وحكمه اعتقاد المحتية قبل الاصابة كالمتطعات  
 في أوائل السور مثل الم حم۔

**قسم رابع تشابہ کی تعریف:**

تشابہاں لفظ کا ہے جس کی مراد ہے یہ جاننے کی امید ختم ہو جائے

**تشابہ کا حکم**

اور اس کا حکم یہ ہے کہ قیامت سے پہلے اس کے حل ہونے کا عقائد کیا جائے کیونکہ  
 قیامت کے بعد تو پہلے جاننا یا جان کر یہ حکم اس سے ملے ہے باقی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو ہم  
 تو دیکھ رہے ہیں، اور اس مسئلہ سے کہتے ہیں کہ علماء ائمہ کو بھی حد یہ کا معنی معلوم ہوتا

## مختلف اختلاف :

اختلاف کا منشا اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ وما یعلم نساً ونبلاً الا اللہ  
والراسخون فی العلم بقولون آمنا بہ۔ تبارک و تعالیٰ (الا اللہ) پر وقف کر کے  
واپس ہے اور (والراسخون) نیا جملہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے گمراہوں کا حصہ یہ بتلایا  
کہ وہ مشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں

اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم ایک ثمرات بدوہ الواد (الراسخون) سے ایک دوسری  
قرأتیں (والراسخون بقولون) کی بجائے (و بقول الواسخون) ہے جو  
ماں للطف ہے لہذا راخمن کو (آمناب) کا قائل ماننا ہوگا۔ امام شافعی کے نزدیک (والر  
اسخون) کا معنی ہے (الا اللہ) پر اور (والر اسخون فی العلم) پر وقف ہے لہذا  
مطلب یہ ہو گا کہ راسخین فی العلم کو مشابہات کا خطر ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حقیقت میں یہ سارا اختلاف غلطی ہے اسلئے کہ امام شافعی  
وغیرہ کہتے ہیں کہ راسخین فی العلم کو مشابہات کا کئی علم ہوتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ انہیں ان کا قطعی علم  
نہیں ہوتا۔

احقرض..... مشابہات کے نزول کا کیا فائدہ جب کسی کو اس کی مراد معلوم ہی نہیں ہے؟  
جواب..... ہم کہتے ہیں کہ اس کا فائدہ زندے کی آزمائش کرنا ہے اس لئے کہ ہر شخص کی آزمائش  
اس کی تمنا کے خلاف ہوتی ہے تو جاہلی کی آزمائش یہ ہے کہ اسے علم سکھنے کا حکم دیا جائے اور علم کی  
آزمائش یہ ہے کہ اسے علم امتثالاً فعلیہ سے وغیرہ میں غور و فکر کرنے سے روک دیا جائے۔

## مشابہات کی تقسیم

پھر مشابہ دو قسم پر ہے۔

- (۱) مشابہ اللفظی۔ پہلی قسم وہ ہے جس کا معنی ہی معلوم نہ ہو جیسے حرف مصدحت۔
- (۲) مشابہ المراد۔ دوسری قسم یہ ہے جس کا معنی معلوم ہو لیکن اس سے منہ کی کیا مراد ہے وہ معلوم





امام شافعی کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ مجب ضروری ہے یعنی ضرورت کی بناء پر اس کی طرف رجوع کیا جا رہا ہے جب تک کہ حقیقی مراد ایسا محذور نہ ہو اور ضرورت بقدر ضرورت مقدر یا بنی نہ پاتی ہے۔  
الضرورة تقتل رقتا رها۔

احکام کا مجموعہ ..... احکام کے نزدیک عموم مجاز جواز ہے یعنی معنی لو اس قدر عام کہ یہ پاسے کس اس میں حقیقی مجبوز کی وجہ سے معنی آجائیں۔

احکام کی دلیل ..... ہم جانتے ہیں کہ حقیقت میں جو مجموعہ ہوتا ہے وہ حقیقت ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ کسی نہ کسی حالت کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً جمع کا سینہ ہونا نیکہ کا سیاق نفس میں واقع اور غیر روحیہ۔

شرائع و جواب ..... نیز احکام یہ وہ اصول مجاز میں پائے جاتے ہیں کہ بھی عام سہل و سہل آپ کا یہ کہنا کہ مجب ضروری ہو جائے تو صحیح نہیں ہے کیونکہ کتاب اللہ میں مجب اکثریت کے ساتھ آیا ہے اور اگر نہ خالی ضرورت سے پاک ہیں۔ مگر ہم مجاز کو ضرورت کی حد تک قرار دے دیں تو اللہ کے لئے ضرورت ثابت کرنا لازم ہے گا اور مجب کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ مجب سے پاک ہے۔

احکام میں ..... شرائع و احکام میں لازم ہے کہ یہ بات متعین کی صورت میں بھی لازم آتی ہے متعین قرآن مجید میں بکثرت واقع ہے حالانکہ یہ بھی ضروری ہے۔

جواب ..... متعین احکام کی اقسام میں سے ہے مثلاً وہاں ضرورت کا تعلق مجب کے ساتھ ہے مثلاً کہ یہ تو نہیں جو کہ اللہ تعالیٰ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کیلئے مجب اور اس ثابت نہیں ہوتا شمار فرماتے ہیں کہ احکام کی بات یہ ہے کہ مجاز کو ضرورت ہونا بھی سماع کے اعتبار سے ہے۔

قرینہ : ولہذا جعلنا لفظ الصانع فی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ عاماً فیما یصلح

عموم مجاز کی ایک مثال :

یہ حد سے کہہ سکتے ہیں کہ جو کلمہ جو میں عموم ہوتا ہے مثلاً حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ



لہذا کی امر حدیث میں لا تبیعوا الذہم بالذہمین ولا الصاع بالصاعین ۔  
 صاع ہر اس چیز کا نام ہے جو صاع میں طوب کرائی ہو یقین (صاع) کی نٹ دوہرتوں (صاع) کے  
 ساتھ جائز ہے۔ تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں غلط طعام کو نکالنے میں گویا اصل مہارت میں ہے  
 لا تبیعوا الطعام الحال فی الصاع بالطعام الحال فی الصاعین ۔ اور ہم یوں  
 قدر لگا لے کر کہ لا تبیعوا کل ما یحل فی الصاع بالصاعین ۔

**قوئہ :** والحقیقۃ لا تستقط عن المسمی بخلاف المجاز ومتی  
 امکن العمل بها سقط المجاز فیکون انعقدنا ینعقد دون العزم وال  
 لنکاح للوطی دون العتد۔

### حقیقت اور مجاز کے پچھاننے کی علامت

مصنف اس اصول کا جواب دے رہے ہیں کہ حقیقت اور مجاز کی شناخت  
 کس طرح ہوگی۔ یعنی کیسے معزم ہوگا کہ یہاں لفظ معنی حقیقی پر محمول ہے یا معنی مجاز پر چنانچہ فرمایا کہ  
 حقیقت کی صورت میں معنی حقیقی اپنے سبب سے راقط نہیں ہوتی مثلاً (اب) کو (اب) کہا جاتا ہے  
 تو (لیس باب) نہیں کہہ جاسکتا ہے کہ (اب) نہیں ہے لیکن مجاز اپنے سبب سے راقط ہو جاتا  
 ہے مثلاً (جد) کو بھی (اب) کہا جاتا ہے لیکن جد کو (لیس باب) بھی کہنا صحیح ہے۔

آگے مصنف ایک اصول اور قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ جب تک حقیقت پر عمل کرنا  
 ممکن ہو اس وقت تک مجاز نافذ ہو جائیگا۔ کیونکہ مجاز حقیقت کا نائب، عطف اور مستعار ہے اور جب  
 اصل ہوتا ہے نائب عطف و غنی استعارہ کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا (المستعار لا یزاحم الا  
 اصل) اس اصول پر مصنف رحمہ اللہ نے دو تقریرات اٹھائی ہیں۔

(۱) پہلی تقریر..... قرآن کریم میں ہے۔ ولکن یزاحمکم بما عقدتم الا یسلن۔ اگر  
 خدا کا لفظ یسین، نعمہ کیلئے حقیقت ہے اور عزم کے معنی کیلئے مجاز ہے تو چونکہ یہاں یہ حقیقت کو مراد  
 لے لیا گیا ہے تو مجاز نافذ ہو جائیگا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اصل میں یسین تین تسمیہ ہے۔

(۱) یٰحٰمِلِیْنَ یُحْمَلُوْنَ..... کس کا قسم پڑے تو سمجھتے ہوئے قسم کھائی یا وہ قسم جو بھروسہ ذاتِ زبان پر چربی ہو جائے۔ اس کا قسم یہ ہے کہ اس میں خدائے ازل کا کفارہ۔

(۲) یٰحٰمِلِیْنَ قُلُوْبِیْ..... کس کو دھڑکاوے کیلئے زمانہ ماضی کی کسی بات پر ہاتھ دھرو بھی وہی قسم کھانے والوں کا قسم یہ ہے کہ اس میں گونہ مکر کا کفارہ نہیں۔

(۳) یٰحٰمِلِیْنَ مَنَعِقِدَہٗ..... کس کا دم کے کرے یا نہ کرے پر قصد و ارادہ سے قسم کھانے والے اور پھر اس کے بر کس نہ کرنا اس کا قسم رہے تو اس میں لانا دہر غدارہ دونوں ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یحیٰی کے سینے کو قرآنِ ضمیمہ میں دو جگہ ذکر فرمایا ہے پینے سورۃ بقرہ میں فرمایا (وَلٰكِنْ يُّؤْخِذْکُمْ بِمَا کُتِبَتْ عَلَیْکُمْ) پھر سورہ مدہ میں فرمایا (وَاِنَّکُمْ بِیْہِ لَءَاذِمٌ وَّاقِعٌ لَا یُغٰیثُہٗ اِلَّا یَمٰنٌ) تو امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں جگہ ایک ہی معنی ہے ایذا رفتی اور مضامہ دونوں میں کفارہ ہے۔

نام لیتے ہیں کہ عقد کا لفظ یحیٰی سے منقول کیلئے حقیقت ہے لہذا سورہ مذکورہ کی آیت میں دو علت ذکر کی ہیں کہ ہر طرف منقسم میں ہے بخلاف سورہ بقرہ کی آیت کے کہ وہ ہم پر واقع کرتی ہے جو غمناں اور مضامہ دونوں کو شامل برابر میں ہیں موانعہ جیسی علت ہے لہذا اس کا فروعی کفر مراد لیا جائیگا اور نہ سبب و اعتدال وغیرہ یہ بھی نہ ہوگا۔

دوسری تقریری:۔۔۔ اس مسئلے پر منقسم نے دوسری تقریری سے اتفاق ہے کہ قرآن میں ہے (وَلَا تَسْکُحُوا مَا فِیْکُمْ اٰمٰنًا لِّکُمْ اَللّٰہُ یُحْکِمُ بَیْنَکُمْ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بِہٖ اِلٰہٌ اِلَّا یُحْکِمُ بَیْنَکُمْ) یہ بھی تفسیر کا مقدمہ نہیں۔ لہذا یہ آیت دلی طواف اور حریم روزوں کو شامل ہے اور دونوں صورتوں میں حرمت مصائب سے ثابت ہوگی کیونکہ یہ آیت کا معنی اختلاف میں نہیں ہے ورمہم لہذا نے فرمادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ جسے کہتے ہیں کہ وہ غمناں اور یحیٰی کو ہر دم اس نے کا سبب ہوتا ہے۔

تیسرا مسئلہ اتفاقی فرماتے ہیں کہ یہاں سے کھل کران کا مقصد مراد ہے ہذا طبعی مراتب میں درست مصائب سے صرف وہ دور ہے جو اسے ہوتے ہوئے زمانے سے حادث نہیں ہوتے۔

**قولہ :** ويستحيل اجتماعهما مراد بين يلفظ واحد كما  
 مستحال أن يكون الثوب الواحد على اللابس ملكاً وعارية في  
 زمان واحد حتى قلنا ان الوصية للموالي لا تقتضي موالى الموالي  
 لمى و اذا كان له معتق واحد يستحق النصف

### جمع بین الحقیقۃ والجاز جائز ہے یا نہیں؟

اہم شافعی اور ہمارے درمیان اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک لفظ عام پر اعتبار  
 سے حقیقت اور مجاز دونوں کا احاطہ دیکھنا ہے اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ لفظ کا کوئی ایسا معنی  
 مجازی مراد نہ ہو جس کا یہ کہ حقیقت کے معنی مجاز کے طریقے پر اس معنی مجازی کے افراد میں سے ایک فرد  
 ہو۔

مگر اختلاف اس بات میں ہے کہ عام تر فعلی کلمات میں کیا ایک لفظ کے حقیقی اور  
 مجازی معنی دونوں مستقل طور پر مراد لینا نہ ہوتا ہے اور نہ اسے نزدیک یہ پارہ جس کا ہے۔ مثلاً یہ نہیں  
 ہو سکتا کہ غلاماً مراد لا جانے اور اس سے بیک وقت مراد وہ بھی مراد ہو اور یہی غلام بھی۔  
 اختلاف کا استدلال ..... ہمارے نزدیک یا تو یہ عقائد صحیح ہیں یا اس کے محال ہے کہ عرف اور  
 استعمال میں یہ نہیں ہوتا۔

### اسر معقول کی اسر محسوس سے مثال:

مصلحت نے اس کی محسوس مثال یہ دی ہے کہ لفظ غلام مراد اس کے معنی اسر اور  
 اس کے ہے اور حقیقت اور مجاز پر تریب مجاز ملک اور عاریت نے جس میں سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک  
 نہیں کا استعمال ایک ہی وقت میں اپنے شخص اپنے ملک کے عہد پر بھی مراد عاریت کے طور پر بھی  
 ہو اور اس طرح یہ بھی ممکن ہو سکتا کہ ایک لفظ ایک ہی وقت میں حقیقت کے معنی بھی استعمال ہو اور مجاز  
 کے معنی میں استعمال ہو۔

یعنی ایک لفظ اسر مراد غلام ہو سکتا ہے اور مراد عاریت ہو سکتا ہے اور مراد اسر ہو سکتا ہے اور مراد

مداون آتی ہے کہ یہ کپڑا بطور ملک بھی ہے اور بطور عاریت بھی ہے۔

**جواب:**..... کپڑا اور زمین کے پاس بطور عاریت نہیں بلکہ بطور ملک ہے اور اس کا پہننا ممنوع تھا مگر تمہیں اس حق کی وجہ سے جب اس کا حق دور ہو گیا تو یہ اپنی اصل کی طرف لوٹ آیا۔

### جمع بین التہذیب والہجاز کے استعمال پر تقریریات

اس اصول پر مصنف نے کئی تقریریات افہام کیں ہیں۔

(۱) **مکلی تقریر:**..... مگر کسی شخص نے اپنے ٹکٹ مال کی وصیت کی اپنے مومن کنبے اور

حالت یہ ہے کہ اس کا ایک ہی معنی "یا طبع یعنی آزاد کردہ غلام" ہے تو وہ پورے نصف کا مستحق ہوگا،

لیکن اگر اس کے آدھ گندہ اور آدھ دکر دوسرے قسم کے مومن ہیں تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ اس لئے

کہ مولى کا اطلاق **ھبہ معینق** اور **معتق** دونوں پر برابر ہوتا ہے اور ہجاز میں کا اطلاق **معتق**

**المعتق** اور **معتق المعتق** پر ہوتا ہے تو اگر اس کے **معتق** اور **معتق** دونوں ہیں تو اشتراک

معتق کی بناء پر وصیت باطل ہو جائے گی اور اگر اس کے **معتق** نہ ہوں بلکہ صرف **معتق** ہو

**معتق المعتق** ہوں تو صرف **معتق** مستحق ہوگا۔ ہاں اگر اس کا لفظ **معتق** نہ ہو بلکہ صرف

**معتق المعتق** ہو تو وہ وصیت کا مستحق ہوگا۔

**قولہ:** **ولا یطحق غیر الخمر بالخمر**

(۲) **دوسری تقریر:**..... خمر کے ساتھ غیر خمر اشعار و اشیاٰ مضافاً مطلقاً۔ **اصحیح النمر**

والمر یبیب کو طاق نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ خمر میں تو ایک قطرہ کے پینے سے بھی عداوت پیدا ہو

جاتی ہے لیکن غیر خمر میں جب تک کہ وہ اس وقت تک عداوت پیدا نہیں ہوئی اور اگر انہوں نے ماکوینا

نہ ہوتا ہے تب وہ لائق عداوت قرار دیا جائے اور جہاں پہنچے گئے۔

**امام شافعی کا غیب:**..... اس میں معنی فراموش ہیں کہ جو چیز بھی نشاء آور ہو وہ خمر ہے۔

**قولہ:** **فلا یراد منہ بنیۃ فی الموصیۃ لأبذائہ**

..... اس میں معنی فراموش ہیں کہ جو چیز بھی نشاء آور ہو وہ خمر ہے۔



کہ حدود شہادت کی بناء پر مافظ ہو جاتی ہیں اور اس جگہ مرقا میں نے کو بھی اس میں اور صوفی المروانی کو بھی  
سوئی تہذیب دیا ہے۔ یہ لہذا شہادت حق ہو گیا اور بہت ممکن ہے کہ ان لوگوں کو بھی اس دے دیا گیا ہو اس  
کے بعد نقش اس میں جائز نہیں ہے۔

**قرلہ :** بخلاف الاستیمان علی الالباء والامہات حیث لا  
یدخل الاجداد والجدات لأن ذل بطریق التبعية فیلیق بالفرع  
دون الاصول۔

**دوسرا اعتراض :**..... اعتراض ہوتا ہے کہ اگر ایسا ہے تو پھر جب آیا اور اسماحت کیلئے اس میں مانگا  
جائے تو اس میں اجداد اور جدات بھی داخل ہونے چاہئیں۔ حالانکہ آیا نہیں ہوتا؟  
**جواب :**..... لفظ کا محو ذکر شامل ہونا جو بیعت کے طریقے سے ہے لہذا فروغ کو بھی نہ مانگا جائے۔  
لیکن اصول کو تابع مانا جائز نہیں تو اس میں ان میں تو فروغ ہیں لیکن اجداد اور جدات تو اصول ہیں۔

**قرلہ :** وانما یقع علی الملک والاجارۃ والدخول حاکم  
فیما او متشعلاً فیما اذا حلف لا یضع قدمہ فی دار فلان باعتبار  
عموم السجاز وهو الدخول ونسبۃ السکنی

**تیسرا اعتراض :**..... اعتراض ہوتا ہے کہ اگر کسی نے قسم لیا تو لا یضع قدمی فی دار فلان ،  
”میں فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا“ حقیقتاً وضع قدم تو یہ ہے کہ اس کے پاؤں نیچے ہوں اور  
نہا تو یہ ہے کہ پاؤں میں جوتے ہوں۔ حالانکہ تم یہ کہتے ہو کہ دونوں صورتوں میں حاکم ہو جائیگا  
اس طرح دار فلاں میں حقیقت تو یہ ہے کہ مکان حکمت کا ہو اور کجائز یہ ہے کہ اجارے اور عاریت  
کے طور پر ہو۔ حالانکہ تم کہتے ہو کہ ہر مکان میں داخل ہونے سے حاکم ہو جائیگا تو حقیقت اور  
کجائز کو جمع کرنا ناممکن ہے؟

**جواب :**..... جواب یہ ہے کہ یہ عموم ہر قسم کے طریقے پر ہے یعنی ایسا معنی مجازاً مراد لیا گیا ہے کہ  
حقیقی معنی اس کا ایک فرد ہو مثلاً (وضع قدم) دخول سے کہنا ہے اور دخول ہر قسم کے دخول کو شامل

ہے خواہ وہ مانیار لٹے پیر) ہو یا مقلد (جو تے پہن کر) ہو۔ ہاں اگر اس کی کوئی خاص نیت ہو تو اس کا اعتبار ہوگا۔ لیکن اگر کسی نے بغیر دخول کے قدم رکھا تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ یہ حقیقت مجہور ہے اور وہاں اس پر وارحکتی "جس طرح رہائش اختیار کی جائے" سے کنا یہ ہے خواہ وہ بطور ملک ہو یا چار دیواریت۔

**قولہ :** **وَإِنَّمَا يَعْنِي إِذَا أَقْدَمَ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فُلْفُلِي قَوْلُهُ عَبْدُهُ هَر**  
یوم یقدم فلان لأن المراد بالیوم الوقت وهو عام۔

**چوتھا اعتراض :**..... اعتراض : وہاں ہے کہ اگر کسی نے قسم اٹائی کہ عبدی حدیوم

یقدم فلان تو اس کا معنی "کی تو یہ ہے کہ (یوم) اسے مراد صرف (نہار) ہو اور

بجائی سہی یہ ہے کہ رات کیلئے استعمال ہو حالانکہ تم نے حقیقت اور مجرذ کو جمع کر دیا اور تم نے کہا کہ فلاں اس وقت میری بھی آئے نواہوں میں یا رات میں بہر صورت غلام آزاد ہو جائیگا۔

**جواب :**..... یوم سے عموم مجاز کے ملے یہ صرف اکت مراد ہے۔ نواہوں اور رات دونوں کو شامل ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں۔ یوم کا لفظ نہار اور مطلق وقت کے اور میان مشترک ہے اور یہاں مطلق وقت کا معنی مراد ہے۔ اور اس کیلئے ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر دونوں فعل متحد ہوں تو یوم سے مراد نہار ہوگا اور اگر دونوں غیر متحد ہوں تو اس سے مراد وقت ہوگا۔ اور اگر ایک متحد ہو و دوسرا نہ تو اتنا بار فعل ملے گا ہوگا اور فعل مضارع کا اعتبار نہیں ہوگا۔

**قولہ :** **وَإِنَّمَا ارِيدُ الْغَدْوِ الْيَمِينِ قِيَمًا إِذَا قَالَ اللَّهُ عَلَى صَوْمِ رَجَبٍ لَأَنَّهُ نَذَرَ بِصِيغَتِهِ يَمِينٍ بِمَوْجِبِهِ كَقَوْلِهِ الْقَرِيبُ فَإِنَّهُ تَمَلَّكَ بِصِيغَتِهِ وَتَحْرِيرُ بِمَوْجِبِهِ ۔**

**پانچواں اعتراض :**..... اعتراض : وہاں ہے کہ اگر کوئی شخص کہے (للفل عنی صوم وجب) اور اس سے نیت نہار اور شہین دونوں کی کرنے یا صرف شہین کی نیت کرے تو آپ کہتے ہیں کہ اس

سے نذر اور یحیٰی دونوں مراد ہو گئے حالانکہ اس کا حقیقی معنی نذر ہے اور بھاری معنی یحیٰی ہے۔  
 اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے فوت ہونے سے نذر کی قضاء لازم آئے گی اور یحیٰی کا کفارہ بھی  
 لیکن یاد رہے کہ یہ اعتراض صرف امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے مذہب پر ہوتا ہے کیونکہ امام ابو یوسف  
 صحت پر فرماتے ہیں کہ پہلی سورت میں یہ نذر ہو گئی اور دوسری سورت میں یحیٰی ہو گئی۔

**جواب:**..... جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اپنے صیغے کے اعتبار سے نذر ہے اور سو جب کے اعتبار سے  
 یحیٰی ہے کیونکہ سہار کو حرام کرنا بھی یحیٰی ہے جیسا کہ سہار کو واجب کرنا۔ جیسا کہ سورا تحریم میں  
 ہے تو شکم کیلئے صوم، جب کا چھوڑنا حلال تھا مگر اس نے اسے اپنے اوپر حرام کر دیا یوں یہ یحیٰی ہو  
 گا۔

**دوسرا جواب:**..... بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ یحیٰی کا صیغہ ہے اور (علی صوم واجب) نذر  
 کا صیغہ ہے، بہر حال یہ ایسا ہو گا جیسا کہ اپنے قریبی رشتہ دار غلام کو خریدنے کے بارے میں  
 اعتبار سے تو تسلیم یعنی مالک بنتا ہے اور سو جب کے اعتبار سے، عملاق ہے یعنی وہ غلام آزاد ہو جا  
 یگا۔ سنئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے قریبی رشتہ دار کا مالک بن جائے وہ آزاد ہے  
 من ملک ذا رحم محرم منہ عتق علیہ (المحدث)

**قولہ:** وطریق الاستعارة الاتصال بین الشیئین  
 صورة أو معنی كما فی تسمية المشجاع اسد أو المطر سماء  
 وفي الشرعیات الاتصال من حیث السببية والتعلیل نظیرا  
 لصورته والاتصال فی معنی المشروع کیف شرع نظیر السعنی۔

### علاقہ حائے مجاز

یہاں ہے معنی مجاز کے علاقہ کا بیان کرتے ہیں فرمایا کہ استعارة کا سبب یہ  
 ہے کہ وہ چیز ال کے درمیان صور کا معنی انسان ہو۔ اصول فقہ والوں کے عرف میں مجاز اور استعارہ  
 دونوں ایک چیز ہے، جب کہ اہل بیان کے نزدیک استعارہ عجز کی ایک قسم ہے اگرچہ نزدیکی میں



ملاقاتوں میں سے کوئی علاقہ تشبیہ بخود سے استعارہ کہنا مناسب ہے اور اگر کوئی علاقہ تشبیہ نہ ہو تو اسے مجازاً سراسر کہتے ہیں۔

تکلف۔ مجازاً سراسر کو تعبیر کیا ہے صورتاً لفظ سے اور استعارہ کو محناً سے تعبیر کیا ہے۔

اتصال صوری کی مراد۔ اتصال صوری کا مطلب یہ ہے کہ حق مجازی کی صورت متصل ہو مبنی حقیقی کی صورت کے ساتھ مثلاً یہ اسکے لئے سبب ہو یا علت ہو یا اثر ہو وغیرہ مثلاً بارش کو سنا کہنا چاہئے اس لئے کہ بارش کی صورت متصل ہے سنا کی صورت کے ساتھ یعنی بارش کیساتھ اور عرف میں کہا جاتا ہے **کلی ما علاح واظلك فهو معاً** اور بارش ظاہر ہے بارش سے ہی برقی ہے دونوں کے درمیان یوں اتصال پایا جائے گا۔

اتصال معنوی کی مراد۔ اتصال معنوی کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کسی ایک خاص معنی میں شریک ہوں جیسے کہ شجاع کو سادہ کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ معنی شجاع اور وہ جو نور ایک مشہور معنی میں شریک ہیں اور وہ شجاعت ہے جبر جیسے یہ دونوں قسمیں حیثیات اور کمالات میں پائی جاتی ہے۔ اسی طریقے سے احکا مشرعیہ میں بھی پائی جاتی ہے اور شریعت میں مسیحیہ اور تقیہ کے اعتبار سے اتصال اتصال صوری کی مثال ہے کیونکہ سبب سبب کے ساتھ اور معلول علت کے ساتھ متصل ہوتا ہے جیسے ملک شریقی کسی شخص متصل ہوتی ہے اور ملک مشرقی کسی شخص متصل ہوتی ہے اور معنی شریع میں اتصال یعنی جس معنی کی سیر سے حکم شروع ہوا یہ اتصال معنوی کی مثال ہے۔ مثلاً خال اور جو اس کے درمیان اتصال اس معنی میں ہے کہ دونوں قرآن کی توثیق کے لئے ہوتے ہیں اور اسی طریقے سے صدق اور ہد کے درمیان اتصال کہ دونوں میں تحنیک بغیر عرض کی ہوتی ہے۔

قولہ : **والأول علی نوعین احدهما اتصال الحکم بالعلۃ کا اتصال بالملک بالشراء وانہ یوجب الاستعارۃ عن الطرفین حتی اذا قال ان اشتریت عبداً فهو حر ونوی بہ**

الملك أرقان ان منك عبد أ فهو حر و توى به الشر ا يصدق  
فيهما ديانة.

### تقسیم

یہی قسم یعنی دو اقبال جو سویت اور تقبیل کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ انہی دو قسمیں ہیں۔  
(۱) پہلی قسم کی تعریف یہ ہے کہ معلول کا اقبال علت کے ساتھ ہو جیسے ملک کا شراہ  
کیساتھ اقبال اس میں خرفین۔ متعارف جائز ہے یعنی علت کو ذکر کر کے حکم یعنی حلول اور حکم کو  
ذکر کر کے علت مراد لی جاسکتی ہے اس لئے یہ قسم علت کا حتمی ہے ثبوت کے اعتبار سے اور علت حکم  
کی حکمتان سے مشروط ہونے کے اعتبار سے ہذا متعارف میں اسلئے یہ ہے کہ نتائج الیہ کو ذکر کیا جائے  
اور حتمی ان سے مراد لیا جائے۔

اس کی وضاحت کیلئے مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کہا ان اشتدیت عبداً فهو حر  
اور نہایت اس شراہ سے ملک کی کی تو یہ جائز ہوگا لیکن اس صورت میں دیا جائے تو اس کی تصدیق کی جا  
سکتی لیکن قضاہ اس کی تصدیق نہیں کی جائیگی کیونکہ اس طرح اس کے حق میں تخفیف ہوتی ہے اس  
لئے کہ اگر اس نے آدھا خرید لیا تو شراہ کی صورت میں یہ آدھا آزاد ہو جائیگا مگر ملک کی صورت  
میں آزاد نہیں ہوگا کیونکہ ملک میں کل کا جمع ہونا شرط ہے البتہ شراہ میں یہ شرط نہیں ہے۔  
اور اگر اس نے کہا کہ (ان ملک عبداً فهو حر) اور نہایت اس ملک سے شراہ کی کی تو دیا جائے اور  
قضاہ اس کی تصدیق کی جائے گی۔

اعتراض..... اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اس صورت میں بھی تو تخفیف ہے کیونکہ ملکیت شراہ کے ذریعہ  
ہو سکتی ہے۔ اسی طرح یہ وصیت اور وراثت سے بھی ہو سکتی ہے۔ جب شراہ ایک سبب ضمن کے  
ساتھ خاص ہے لیکن یہ اعتراض معصوف پر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ معصوف نے صرف دیانت کو ذکر  
کیا ہے قضاہ کو ذکر نہیں کیا۔

قولہ : والثانی اتصال السبب بالنسب کا اتصال زوال  
منك المتعة بزوال ملك الرقية فیصع استعارة السبب  
للمعكم دون عكسه ۔

(۲۱) دوسری قسم کی تائید یہ ہے کہ سبب کا اتصال سبب کیساتھ ہوا اور سبب سے  
مراواہ سے کہ وہ غمر کی دو طرف میں سے ایک طرف ہوتی ہے اور ان کی طرف نہ تو وجوب کی  
ابطالیت کی جاتی ہے اور نہ وجہ تعلیم کی اور ان میں اس میں ملت کا حصول بھی ممکن ہے جیسے کہ زوال  
ملك متعلق انسان : اول ملك رقية نہ تو نہ اس کی ہے بلکہ خود کی ہوگی (انت حرة) تو  
اس سے ملك رقية نہیں ہوگی اور ان کے زوال سے ملك متعلق زائل ہو جائیگی ۔

تو یہاں براستعار ایہ طرف سے ہوگا یعنی سبب بول کر تمام مراد بنا جائے گی لیکن حکم بول کر سبب  
مراد لینا بہرہ نہیں ہے نہ انت حرة سے انت حلق مراد لینا جاسکتا ہے لیکن انت طالق بول کر  
انت حرة مراد لینا لے سکتے ہیں کیونکہ سبب اپنے ثبوت کیلئے سبب کا تو جھٹکا ہے لیکن سبب  
شروع ہونے کے بعد سبب کا جھٹکا نہیں ہے اس لئے کہ اعتراق سے ف زوال ملك فہ کیلئے  
شروع ہے اور زوال ملك جہاں تک حاصل ہو جاتا ہے اہلاد ہوا نہیں ہے کہ سبب کو ذکر کر کے  
سبب مراد لینا جائے لیکن اگر وہ سبب سبب کے ساتھ نہ ہو تو پھر میں بھی کر سکتے ہیں جیسے انت  
حالی و لہذا میں نے کسی اور اتنی اعصا خضر ا ۔ یہاں لہذا ذکر کے سبب مراد ہے کیونکہ  
مراد ہے کہ وہ سبب سبب کا وصف ہے بلکہ غمر کے سبب کے ساتھ خاص اور نہ عام  
سبب بول کر مراد لینا ہے ۔

دوم شافعی کہتے ہیں کہ طالق بول کر دہائی اور اربعی بول کر طلاق مراد لینا جائے  
سبب سے کہ ان میں سے ایک ہی عام مراد ہے اور تمام مراد ہے لہذا اس اشتراک کی بنا پر ان  
میں اتساخ ہوا ہے اور اب وہ یہ ہیں کہ اعتراق ایک تیکہ کو لہنے کیلئے ہے اعتراق قوت و  
ثبات سے ہے لہذا ان میں وہی مشابہت نہیں ہے ۔

لیکن یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اتفاق تو اس ملک حد کو داخل کرنے کے لئے ہے جو کہ ملک یمن کے طریقے پر حاصل ہونہ وہ جو نکاح کی وجہ سے حاصل ہو۔ لہذا کوئی اشتراک ادما اتصال نہیں۔ جواب یہ ہے کہ فی الحقیقت سب ہونا ہی کافی ہے۔ اور یہاں لایا گیا ہے۔

**قولہ:** واذا كانت الحقيقة متعذرة أو مہجورة صیر المی ا لہجاء کا اذا حلف لا یأکل هذه النخلة أو لا یضع قدمه فی دار فلان.

### ترک حقیقت و مجاز کے مواقع

مجاز کے مفادات کو بیان کرنے کے بعد اب مصنفؒ یہ بیان فرماتے ہیں کہ کہاں حقیقت کو اور کہاں مجاز کو چھوڑا جائے گا۔

تو فرمایا کہ اگر حقیقت محدود ہو یعنی مشقت۔ کہ بغیر اس تک پہنچنا ممکن نہ ہو۔ یا حقیقت مجبورہ ہو یعنی جس تک پہنچنا ممکن ہو مگر اس کو چھوڑ دینا گیا ہو تو حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

### بیان مسئلہ

(۱) حقیقت محدود کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ (لا أکل من هذه النخلة) تاکہ بغیر مجبور کے درست کا کھانا شکل ہے لہذا مجاز مراد ہو گی باقی اس کا پھل یا دھڑ کھانے سے جائزہ دوجے کا اور اگر کوئی تکلف کر کے مجبور کے درست کو کھانے کو تو وہ جائز نہیں ہو گا۔

**اعتراض:** ..... اعتراض ہوتا ہے کہ جس چیز کی قسم اٹھائی ہے وہ عدم اکل نخل ہے اور یہ حد نہیں ہے۔ ححد تو ہے اکل کا کھانا۔

**جواب:** ..... یہ ہے کہ یمن جب نئی پر دماغ ہوتا وہ سب کچھ ہوتی ہے اور جو چیز ماکول نہیں وہ یمن کی وجہ سے منوع بھی نہیں ہوگی بلکہ یمن سے پہلے ہی منع ہوگی۔

(۲) حقیقت مجبورہ کی مثال یہ ہے کہ مثلاً اگر کسی نے قسم اٹھائی ( لا اضع قدمی فی دار فلان ) تو اس سے مراد بجاز ہے یعنی مطلقاً دخول۔ صرف وضع قدم مراد نہیں ہے۔

**قولہ :** المہجور شرعاً کا لہ مجبور عائدہ حتیٰ ینصرف التوکیل یا لخصومة الی الجواب مطلقاً

**تقریبی :**..... اور کچھ شرعاً مجبور عائدہ کی طرح ہے۔ مثلاً اگر کسی نے کسی کو دیکھیں بالخصومت بلا اثر خصومت کی حقیقت تو انکار ہے خواہ حق پر ہو یا باطل پر ہو، حالانکہ یہ تو شرعاً حرام ہے۔ لہذا اس کا مجازی معنی مراد یا بجاز معنی خصم کو جواب دینا۔

**قولہ :** واذا حلف لا یکلم هذا العصبی لم یقید بزمان صباہ

نیز اگر کسی نے قسم اٹھائی لا اکلم هذا العصبی تو یہ یحین کے زمانے کیساتھ خاص نہیں ہوگا اسلئے کہ بچے کے ساتھ قطع رحمی کرنا شرعاً مجبور ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من لم یرحم صغیرنا ولم یؤفر کبیرنا فلیس منا ( لہذا یہاں بجازی معنی مراد ہوگا یعنی لا اکلم هذا الذان لہذا اگر بالغ ہونے کے بعد بھی اس سے بات کی تو یہ عارت ہو جائے گا۔

**ترجمہ :**..... التزامی ہوتا ہے کہ آپ نے اس سے ذات مراد تو اس طرح تین گناہوں کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔

(۱) بچے پر شفقت نہ کرنا (۲) بڑے کے عزت نہ کرنا

(۳) مسلمان کو تین دن سے زیادہ چھڑنا

**جواب :**..... جواب یہ ہے کہ یہاں قصد کا اعتبار ہے اور یہ تین گناہ التزاماً لازم ہوتے ہیں نہ کہ قصد لیکن اگر کسی نے ( لا اکلم صبیلاً ) کر دیکھا تو کہا تو یہ قسم یحین کیساتھ ہی مفید ہوگی۔

**قولہ :** ولذا کانت الحقیقة مستقلة والمجاز متعارفاً فہی اولیٰ عند ابی حنیفة رحمہ اللہ خلافاً لہما کما اذا لایا کل من

هذه الحنطة أو لا يشرب من هذا الفرات

### جب حقیقت اور مجاز متعارف ہو :

اور اگر حقیقت مستعمل ہو لیکن مجاز سے دل ہو تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک حقیقت اولی ہوگی اور صاحبین کے نزدیک مجاز اولی ہوگا جیسے (۱) اگر کسی نے قسم اٹھائی لا اکل من هذه الحنطة تو امام صاحب کے نزدیک اس سے نفس گندم مراد ہوگی کیونکہ بالی کر درہمیں کرکھا ئی جاتی ہے لیکن صاحبین کے نزدیک موم مجاز کے طور پر گندم کا یا طین مراد ہوگا لہذا دینی کھانے سے بھی حاشا ہو جائے گا۔

(۲) اسی طرح اگر کسی نے قسم اٹھائی (لا اشرب من هذا الفرات) تو وہ امام صاحب کے نزدیک درجہ آخر پینے سے حاشا ہوگا۔ اور چلو یا برتن سے پینے سے حاشا نہ ہوگا۔

قرولہ : وهذا بناء على اصل آخر وهو أن الخلفية في التكلم عنده وعندهما في الحكم ويظهر الخلاف في قوله لعبدہ وهو أكبر مناه هذا بنی۔

### مبنیاء اختلاف :

یہ اختلاف ایک دوسرے مختلف پر مبنی ہے وہ یہ کہ امام صاحب کے نزدیک مجاز حقیقت کا خلیفہ تکلم میں ہے اور صاحبین کے نزدیک مجاز حقیقت کا خلیفہ ہے حکم میں مثلاً حد بنی جب اپنے نام کو لیا جاوے مراد اس سے حریت ہو تو یہ خلیفہ ہوگا۔ مثلاً اللی کا جس سے مراد بیوۃ ہے نام صاحب کے نزدیک مجاز کے صحیح ہونے کیلئے ضروری ہے کہ حقیقت اصل عربی ترکیب کے اعتبار سے صحیح ہو تو اگر معنی حقیقی نہیں بن سکا تو معنی مجازی مراد لیا جائے گا اور صاحبین کے نزدیک مجاز معنی حقیقت کا خلیفہ ہے قسم میں لہذا اگر قسم صحیح ہو مگر کسی عارض کی وجہ سے اس پر عمل نہ کیا جا سکے تو مجاز کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

## امام صاحب "اور صد ضمیمین" کے دلائل کا ماحصل :

نام صاحب "کہتے ہیں کہ جب مجاز حقیقت کا نظم میں غلطی ہے تو نظم پر حقیقت ادلی ہوگی کیونکہ لغت کو معنی حقیقی کیلئے وضع کیا گیا ہے اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مجاز حقیقت کا شعر میں غلطی ہے لہذا حکم کو ترجیح حاصل ہے یا غالب استعمال کی وجہ سے یا اس سے کہ یہ عام ہے حقیقت کو بھی شامل ہے اور مجاز کو بھی۔

## شعر اختلاف کا مضمون :

اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ جب کوئی شخص اپنے سے بڑی عمر والے غلام کو کہے "هذا ابنی" تو "امام صاحب" کے نزدیک یہ عربی ترکیب کے اعتبار سے بھی صحیح ہے اور اس کا مفہوم بھی صحیح ہے مگر خارجی قرائن کے اعتبار سے حقیقی معنی مراد نیزہ مشکل ہے لہذا مجازی معنی مراد لیا جائے گا تاکہ اس کا کلام لغوی ہو مگر یہ بات واضح رہے کہ امام صاحب کے نزدیک مجازی معنی مراد لینے کے لئے صرف عربی ترکیب کے اعتبار سے کلام کا صحیح ہونا کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا مفہوم بخدا بھی صحیح ہو اور عقلاً بھی صحیح ہو لہذا اگر کسی نے یوں کہا "عبدی الاکبر منی" جو قرآن میں مذکور ہے تو یہ "صد ضمیمین" کے نزدیک چونکہ مجاز کے بغیر ہوئے کیلئے حقیقت کے نظم کا صحیح ہونا ضروری ہے اور یہ اس شعر تو صحیح نہیں ہے اس لئے کہ بڑا بچہ ملے کا بیٹا نہیں بن سکتا۔

اعراض :۔ اعتراض یہ ہوتا ہے کہ یہ شعر بھی لغوی ہے چاہیے کیونکہ یہاں بھی عقل معنی مراد نہیں لیا جاسکتا۔

جواب :۔ یہ مجاز نہیں بلکہ صرف تشبیہ کو نہاد کرنے کی ایک شاعرانہ حقیقت ہے عقل زبردست اسد

۔ قولہ : "وقد تدهور الحقيقة والعجاز معاً اذا كان الحكم مستقلاً"۔ کیا فی قولہ لاهر انه هذه بختی وہی معروفة بالنسب

وتولد لستله أو اكبر سنا عنه حتى لا تقع العرمة بذلك ابداً.

اور یہی حقیقت اور عجز دونوں محذور ہو جاتے ہیں، ورنہ دونوں کا حکم ممکن اہم نہیں رہتا اس صورت میں کام قہور ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی نے اپنی بیوی سے کہا ہذا ہفتی، حالانکہ اس کا نسب مشہور ہے لیکن اس کی عمر اتنی چھوٹی ہے کہ اگر یہ شوہر بالغ ہونے کے فوراً بعد نکاح کر لیتا تو اس کی بھی اس جیسی بڑی بچہ ہو سکتی تھی۔ یا اس کی بیوی عمر میں اس سے بڑی ہے تو یہاں حقیقی معنی بھی محذور ہے اس لئے کہ ان دونوں صورتوں میں اس عورت کا اس کی بیٹی ہونا مشکل ہے۔ اور عیازی معنی بھی محذور ہے۔ یعنی انت طلق اس لئے کہ طلاق پہلے نکاح کے صحیح ہونے کا ثبوت ضروری ہے اور بیٹی ہونا ثبوتاً ضروری ہے کہ نکاح ہوا ہی نہیں ہے کیونکہ بیٹی سے نکاح کسی بھی شریعت کی رو سے جائز نہیں ہے۔ جب نکاح نہیں ہوا ہے تو طلاق بھی صحیح نہیں ہے ہاں اگر یہ شوہر جلد فنی کئے پر اصرار کرے تو قاضی ان کے درمیان جدائی کر دے گا کیونکہ اصرار کرنے کی وجہ سے وہ عورت کے حق جوارح کے بارے میں ظالم ہو گیا لہذا تقریبی ضروری ہے۔ جیسا کہ محبوب اور عین کے بارے میں ہے۔

اور اگر دونوں شرطیں نہ پائی جائیں یعنی وہ مجبور، المنسب ہو اور عمر میں اس سے چھوٹی بھی ہو تو نسب ثابت ہو جائیگا اور حرست واقع ہو جائیگی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر عمر میں چھوٹی ہو اور مجبور المنسب ہو تو بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ نسب اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک مقررہ تصدیق نہ کرے اور اس کے تصدیق سے پہلے اس کا رجوع کرنا بھی صحیح ہے۔

**قوله :** والحقیقة تترك بدلالة المعادة كالظن

بالصلوة والصح وبدلالة اللفظ في نفسه كما اذا حلف لا يبيع كل لعماء فلا يفتنون لحم السك و قوله كل مملوك لي حر لا يفتنون المكاتب وبدلالة سياق النظم كقوله طلق امرأتی ان كنت رجلاً حتى لا يكون تو كذا وبدلالة المعنى ير جميع الى المستكلم كقوله في يمين القنور وبدلالة محض ذلك كلام



كقوله عليه السلام انما الاعمال بالنيات وقوله عليه  
السلام رفع عن ائمتي المخطئ والنسيان.

### عمل بالجواز کے قرآن

یہاں سے مصنف دو قرآن بتاتے ہیں جس کی وجہ سے مجاز پر عمل کیا جاتا ہے اور حقیقت

کو چھوڑ دیا جاتا ہے؟

(۱) قرینہ اول..... پہلا قرینہ جس کی وجہ سے حقیقت کو چھوڑ دیا جاتا ہے وہ ہے حرف اور عادت  
جیسے کہ صلوٰۃ اور حج کی نذر لغت میں صلوٰۃ کا معنی دعاء اور حج کا معنی قصد و ارادہ ہے لیکن پھر ان کو  
ارکان معصوم کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے۔ اور پہلے معنی کو چھوڑ دیا گیا لہذا اگر کسی نے صلوٰۃ اور حج کی  
نذر نہ لی تو اس سے دعاء اور قصد و ارادہ مراد نہیں ہو سکتے بلکہ ارکان معلوم مراد ہو سکتے۔

(۲) قرینہ ثانی..... دوسرا قرینہ جس کی وجہ سے حقیقت کو چھوڑ جاتا ہے وہی نفعہ و عادت کی وجہ  
سے یعنی لفظ اپنے باندھا اشتقاقی اور حرف کے معنی کے اعتبار سے اس بات پر االمت کرے کہ  
یہاں غلط کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے مثلاً لفظ کو ایسے معنی مشتق کیلئے وضع کیا گیا ہو جس میں قوت ہے تو  
اس سے وہ چیز نکل جائیگی جس میں ضعف پایا جاتا ہے جیسے کہ اگر کسی نے تسمیٰ الخائفی واللہ لا اکل  
لحم الخویہم تک کو شامل نہیں ہو گا اس لئے کہ لحم انتقام سے مشتق ہے اور در شدت اور قوت کو  
کہتے ہیں اور شدت بخیر و نون کے نہیں ہو سکتی اور سعلک میں خوان نہیں ہوتا ۱۹ سننے عرف میں سعلک  
کے ہلکے کو، نفع الخمر نہیں کہا جاتا۔

۱۰ امام مالک کا مذہب..... اگر امام مالک کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی دو عادت ہو چکا اس لئے  
کہ قرآن میں پر بھی تم کا اعتدال کیا گیا ہے۔

۱۱ اسی طرح کسی نے تسمیٰ الخائفی (کل مملوک لی فہو حر) تو یہ مکان کو شامی  
ضمیم ہو گا اس لئے کہ اس میں مملوئیت کا معنی ضعف کے ساتھ پایا جاتا ہے کیونکہ وہ من کل اور حر  
مملوک نہیں ہے بلکہ من خض اور مملوک ہے۔





## حروف معانی کی بحث

**قولہ :** ویقتصل بماذکرنا حروف المعانی فانما اولسطلق العطف من غیر تعرض لمقارنة ولا قوتیب .

حقیقت اور مجاز کے ساتھ حروف معانی بھی متصل ہوتے ہیں کیونکہ حروف معانی اگر اپنے معنی موضوعات میں مشابہتی ہوں تو حقیقت ہو گئے اور اگر غیر معنی موضوعات میں استعمال ہو لے تو مجاز ہو گئے ان میں وہ کو مقدم کیا۔

**المساوی :** ذو مطلق عطف کیلئے آتا ہے یعنی مطلق شریعت کیلئے تو اگر مفرد کا مفرد پر عطف ہو تو شرکت صرف ٹکڑی ہو جائے۔ یا صرف ٹکڑی میں ہوگی اور اگر جملہ کا عطف جملہ پر ہو تو شرکت ثبوت اور وجود میں ہوگی۔

لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ واکتہ رت اور اجتماع پر دلالت کرتی ہے اور تمام شافعی فرماتے ہیں کہ واکتہ رت پر دلالت کرتی ہے ان کی دلیل ان اسناد المرءۃ اور حضور کا ارشاد تم بنو اہل بیت علیہم السلام اور دوسری جگہ ہے وار کعبو واسجدوا اور ظاہر ہے کہ صفا کوہرہ پر اور کعبہ کو حضور پر مقدم کرنا ضروری ہے۔

کچھ دیکھیں گا کہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ہم نے تریب و قی کو سے جان لیا ہے اور اس آیت کا حوالہ دے لے وہ یہ کہ یہ تہہ یعنی الفا کر احتتام ہے۔ یہ غلطی نہیں ہے۔

اور دوسری دلیل کا ہے کہ قرآن میں دوسری جگہ آتا ہے واسجدی وار کعبی حالانکہ بعد واکتہ کو اس سے مقدم نہیں ہے۔

**قبولہ :** وفي قوله لغیر المؤطوءة ان دخلت الدار فانبت طالق وطلانی وطلانی انما بطلق واحدة عند أبي حنيفة رحمه الله لأن موجب هذا الكلام الافتراق فلا يتغير بالاولى وقالا مو





السلام ینوقف علی آخرہ اذا کان فی آخرہ ما یغیر اولہ

کا کسر طو والا سناٹا ۔

اعتراض ۔ اے مومن! یہ مصرعہ ایسا ہے کہ اگر کسی شخص نے وہ بیان کا کلام اور  
جملوں میں جو شکی اور متعین کرنا ہے : آپ خود جو بیچنی قوموں نے اور ان کے گناہوں  
ہندہ و عشاہ آئیں میں انہوں نے ان کے عمل و سوا کے سوا ان کے گناہ و عشاہ پر  
دلائل آئی ہیں ۔

جیسا کہ : اعتراض ۔ اے مومن! یہ مصرعہ ایسا ہے کہ اگر کسی شخص نے وہ بیان کا کلام اور  
جملوں میں جو شکی اور متعین کرنا ہے : آپ خود جو بیچنی قوموں نے اور ان کے گناہوں  
ہندہ و عشاہ آئیں میں انہوں نے ان کے عمل و سوا کے سوا ان کے گناہ و عشاہ پر  
دلائل آئی ہیں ۔

قبولہ : وقت تکون انہ و لیسوا کقولہ لمعبودہ اذ الی النوا و انت  
حر حتی لا یعقوا الا بالاداء ۔

و اگر کبھی حال ایسا ہو کہ آپ نے کہا : قبولہ : وقت تکون انہ و لیسوا کقولہ لمعبودہ اذ الی النوا و انت  
حر حتی لا یعقوا الا بالاداء ۔

اعتراض ۔ اے مومن! یہ مصرعہ ایسا ہے کہ اگر کسی شخص نے وہ بیان کا کلام اور  
جملوں میں جو شکی اور متعین کرنا ہے : آپ خود جو بیچنی قوموں نے اور ان کے گناہوں

جواب ۔ یہاں کہ : جواب ۔ اے مومن! یہ مصرعہ ایسا ہے کہ اگر کسی شخص نے وہ بیان کا کلام اور  
جملوں میں جو شکی اور متعین کرنا ہے : آپ خود جو بیچنی قوموں نے اور ان کے گناہوں

**قوله :** وقد تكون لعطف الجملة فلا تجب به المشاركة  
فى الخبر كقولہ هذه طالق ثلاثاً وهذه طالق فتطلق الثانية  
واحدة فقط وكذا فى قولها طلقنى ولك الف درهم حتى اذا  
طلقها لا يجب شئ للزوج وقال لانها للفعال فيصير شرطاً وبدلاً  
فيجب الالف .

نہجی وہ عطف جملے بھی ہوتی ہے جو اس وقت صورت فی الخبر ضروری نہیں ہو  
کی مثلاً اگر کسی نے کہا کہ هذه طالق ثلاثاً وهذه طالق تر  
دوسری صورت کو صرف ایک خالق واقع ہو جائیگا یا اس طرح اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو طلقنى  
ولك الف درهم کہا تو اگر وہ برے خالق رہیں تو اس کو نہ ضرورت نہیں ہے کہ کوئی عہد یہاں وہ  
عطف کیلئے ہے حال کیلئے نہیں ہے اور خلاقی میں اصل یہ ہے کہ وہ بغیر مال کے ہو۔ اس مقدمہ پر  
حضرات مسکون رحمہما اللہ کا اختلاف ہے

در مسائین قرأتے میں کہوا مال سے ہے لہذا یہ طالق دینے کی شرط ہوگی تو کیا  
عورت نے پورا کیا۔ (طلقنى والحال ان لك الفاعل) نیز  
اس پر ہزارہ ادب دو جلدیں کے۔

**قوله :** والبغاء للوصل والتعقيب فيترأى العطف  
عن المعطوف عليه بزعم ان وان لعطف فاذا قال ان دخلت هذه  
اندر فهذا الدار فانت طالق فالشرط ان تدخل الثانية  
بعد الاولى بلا تراخ وتستعمل فى احكام المثل فاذا قال بعث  
منك هذا العبد بكذا وقال الاخر فهو حر يكون قبولاً  
للبيع .





کہ انہی تقدیر میں ہر انسان ادیت الفاہانت حوا (ترجواب ان کا یہ ہے کہ جواب امر کا مستحق  
ہر کسی اس وقت تک رہتا ہے جب کہ اس کو تقدیر بتائے اور پھر اس لحاظ ہوتا ہے واقعی کہ اور ہمارا اس پر  
تو مشق کے معنی میں کر رہا ہے اور اگر اسے ہر وقت مستقل کے معنی میں نہیں کر سکتا تو جب وہ  
مستقل کے معنی میں نہیں ہوگا تو جواب امر میں اس واقعہ نظر ہوگا۔

اور ہاں کو بیارہ اور کئے معنی میں بھی نکال لیا جاتا ہے جیسے کہ اگر کسی نے کہا (علیٰ  
در ہم قدر ہم) تو یہاں لانا عجیب کہنے کو اس سے پہلے کہ وہ کہتا ہے اعراض میں ہوتی ہے  
اور یہاں میں نہیں ہوتی جب کہ وہ ہم میں ہے لہذا اہل علم کے معنی میں ہوگی اور اس پر وہ درجہ واجب  
رکھتا ہے۔ مثلاً لکھا ہے کہ میں کہ یہاں جب وہ رکھے یعنی معنی نہیں نہیں ہے تو سونہ لکھ لکھ  
مستمال کر لینی اپنے اسراف ایک درجہ واجب ہوگا۔

**قوله :** وثم للتر اخی بمنزلة ما لو مسكت ثم استأنف  
حتى اذا قال لغير المد خول بها أنت طلق ثم طلق ثم  
طلق ان دخلت الدار فعنده الا ول ويلغو ما بعده ولو قدم الشرط  
تعلق الاول به ووقع الثاني ولغا الثالث .

### ۳۔ ثم :

ثم ثانی طے آتا ہے تو پانچ گھنٹہ دوپہر ہو گیا اور اس نے پھر کے سرے سے کلام کیا  
خدا کر میں نے اپنی بیوی سے کہہ انت طالق ثم طالق تو پھر سمجھا پانچ کہ یہ انت طالق ہے  
پانچ گھنٹہ ہو گیا اور سب کے بعد اس نے ثم طالق کہا اور سب کے نزدیک یہ تمام طلاق اور  
تعمیم میں ہے اور سب میں سے جس کو صرف زہنی فی الحکم ہے اس اختلاف کا نتیجہ یہ نکلا  
کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہہ انت طلق ثم طالق ثم طلق ان دخلت  
الدار

تو اس سب کے زیادہ ہوئی طلاق اور یہی معنی اور یہی طلاقیں اور یہی طلاقیں ہیں۔





اس لئے کہ اخبار میں تو اصل سے اعراض کیا جا سکتا ہے لیکن اللہ میں اعراض نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر کسی نے کہا کہ علی الف بل الغان کہا تو صرف یہ ہزار بار نہ کہتے کیونکہ یہ اقرار اور اخبار ہے اور اس میں اصل سے اعراض ہو سکتا ہے

**قولہ :** ولكن لا يستدرأك بعد الفضى غير أن العطف  
انما يصح عند اتساق الكلام والافهوه مستأنف كالأمة اذا  
تزوجت بغير اذن مولاهما بانه درهم فقال لا اجيز النكاح ولكن  
اجيزه بانه وخمسین درهما ان هذا فسخ للنكاح وجعل لكن  
مبتدأ لأن هذا فنى فعل واثباته بمعينه .

## ۵۔ لکن :

لکن فنی کے بعد استدراک کیلئے آتا ہے یعنی سابق سے جو ہم پیدا سوا اس کو دور کر  
نے کیلئے آتا ہے یعنی یہ قول ما جاء فی زینہ لکن عمروا پھر مر یہ مختلف ہوتا ملاحظہ ہوگا اور  
اگر مشدد ہو تو صرف بشرط نفس میں سے ہوگا لیکن یہ عطف اس وقت صحیح ہوگا جب کہ کلام  
مترتب ہو یعنی سابق کلام کیساتھ متصل ہو اور فنی ایک چیز کا ہو اور اثبات اس کے ساتھ دوسری چیز کا  
ہو۔

مگر ان دونوں شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو کلام مستأنف ہوگا مطلقاً نہیں ہوگا  
مثلاً اگر کسی لونہ کرے اپنے سوتلی کی اجازت کے بغیر جو درجہ پر نکاح کر لیا اور سوتلی نے  
کہا لا اجیز النکاح لیکن اجیزہ بمعافہ وخمسین درهما (تو یہ نکاح کو فسخ کرنا ہوگا  
(لکن) مستأنف ہوگا کیونکہ یہ بعینہ ایک ہی فعل کی فنی اور اس کا اثبات ہے تو اول کلاماً ترک کلام سے  
ترتیباً ہو جائیگا لہذا ہم دونوں سمجھیں گے کہ سوتلی نے پہلا نکاح کو فسخ کر دیا اور پھر ثانی سے دوسرا  
نکاح کیا لیکن اگر سوتلی نے اسے جواب میں کہا (لا اجیز النکاح بمعافہ لیکن اجیزہ  
بمعافہ وخمسین درهما) تو اصل نکاح فنی رہے گا اور ٹی صرف یہ کہ فنی کی ہوئی۔



مثال یہ ہے۔

**قولہ :** وفي المهر كذا لك عند هذا ان صحح التخيير وفي  
التقدين يجب الأقل وعند يجب مهر المثل ان كان مهر المثل  
الفين وفي الكفارة يجب أحد الأشياء التقدين خلافاً للبعض ۔

ماحقق کے نزدیک ہر میں بھی (او) کا وہ صحیح ہے جب کہ تخیر کا کوئی

قائمہ ہو یعنی وہ قول میں ہے ایک ۔ حق میں نفع ہو اور دوسرے کے حق میں نقصان اور اگر تخیر کا

بھی قائم نہ ہو تو قلیل اور کثیر اور نقدین میں سے ہوا قلیل واجب ہوگا جیسے الف اور الفین اور فا

نہ سے کی مثال یہ ہے کہ الف حال بالفین مؤجلاً۔

الماہ صاحب کے نزدیک ان صورتوں میں ہر مثل واجب ہوگا لیکن اگر ایک ہزار نقد اور

دو ہزار دھار ہو تو اگر ہر مثل دو ہزار یا زیادہ ہو تو اختیار عورت کو ہوگا اور اگر ہر مثل ایک ہزار یا کم ہو تو

اختیار مرد کو ہوگا۔

ہر دو کتاہ میں کی چیزوں کے درمیان حرف (او) ایسا ہے اس میں بھی اختیار

ہوگا اور ان میں سے صرف ایک چیز واجب ہوگی جیسے کہ رہائش گاہ حق رأس وغیرہ اور اگر سب

چیزیں آمد دے جن کے درمیان اختیار تھا تو کتاہ و صرف ایک چیز ہے اور ہوگا باقی کا اور اگر

کتاہ کے ملو پر نہیں آئے تہمیر اور

احسان سے طرہ ہوگا اور اگر تمیز فیہ اشعہ میں سے کوئی بھی چیز اور ان کی آرزو صرف ایک پر ہوگی

اور اگر دلی عدم ہوگی اس پر بھی ممکن نہیں کہ کوئی ایک چیز یا سب چیزیں بھی مکمل المبادل واجب

دینی ہیں یعنی اگر کوئی ایک اور اس پر واجب نہ ہوگا اور اگر کوئی بھی اور نہیں کی تو سب کی

عدم انشائی برسر ہے۔

بعض چیزیں تمیز ایسا ہے اور اس پر واجب ہے خلاف ہے نیز اس کو تسلیم نہیں

کہ ہاں ہے۔

**قوله :** وفي قوله تعالى ان يقتلوا أو يصلبوا للتخيير  
عند مالك رحمه الله تعالى وعندنا بمعنى بل أن يقتلوا اذا  
قتلوا فقط بل يصلبوا اذا ارتفعت المعارضة بقتل النفس أو أخذ  
المال بل تقطع أي يدبهم وارجلهم اذا أخذ وللمال فقط بل يقتل  
امن الارض اذا خوفوا الطريق .

### **(أو) کا مجازی معنی**

(أو) کا حقیقی معنی بیان کرنے کے بعد مصنف اس کا مجازی معنی بیان کرتے ہیں۔  
اور تحریر کرتے ہیں کہ آیت ان يقتلوا أو يصلبوا اگر میں امام مالک صاحب کے نزدیک (أو)  
تخیر کیلئے ہے جبکہ ہمارے نزدیک تخیر کیلئے نہیں بلکہ (ہاں) کے معنی میں ہے کیونکہ اگر کے  
جرم چار حرم کے ہوتے ہیں۔

(۱) صرف مال لینا (۲) صرف قتل کرنا

(۳) قتل کرنا اور مال لینا (۴) صرف ذرا نا دھمکانا

تو ان جرموں کی سزا کہیں بھی چار ہوگی جرم سخت ہو تو سزا بھی سخت ہوگی اور اگر جرم ہلکا  
ہو تو سزا بھی ہلکی۔ اصل میں حد میں بھی یہ تفصیل آئی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ابو بردہ کے ساتھ معاہدہ کیا تھا پھر اس کے کچھ ساتھیوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور کچھ لوگ  
جو اسلام کے داراے سے آ رہے تھے ان پر ذاکرہ الاقابر اکیل علیہ السلام ان کے بارے میں بارگاہ  
مغررہ جل سے حد لے کر آکھڑے ہوئے کہ جس نے قتل کیا ہے وہ مال بھی لیا ہے اس کو سولی دی جا  
ئے، جس نے قتل کیا ہے مال نہیں لیا ہے قتل کیا جائے اور جس نے مال لیا ہے اور قتل نہیں کیا  
اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور جس نے صرف ذرا دھمکا یا ہے اس کو زمین سے نکال دیا  
جائے۔

لیکن امام صاحب فرماتے ہیں کہ سولی دینا مال لینے اور قتل کرنے کے ساتھ نہ ملتا ہے لیکن یہ



حالت یعنی مال لیا اور قس کرے سوئی کیساتھ خام نہیں بلکہ اس حالت میں انہم کو دوسری سرزد کا بھی اختیار ہے۔ زمین سے ٹکا لئے گا ہمارے نزدیک مطلب قید کرنا ہے۔

**قوله :** وقالا اذا قال لعبدہ ودابتہ هذا حر او هذا اثم باطل  
لأنہ اسم لأحدہما غیر عین وذالک غیر محل للمعتق و عندہ  
هو کذلک لکن علی احتمال التعین حتی لزمہ التعین کما فی  
مسألة العبدین والعمل بالاحتمال أولى من الاهدار و ہما ینکر  
ان الاستعارة عند استحالة المحکم فہما جریا .

ماجین نہ رہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنے غلام اور چرواہے کو کہا هذا حر او هذا ق  
یہ کلام باطل ہوگا اسلئے کہ ہذا کلام اشاریہ ان میں سے کسی غیر معین کو بتایا گیا ہے اور غیر معین حق کا  
محل نہیں بن سکتا۔ جبکہ ہما صاحب کہتے ہیں کہ اگر یہ مقید تو ایسی ہی ہے لیکن مجاز فی تعین کا مثال  
دیکھتے ہیں ہذا محکم پر تعین لازم ہوگی اصل میں یہ اختلاف اس اختلاف پر مبنی ہے کہ اگر حقیقت حال  
ہو تو ہما صاحب کے نزدیک مجاز مراد لے سکتے ہیں اور صاحبین کے نزدیک اس صورت میں مجاز  
مراد نہیں لے سکتے۔

**قوله :** وتستعار للعموم بمعنی واو لمطلق لا عینہا وذلك اذا  
كانت فی موضع النفی او موضع الا بالاحۃ کقولہ واللہ لا  
اکلم فلانا أو فلانا حتی اذا کلم احدہما یحسث ولو کلمہما لم  
یحسث الامرۃ ولو حلف لا یکلم احدا الا فلانا او فلانا فله ان  
یکلمہما .

(أو) کو مجاز (عموم) کہلئے استعمال کیا جاتا ہے اور اس وقت یہ او عاطفہ کے معنی  
میں ہوتا ہے نہ عین و او عاطفہ نہیں ہوتا اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ نفی کی جگہ پر یا باہست کی جگہ پر  
انجیل پر پتہ چلا کہ نفی نے کہا (واللہ لا اکلم فلانا او فلانا) تو انرا سننے والے میں سے پہلے سے

بات کی آواز نہ ہو جائے گا دوسرے سے بات کی تو بھر بھی حادث ہو جائے گا حالانکہ اگر یہ دو عطف کے 'حتی' میں نہ رہتا تو صرف ایک سے بات کرتے سے حادث ہوتا نہ کہ دونوں سے لیکن چونکہ یہ ہمیں دو 'واؤ' نہیں ہے لہذا صرف ایک دفعہ حادث ہو گا نہ ناکندہ اگر یہ بعیدہ وادو ہوتا تو دونوں حادث ہوتا بعض لوگ کہتے ہیں کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

یعنی بعیدہ وادو نہ ہونے کا شروہ یہ کہ ان میں سے ایک سے بات کرنے سے بھی حادث ہو جائے گا اور وادو کے 'حتی' میں ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ ان دونوں سے بات کرنے سے صرف ایک دفعہ حادث ہو جائے گا۔

(آ) کو محسوس کیے بغیر اس وقت استعمال کیا جائے گا جب کہ دو شرطیں پائی جائیں : پہلی شرط یہ ہے کہ وہ نجات کی جگہ پر واقع ہو جسے کسی نے تمنا الخالی والک لا اکتم احد الا افلا فافلا غلا نا اور اگر یہ وادو کے معنی میں نہ ہو تا تو محکم صرف ایک سے بات کرنے کا اختیار ہوتا اب وہ دونوں سے بات کر سکتا ہے۔

**قوله :** وتستعار بمعنی حتی أو الا ان اذا قست العطف لا اختلاف الکلام و یحتمل ضرب الغایة .

بعض اوقات ادھار 'حتی' یا 'الا' کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے جب کہ عطف کرنا صحیح نہ ہو کیونکہ دونوں کلام متفقہ ہو سکتے ہیں اور فاعل ہونے کے اعتبار سے ماضی اور مضارع ہونے کے اعتبار سے اور مثبت اور منفی ہونے کے اعتبار سے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اول کلام نہ ہو اس طریقے پر کہ مابعد میں اس کے لئے غایت بیان کی جا سکتی ہو اور دونوں 'حتی' کے درمیان مابعد یہ ہے کہ حتی غایت کیست ہوتا ہے اور ان کی وجہ سے معنائی تعلق ملتا ہے۔

یعنی اس طرح (آ) میں دو چیزوں میں سے ایک کے لئے جانے کے بعد دوسری چیز اپنی انتہا پہنچ جاتی ہے اس طرح 'الا' یا 'حتی' کیلئے ہوتا ہے اور 'حتی' کا غرض متنی نہ ہے

بخلاف ہوتا ہے جیسا کہ (أو) میں معصوف کا مفعول مطلق علیہ کے مخالف ہوتا ہے جب کہ دونوں میں سے ایک پایا جائے۔

**قولہ :** كقوله تعالى ليس لك من الا امر شئى أو يتوب عليهم أو يعذبهم

جیسا اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماں ہے ليس لك من الا امر شئى أو يتوب عليهم أو يعذبهم کیونکہ او يتوب کا مفعول ليس لك پر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ مانع ہے اور یہ مقام امر و شئى پر بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ اسم ہے اور یہ فعل ہے لیکن امر و شئى الاعملى ہو سکتا۔ بہت معنی یہ ہو کہ اگر آپ کا فرماں کے معنی میں بددعا کا یا شفاعت کا اس وقت تک اختیار نہیں رہے جب تک کہ اللہ عزوجل کی طرف سے ان کے حق میں آ رہے کا یا نداد کا فیصلہ نہ ہو جائے۔

**شان نزول :**

ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے کفار و مشرکین کے لئے دعا کرنے کی اجازت مانگی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے درخواست کی تھی کہ کفار و مشرکین کے لئے دعا فرمائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو انہیں کی۔

**مفسر صاحب کشاف کا مسلک :**

مفسر صاحب کشاف نے فرمایا کہ آیت میں امر و شئى اور يعذبہم ہے

(أو) کا مفعول امر ہے امر و شئى لك من الا امر شئى یہ امر و شئى ہے۔

**قولہ :** وحنى للغاية كالمى وتستعمل للعطف مع قیام

معنى للغاية كتم نهم استنت الفصل حتى القرعى .

## ۶۔ حتی:

(حتی) الیٰ کی طرح غایت کیلئے آتا ہے خواہ اس کا بعد ماقبل کا جز ہو یا نہ ہو یہ  
مطف کے لئے بھی اسمیٰ ہوتا ہے غایت کے معنی کے باوجود کہ ونگہ جیسے معطوف خبر اور حکم میں  
معطوف علیہ کے بعد ہوتا ہے اسی طرح غایہ منیا کے بعد ہوتی ہے  
مثلاً عربی کا یہ قول : استفتت الفصائل حتی الغریضی اونٹ کے تندرست بنے چر  
کر یاں بھرنے لگے یہاں تک کہ غریبہ ہو گئی۔

اس مثال میں غایت اس طور پر ہے کہ قرعہ سے بوجہ ضعف و کمزوری فعل استفتان صادر  
نہیں ہو سکتا مطف کا معنی تو اظہر من الشمس ہے۔

**قوله :** ومراضعها فی الافعال أن تبطل غایة بمعنى الیٰ  
أو غایة می جلة مبتدأة وعلاصة للغایة أن یحتمل الصر  
الا متداد وأن یصلح الاخر دلالة علی الافتناء کالتسیر فان  
لم تستقم فللمجازاة بمعنى لا م کی فان تعذر هذا جعلت  
مستعارة للمطف المنحصر وبطل معنى الغایة وعلى هذا  
مسائل الزیادات المذكورة فی الزیادات

کلمہ (حتی) اسمیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی کبھی تو غایت ہوتا ہے  
الیٰ کے معنی میں ہو کر پیسے سرحتی و غلطا اور کبھی غایت ہو کر مستقل جملہ ہوتا ہے یعنی ماقبل کیساتھ  
متعلق نہیں ہوتا جیسے خرجت النعما، حتی خرجت الهند  
غایت کی ملامت یہ ہے کہ صدر کا ہامتداد کا احتمال رکھتا ہو اور آخر کا لام اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہو اور  
انتیار پر دست کرتا ہو جیسے خرجت النساء، حتی خرجت الهند اگر غایت کا معنی صحیح نہ ہو تو  
خبر خبری کے معنی میں ہو کر مجازات کیلئے ہو گا۔

یعنی اول مسبب ہو گا اور ثانی سبب ہو گا اگر یہ معنی بھی داخل نہ ہو تو حتی مطف محض کیلئے

مستعد ہوگا اور غایت کا معنی بالکل باطل ہوگا۔

اس مجموعی کتاب زیادات کے مسائل انہی تینوں قواعد پر مبنی ہیں۔

**قوله : کان لم أضربک حتی تصبیح فعبدی** ہر پہلے کی مثال نما  
رب کا مضروب سے کہتا ہے : ان لم أضربک حتی تصبیح فعبدی حر کر چننا یہ  
ضرب پہلے غایت میں لگا ہے شققت کی وجہ سے یا ذر کی وجہ سے۔

**قوله : وان لم ائتک حتی تغدینی فعبدی** ہر

دوسرے کی مثال ان لم ائتک حتی تغدینی فعبدی حر یہ مجازات کی مثال  
ہے اسیان اگر چہ استدعا کا احتمال رکھتا ہے مگر تعد پر اس کیلئے غایت نہیں بن سکتا بلکہ کثرت اسیان  
کا دانی ہے لہذا اس میں (حتی) لام بکلی کے معنی میں ہو گا تو اگر منکلم آیا مگر مخاطب نے  
ناشہ نہ کر دیا تو حادث نہیں ہوگا۔

**قوله : وان لم ائتک حتی اتغدی عندک فعبدی** ہر

تیسرے کی مثال یعنی مطلق محض کیلئے ہو : ان لم ائتک حتی اتغدی عندک  
فعبدی حر یہاں مجازات کا معنی بھی صحیح نہیں کیونکہ اس شان میں تعد یہ بھی منکلم کا مطلق ہے اور  
کوئی منکلم اپنے آپ کو بدل نہیں دے سکتا تو اگر منکلم یا غی نہیں آیا مگر ناؤ نہ نہیں کیا یا آیا اور دوسرے  
سے ناشہ کیا تو غلام آزاد ہو جائے گا کیونکہ یہاں پر حتی کا کے معنی میرا ہے جس میں رافعی صحیح نہیں ہو  
تی۔

**قوله : ومنہا حر وف الجرفا لہبہا لالہباق وتصعب**

الاشمان حتی لو قال اشقریت منک هذا العبد بکر من حنطة  
جيدة یكون الکرمثنا فیصبح الاسقبد ال به بخلاف ما اذا أضنا  
ف العقد الی الکرمثنا فیقول ان أخبرتنی بتقدم فلان فعبدی حر  
یقع علی الحق خلاف ما اذا قال ان أخبرتنی ان فلانا

قدم ولو قال ان خرجت من الدار الا باذني يشترط تكرار الاذن  
لكن خروج بخلاف قوله الا ان اذن لك

### حروف معافی میں سے حروف جر بھی ہیں

#### ۱۔ الباء

اس میں سے ایک (باء) ہے جو کئی معافی کیلئے آتی ہے اور حقیقتاً (باء) الصاق کیلئے آتی ہے اور یہ سن پر داخل ہوتی ہے تو اگر کسی نے کہا اشتریت منك هذا العبد بکرم من حنطہ تو اس مثال میں کرشم ہوگا اور اس کا بدلہ بھی جائز ہوگا جیسہ کہ کرشم کا بدلہ جائز ہوتا ہے لیکن اگر اس نے کہا اشتریت منك كرم حنطہ بهذا العبد تو کرم مبيع ہوگا غیر معین اور یہ بیع مسلم ہوگی اگر کسی نے کہا ان اخبرتنی بقدم فلان فعمدی حر اس سے کچھ خبر مراد ہوگی کیونکہ (باء) الصاق کیلئے ہے اور حق ہے خبراً مخلصاً بقدم فلان لیکن اگر کہا ان اخبرتنی ان فلاناً قدم تو اس سے خبر صادق اور کاذب دونوں مراد ہوگی کیونکہ یہی صورت میں حرف (باء) الصاق کیلئے ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا من خرجت من الدار الا باذنی فانك طالق تو ہر دفعہ کھر سے نکلنے کیلئے اجازت شرط ہوگی اگر ایک دفعہ بھی بجز اجازت کے نکلی تو طلاق واقع ہو جائے گی لیکن اگر یہاں الا ان اذن لك تو اس میں ہر دفعہ نکلنے کیلئے اجازت شرط نہیں بلکہ ایک دفعہ اجازت کافی ہے۔

اعراض..... یہاں پر یاد رکھو کہ اس فقرہ پر پہلی مثال کا معنی اور اس کا معنی ایک ہو جائیگا؟

جواب..... یہ غلط اسلئے ہے۔

اعراض..... پھر اعراض اس معنی سے نہ مفسر اس کو ان کے ساتھ مکرر مصدر کی تائید میں گیوں نہیں کرتے اور مصدر کبھی ظرف زمان بھی واقع ہوتا ہے تو اس میں بھی ہر دفعہ شرط ہوگی؟

جواب:۔۔۔ اس طرح مانتے سے وقوع طلاق میں شک آگیا اور شک سے حدیق واقع نہیں ہوتی۔

**قوله :** وفي قوله أنت طالق بضمية الله تعالى بمعنى الشرط۔

اور ٹر کوئی یوں کہے انت طالق بضمیۃ اللہ تعالیٰ تو فقہ پر عبارت یوں ہوگی انت طالق انشاء اللہ تعالیٰ نیز طلاق واقع کیس ہوگی۔

**قوله :** وقال الشافعي الباء في قوله تعالى وامسحوا برؤوسكم للتبويض يكون اتيا بالما مور به وقال مالك انها صلة وليس كذلك بل هي للملاصاق لئلا يخلط اذا دخلت في الة المسح كان الفعل متعديا الى محله فيتنازل كله واذا دخلت في محل المسح بقي الفعل متعديا الى الالة فلا يقتضي استيعاب الرأس وانما يقتضي المصاق الالة بالمحل وذلك لا يستلزم جب الكفن عادة فصار المراد به اكثر اليد فصار التبويض مراداً۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہ اس قول یعنی وامسحوا برؤوسکم میں (باء) بعض کے لئے ہے اور امام مالک کے نزدیک (باء) لازمہ ہے ہند پور سے سر کا مسک کر کے لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ نہ یہ بعض کہنے سے اور نہ یہ لازمہ ہے بلکہ المصاق کہنے سے لیکن جب (باء) لازمہ سے داخل ہو تو فعل اپنے محل کی طرف متعدی ہوگا اور اپنے محل کو شامل ہوگا جیسے مسحت الحائط متعدی لہذا اس سے بعض یہ مراد ہوگا اور اگر یہ محل مسک میں داخل ہو تو فعل آنے کی طرف متعدی ہوگا مسحت بالاحائط تو اس میں بھی بعض حائط مراد ہوگا اور چونکہ آیت میں پاگل پر داخل ہے تو اس کا بعض مراد ہوگا۔

امام جونیڈ سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ مقدار کے حق میں مکمل ہے تو حضور صلی

انہ علیہ وسلم کا مکمل کہ آپ نے مقدمہ امیر پر مسج کیا وہ اس کا بیان ہے۔

احقرض..... اگر کوئی استراض کرے کہ تہم میں ہجہ اور یہ دونوں پر باء داخل ہے ۱۰ لاکھ اس کا استیجاب برابر ہے۔

جواب..... چونکہ تہم وضو کا خلیفہ ہے لہذا اس کی ساتھ اصل والا معاملہ کیا جائیگا۔

قوله : **وعلى ثلث ائرام فقولہ له على الف درهم يكون**

**دينا الا أن يتصل بها ثلث ديعة**

۲۔ حرف علی :

(علی) انزام کیلئے آتا ہے کیونکہ یہ نعت میں استعلاء کیلئے ہوتا ہے خواہ استعلاء و تہیتا ہو یا تہیتا و تہیتا اگر کسی نے کہا (و علی الف درهم) تو اس سے مراد قرض ہو گا الا یہ کہ اس کے ساتھ لفظ دو بیت متصل نہ ہو۔

قوله : **فان دخلت في المعاوضات المعصنة**

کانت بمنی انباء۔

۱۱۔ اگرچہ معاوضات معاوضہ میں داخل ہوتے ہیں، کے معنی میں ہوگا جیسے بیع اجارہ اور نکاح وغیرہ کیونکہ ان چیزوں میں معاوضہ اصل ہوتا ہے۔

قوله : **وكذا اذا استعصنت في الطلاق عند معاوهند أبي**

**حنيفة للشرط۔**

صاحبین فرماتے ہیں اگر (علی) طلاق میں استعمال ہوتو بھی (ہام) کے معنی میں ہوگا کیونکہ طلاق میں جب عوض پر داخل ہو جاتا ہے تو وہ معاوضات کے معنی میں ہوجاتی ہے تو اگر عورت نے اپنے شوہر سے کہا طلقنی ثلاثا علی الف درهم اگر شوہر نے ایک طلاق دی تو اس کو ہزار کا ٹکٹ ملے گا اور لام ہو ضیق کے نزدیک یہ علی شرط کیلئے ہے جسے کہ قرآن میں ہے جیبا یعک علی الا یشوکن ہا لک کیونکہ جیسے ہی انزام کیلئے ہوتا ہے اسی طرح جزاء



بھی شرط کے ساتھ لازم ہوتی ہے۔

لھذا اگر شرط ہر نے ایک طلاق دی تو اس کو پانچ بھی نہیں ملے گا کیونکہ شرط کے اجزاء شرط کے اجزاء پر تقسیم نہیں ہوتے ہیں۔

**قولہ :** ومن للتبعض فاذا قال من شئت من عبیدی عتقہ  
فا عتقہ لہ ان یعتقہم الا واحد ائمتہم عندابی حنیفۃ رحمہ اللہ ۔  
**۳۱۔ من :**

اور (من) کا معنی کیلئے آتا ہے کہ مومن نے کسی سے کہا (من شئت من عبیدی عتقہ لہ) تو اس صاحب نے آزاد کیا یہ شخص ان میں سے ایک کے ساتھ باقی کو آزاد کر سکتا ہے۔

**قولہ :** وعندہما من للعبان

اور سامعین کے نزدیک (من) بیان کیلئے آتا ہے کہ وہ سب کو آزاد کر سکتا ہے جسے کہ میں بھرت میں سب کو آزاد کر سکتا ہے (من شاء من عبیدی العتق فا عتقہ) اور صاحب کے نزدیک وہ فرماتے ہیں کہ (من شاء) میں مشیت صفت عار ہے لیکن (من شئت) میں یہ کہ مخاطب کی طرف نسبت سے بعد الموم نہیں ہوگا۔

**قولہ :** والی لا یفتھا الغایۃ فان کانت الغایۃ قائمۃ بتعسھا

کہتوہ من ہذہ العاطط انی ہذہ العاطط لا تدخل الغایۃ فی الا قرار ان لم تکن قائمۃ بتعسھا فان کان صدر الکلام مقتناراً للغایۃ کان ذکر ہا لا خراج ما وراء ہا فتدخل وان لم یقتناولہا اُرکان فیہ شک فذکر ہا لمد الحکم الیہا فلا تدخل کالملیل فی الصوم ۔

### ۳۔ اہل:

اور (الہی) انتہائے غایت کیلئے آتا ہے تو اگر غایت قائم نہ رہا ہو یعنی وہ پہلے سے موجود ہو اور اپنے وجود میں دنیا کا تاج نہ ہو تو دوسری غایتیں (غایت ابعدا، اور غایت انتہاء) دوسری اور اگر وہ قائم نہ رہا ہو تو پھر اگر غایت مصدر کلام میں واقع ہو تو غایت کا ذکر ادرام کو ٹکا لئے کیلئے ہو گا اور اگر مصدر کلام غایت کو شامل نہ ہو یا اس میں شک ہو تو غایت کا ذکر کرنا حکم کو اس تک پہنچنے کیلئے ہو گا۔ لہذا غایت دنیا میں داخل نہیں ہو گا تیوں قسم کی مثالیں ترتیب کے ساتھ یہ ہیں۔

(۱) من هذه الحائط الى هذه الحائط

(۲) وايد يكم الى المراتق

(۳) لم اتعوا الحميم الى ثيل

قولہ : وفي للظرفية ولكثهم لختلفوا في حذفه واثباته في طرفه ا لزمان فقالا هما سوله و فرق ابو حنيفة رحمه الله بينهما فيما اذا نوى اخر النهار .

### ۵۔ فی:

اور (فی) قرابت کیلئے آتا ہے لیکن اس کے حذف و اثبات میں اختلاف ہے یعنی اس کے حذف اور اثبات میں سے کون سا ماقبل کے لئے معیار بننے کا تقاضا کرتا ہے اور کون طرف ہونے کا تقاضا کرتا ہے اس امر میں اختلاف ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں برابر ہیں یعنی دونوں استیعاب کا تقاضا کرتے ہیں۔ تو اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا (انت طالق غداً باء غدا) اور پھر اس نے کہا کہ میں نے تو (غدا) سے آخر صبح کی نیت کی تھی تو دیکھا اس کی تصدیق کی لیکن قضاء تصدیق نہیں کی جائے گی بلکہ ان کے شرع میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ (۱)۔ رحمہ اللہ۔ دونوں صورتوں

میں فرق کرتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر (فہی) کو حذف کیا جائے تو قضاء اس کی نیت کی تصدیق نہیں کی جائے گی لیکن اگر (فہی) کو حذف نہ کیا بلکہ ذکر کیا تو قضاء بھی تصدیق کی جائے گی کیونکہ (فہی) کا ذکر کرنا امام صاحبؒ کے نزدیک استیجاب کا ثبوت نہیں کرتا۔

**قوله:** وَإِذَا اضْطَيْقَ الْمَيِّ مَكَانَ يَقَعُ حَالًا إِلَّا أَنْ يَضْمَرَ الْفَعْلُ  
فَيَصِيرُ بِمَعْنَى الشَّرْطِ.

اور اگر طلاق کی نسبت کسی مکان کی طرف کرے اور مثلاً یوں کہے  
 نَحْتَ طَلَّقَ فِي مَكَّةَ تَرْتِي الْحَالَ فَلَاقٍ وَاقِعٌ يَوْجَأُ لِي لَيْكِنَ أَمْرٌ صَدَرَ كَمَقْدَرٍ مَا

جائے تو شرط کے قیام میں ہے وہ گویا اس نے یوں کہا اِن دَخَلْتَ مَكَّةَ فَانْتِ طَلَّقٌ تَرَكُ  
 مِیْنَ رَافِعٍ دُونِیْ كَے ساتھ طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگر کہ میں داخل نہ ہو تو طلاق بھی نہیں ہوگی۔

**قوله:** وَمِنْهَا اسْمَاءُ الظُّرُوفِ فَمَعَ الْمَقَارَنَةِ وَقَبْلُ الْمَقْدَرِ  
يَمُ وَيَعْدُ لَمَّا خَيْرٌ وَحَكْمُهُمَا فِي الطَّلَاقِ هُنْدُ حَكْمِ قَبْلٍ وَإِذَا قِيَدَتْ  
بِالْكُنَايَةِ كَانَتْ صَفَةً لَمَّا يَعْدُ مَا وَإِذَا لَمْ تَقَيَّدْ كَانَتْ صَفَةً لَمَّا قَبْلُهَا

### حروف معانی میں سے اسمائے ظروف بھی ہیں

ان میں سے (مع) استعارت کیلئے آتا ہے اور (کل) تقدیر کیلئے اور (بعد) تاخیر کیلئے  
 اور طلاق میں (بعد) کا حکم (کل) کے حکم کا ضد ہے یعنی جس صورت میں (کل) میں ایک طلاق  
 واقع ہوگی (بعد) میں دو واقع ہوں گی اور جس صورت میں (کل) میں دو (بعد) میں ایک  
 واقع ہوگی۔

اور جبہ فعل اور بعد کو ضمیر کے ساتھ مقید کیا جائے تو اپنے بعد کے لئے صفت ہوں

مے مثلاً اگر کسی نے غیرہ نوکری سے کہا انت طالق واحدة للبهاء واحدة تود  
 طالقین واقع ہوئی اور اگر کہا انت طالق واحدة بعد ہا واحدة تو اس صورت میں

ایہ طالق نہ ہوگی۔

اور اگر من کو طبع کے ساتھ مقید نہ کیا جائے تو یہ اپنے اقل کے لئے صفت ہو گئے  
اور انہماں کے یکساں ہوگا۔

مکافہ لکھنے کے بعد (اعت طلاق واحدہ بیل واحدہ) تو ایہ طلاق دائم ہوگی  
اور اگر بیل اعت طالق واحدہ بعد واحدہ نور طلاق نہیں ہوگی۔

۔۔۔ قولہ : وعند الحضرۃ فاذا قال لغيره انک عندی الف

درہم کان ودیعة کان الحضرۃ قتل علی الحفظ دون اللزوم .

اور (عند الحضرۃ) یعنی کسی چیز کے حضور (لو کہنے کے لئے آتا ہے جس جب کسی نے  
دوسرے سے کہا (انک عندی الف درہم) تو یہ دیت ہوگی

کیونکہ وہ حضرت کے لئے آتا ہے اور حضرت حفاظت پر دلالت ہے ۔

قولہ : وغير يستعمل صفة للفكرة ويستعمل استثناء كقولہ

له على درهم غير دانتق یا لرفع فیلزم درهم تمام ولو قال یا

لخصیبا کان استثناء فیلزمہ درهم الا دانتقا

اور (غیر) فقرہ کے لئے آتا ہے صفت بھی استعمال ہوتا ہے اور استثناء بھی استعمال ہوتا

یہ تو الکر کے لئے علی درہم غیر دانتق رفع کے ساتھ تو غیر درہم کے لئے صفت ہوگا

مکافہ اس پر ہوا، صمد و ادب ہوگا۔

اور اگر (غیر) نصب کے ساتھ کہی یعنی یوں کہنا کہ علی الف درہم غیر

ذلک دانتقا استثنائی کے لئے ہوگا اور ایک دائم سے لم درہم واجب ہوگا۔

قوله : ومنها حروف الشرط

حروف معاني میں سے حروف شرط بھی ہیں

قوله : فان اصل فيها وانما تدخل على امر معدوم على  
خطر الوجود وليس بكائن لا محالة فاذا قال ان لم اطلقك  
فانت

طالق لم يطلق حتى يموت احدهما .

اور ان میں سے (ان) اصل ہے کیونکہ یہ حرف ہی ایک معنی کے لئے استعمال ہوتا  
ہے مختلف دوسرے حروف کے کہ ان کے معانی شرط کے معنی سے متعدد ہیں حروف شرط کی چیز پر  
داخل ہوتے ہیں جو معدوم ہو سکتی اس کے وجود کا احتمال ہو۔ یعنی یقین طور پر نہ ہو بلکہ معدوم اور  
یقین کے درمیان ہو۔

(ان) کا بھی یہی استعمال ہے نہ یہ محال اور جو اس کی شکل الجواز سے قبول ہوتا ہے تو اگر  
کسی نے کہا ان لم اطلقك فانت طالق تو اس وقت یہ حاق نہیں ہوگی جب تک  
ایک میں سے ایک مرتبہ ہائے کیونکہ مرنے سے پہلے ہر وقت محال ہے تو موت  
نے قریب طلاق واقع ہوئے کی پھر یہ موت آئے غیر محال ہو تو اس کو میراث نہیں ملے گا ورنہ  
موت نہ آ میراث ملے گی۔

قوله : واذا عند الكوفة تصلح للوقت والشرط على ا

نساء فيجاءى بها مرة ولا يجاءى بها اخرى واذا جوزى بها  
سقط عنها للوقت كانها حرف الشرط وهو قول ابى حنيفة مثل  
متى فانها للوقت لا يسقط عنها وذلك بحال وهو قولهما  
حتى اذا قال لا امراته اذا لم اطلقك فانت طالق لا يقع  
الطلاق عنده ما لم يموت احدهما وقالا يقع كما فرغ مثل لم

## اطلاق

اور (اذا) نجات کو نہ کے نزدیک وقت اور شرط دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے لہذا کبھی تو اس کی جزاء لائی جاتی ہے اور کبھی نہیں لائی جاتی شرط کی مثال

بیسے پر شرط

وَاسْتَغْنَى مَا أَغْنَاكَ رَبُّكَ بِمَا لَكَ  
وَإِذَا تَصَبَّحْتَ خُصْمًا فَتَحْمِلْ

جزا کی مثال

وَإِذَا تَكُونُ كَدِيهَةً لِّدَعَى الْهَامِ  
وَإِذَا يَحْسَبُ الْحَيَّسُ يَدْعَى جَنْدَبَ

اور جب اس کی جزاء لائی جائے تو وقت کا معنی ساقط ہو جائے گا لیکن نجات پھر کے نزدیک یہ حقیقت وقت کی ہے اور کبھی کبھی شرط کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے لیکن وقت کا معنی اس سے ساقط نہیں ہوتا جیسے کہ (مٹی) اس کے لئے جزاء لازم ہے اس کے باوجود اس سے وقت کا بھی ساقط نہیں ہے یہ قول امام احمد بن حنبلہ کا ہے اور دوسرا صاحبین کا ہے۔

لہذا اگر مٹی نے اپنی بیوی سے کہا اذالم اطلقك فانك طالق تو امام صاحب کے نزدیک پہلے وقت کا معنی ساقط ہے لہذا اطلاق اس وقت واقع ہوگی جب ان میں سے ایک مرے کے قریب ہو جائے۔

اور صاحبین فرماتے ہیں کہ وقت کا معنی ساقط نہیں ہے لہذا شوہر جو کئی بار کہے کے والیں ہوگا تو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس وقت میں تجھے طلاق نہ دوں تجھے طلاق ہے اور جب وہ حکم سے فارغ ہو گیا تو وہ زمانہ یا یا کیا جس میں اس نے طلاق نہیں دی لہذا طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور لفظ اذالم کی طرح ہے کہ اس میں انکشاف نہیں۔

۔ قولہ : وَلَوْ لَمْ يَشْرُطْ وَرَوَى عَنْهَا أَنَّهُ إِذَا قَالَ أَنْتَ طَارِقٌ

## لو دخلت الدار -

اور (لو) شرط کے لئے آتا ہے تو اگر کسی نے اپنی رفیقہ حیات کو کہا اذنت طالق اور لو دخلت الدار تو کیا ہے جیسے ان دھمت الدار اس نے کہا  
کیونکہ اگرچہ (لو) اپنے معنی اسی کے اہم ہے ماضی میں استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں (ان) کے معنی میں ہو کر مستحق کے لئے ہوگا۔

قوله : وكيف للسؤال عن الحال في اصل وضع اللغة فان استقام فيها والابطال والابطال ولذلك قال ابو حنيفة رحمه الله في قوله انت حر كيف شئت انه ايقاع وفي الطلاق تقع الواحدة ويبقى الفضل في الوصف والقدر مفوضاً اليها بشرط نية الزوج وقال ما لم يقبل الاشارة فعاله ووصفه بمنزلة اصله فيتعلق الاصل بتعلقه ابو حنيفة يقول يلزم من هذا اتباع الاصل للوصف وهو خلاف القياس -

اور (كيف) حال کے متعلق سوال کرنے کے لئے آتا ہے جیسے كيف حالك اور اگر سوال کرنے کا معنی شے کو تعريف بالقول یا اثر ہو جائے تو اس پر یہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنے شوہر سے کہا انت حر كيف شئت وہ خود ہی غور پر آزاد ہو جائے گا اور (كيف) لغو ہو جائے گا۔

اور اذنت طالق كيف شئت - یہ بھی طلاق کی ایک صورت میں ایسا طلاق ہے جو جائز ہے اور یہ خداوند میں زیادتی عورت کے لئے ہے لیکن اس میں شوہر کی نیت شرط ہے اصل کا مطلب ہے اذنت ہر وقت وہاں مطلب سے کہیں اور مطلقوں کا ہونا اگر مرد اس نیت کی بات نہیں کہہ سکتا تو طلاق ہی واقع ہو جائے گی۔ اگر نیت محکم ہو تو نیت طلاق کی وجہ سے دونوں میں باوجود نیت کے یہاں تصور تو یہ ہے کہ اگر یہ طلاق ہو تو طلاق

رجس واقع ہو جائے گی اس صورت میں دو طلاق کی نیت صحیح نہیں ہے کیونکہ دوسرا شخص ہے کیونکہ یہ نیز حقیقی ہے نہ ٹھکی اور تن کی نیت صحیح ہے اس لئے کہ وہ فرد ٹھکی ہے۔

حاصلین فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو امور شرعیہ غیر محسوسہ سے ہو جیسے طلاق اور طلاق تو اس میں اصل اور اصل ایک جیسے ہیں لہذا حال اور اس درجہ شہادت سے متعلق نہ تعلق ہے کہ ترجیح باہر ترجیح لازم نہ آئے۔

جواب ..... امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اس سے اصل کو مدفع کے متعلق کرنا لازم آتا ہے اور یہ خلاف قیاس ہے۔

قوله : **وكم اسم للمعدن الواقع فاذا قال انت طالق كم شئت لم تطلق ما لم تشاء**۔

(کم اسم معدن واقع کا اسم ہے لہذا اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا انت طالق کم شئت تو جب تک وہ نہیں چاہے گی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قوله : **وحيث وأين اسمان للمكان فاذا قال انت طالق حيث شئت أو أين شئت انه لا يقع ما لم تشاء وتوقف مشيئتها على المجلس بخلاف إذا ومقتى**۔

اور (حيث) اور (أين) اسمان کے اسم ہیں تو اگر کسی نے کہا انت طالق حيث شئت یا این شئت تو چونکہ طلاق کسی مکان کے ساتھ مخصوص ہوتی نہیں تو اس وقت طلاق واقع ہوگی جب وہاں اس کی مشیت کلیں پر متوقف ہوگی بخلاف اگر وہاں اس کی مشیت دو مقامات پر وابستہ کرتے ہیں لہذا ان میں مشیت محض پر متوقف نہیں ہوا کرتی ہے۔

قوله : **الجمع المذكور عندنا يتناول الذكور والاناث عند الاختلاط ولا يتناول الاناث المفردات وان ذكر بعلامة القاشيث يتناول الاناث**



## خاصہ :

اس کے بعد مصنف فرماتے ہیں کہ دو جمع ذکر جس میں ذکر کی علامت ہو اور اختلاط کے وقت ذکر اور اثاث دونوں کو قفیلہ شامل ہوتی ہے لیکن اس سے برعکس نہیں ہوتا کیونکہ مردوں کو مردوں پر غلبہ حاصل ہے کما قال اللہ تعالیٰ للرجال علیہم درجۃ نہ کہ عورتوں کو مردوں پر۔

مہم شافی فرماتے ہیں کہ اختلاط کے وقت بھی اثاث کو شامل نہیں ہوگی اور شان المصلعین والمسلعات میں تکرار لازم آئے گا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ صرف ان صحابیات کے دلی کو خوش کرنے کے لئے ہے لہذا اگر جمع مؤنث کی علامت کے ساتھ ہو تو وہ صرف اثاث کو شامل ہوگی۔

**قولہ :** حتی قال فی السیر الکبیر اذا قال امرونی علی بنی ولہ بنون وبنات ان الامان یثناول الغریقیوں ولو قال آمنو نی علی بناتی لا یثناول للذکور من اولادہ ولو قال علی بنی ونیس لہ مسوی البنات لا یثبت الامان لہن۔

اس لئے یہ کبیر میں ہے کہ اگر کسی کے بیٹے ہوں اور بیٹیاں بھی ہوں اور

وہ کہے آمنو فی علی بناتی تو ان دونوں کو شامل ہوگی لیکن اگر اس نے آمنو نی علی بناتی کہا تو یہ صرف بیٹیوں کو شامل ہوگی اور اگر اس نے ابناتی کہا لیکن اس کی صرف بیٹیاں ہوں تو اس کے لئے ان چہیت نہیں ہوگی۔

## صریح کی بحث

قوله : . وأما انصریح فما ظهر المراد به ظهوراً بيننا حقيقة  
كان أو مجازاً كقوله أنت حر رانت طالق وحكمه تعلق الحكم  
بعين الكلام وقيامه مقام مستاء حتى استغنى عن المعزومة .

## صریح کی تعریف .....:

لفظ صریح وہ لفظ ہے جس کی مراد واضح ہو تو وہ وہ حقیقت ہے جو چاہے تھیے انت حر اور  
انت طالق کی مانند یہ دونوں درحقیقت اور کلاماً توڑ کُل کرنے میں صریح ہے

## صریح کا حکم :

اس کا حکم عین حکم ہے۔ باخبر متعلق ہوگا۔ ہے۔ "اور میں ارس کی جی ضرورت نہیں ہوتی  
ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص سہو سے انت نہا چاہتا تھا لیکن اس نے انت طالق کہا یا طلاق "اے کی ہو  
بانے کی







## تقسیم رابع

اس تقسیم میں ماقبل محمد اللہ نے درج ذیل چار قسمیں بیان فرمائی ہیں :-

(۱) استدلال بعبارة النص

(۲) استدلال بامارة النص

(۳) استدلال باقتداء النص

(۴) استدلال بدلالة النص

## قبولہ: واما الاستدلال بعبارة النص

(۱) استدلال بعبارة النص :- غور فرمائی نص کی عبارت سے استدلال کرنا

## اصطلاحی تعریف:

هو العمل بظاهر ما سبق الكلام له لعين النص کے ظاہر پر عمل کرنا۔

## تعریف کی وضاحت:

صاحب نور الالوٰۃ نے اس مقام پر نص کی تعریف فرمائی ہے، فرماتے ہیں کہ نص قرآن مجید کی عبارت کا نام ہے اور یہ نص اصطلاحی کے علاوہ ظاہر مفسر اور خاص و قیصرہ کو بھی شامل ہے اور یہ عموم فقہاء میں مشہور و معروف ہے۔ تعریف میں لفظ عمل مذکور ہے جس سے مراد مجتہد کا استنباط و استدلال کرتا ہے یعنی وہ عمل مراد نہیں جو اعضا و جوارح کا فعل ہوتا ہے

## نص اور عبارة النص کا باہمی فرق:

تاریخ فرماتے ہیں کہ نص میں ساق کلام (یعنی: ہی مقصد کے لئے کلام کا لایا جانا) شرط ہے جس عبارت و نص میں ساق کلام کا مقصد اصلی ہو، ضروری نہیں بلکہ قیصرہ طرہ سے خواہ مقصود اصلی ہو یا نہ ہو۔

پھر تہود، اعلیٰ نہ ہونا ہی عام ہے خواہ سرے سے مقصود ہی نہ ہو یا مقصود تو بہتر مقصود اعلیٰ نہ ہو۔  
تاریخ نے کہا: ”یہ طور پر آیت قرآنی نقل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فاستکبروا عما  
صا۔ لکھو جس الساء مشنی و ثلث و رباع۔“

اس آیت نے تین نزولی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا مقصود عدد و بات بیان کرنا ہے یہ تو  
باید بت میں ایک شخص کے عقد میں دو جنسایوں ہوا کرتی تھیں۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے  
عدد و بات کو پڑھیں ٹھہر کر دیا۔ اس سے زائد بیویاں ایک وقت رکھنے کی قطعی اجازت نہیں ہے  
۔ انفرس یہ نہت بیان عدد و بات میں نہیں ہے۔ اگرچہ ظاہر کے طور پر عبارت سے نکاح کی اجازت  
(مواز) بھی معلوم ہوتی ہے یعنی یہ آیت اجازت و جواز کا ج میں عبارت اُنھیں ہے

### عبارۃ النص کی مثال:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے علی المولود لہ ورقین و کسوتین۔ صاحب نور وافر  
رہا ہے کہ ورقین و کسوتین میں بھی ضمیر راجع ہے والذات کی طرف جو، قریش میں  
مذکور ہے یورکی آیت یہ ہے والذات یہ وضع اولاد میں حویش کی مطابق لسن  
ار۔ اس یقم الموضع و علی المولود لہ ورقین و کسوتین  
بالمعروف۔ شارح نے ایک تفسیری لکھ یہ بیان کیا ہے۔ ”والد یہ والد کے لفظ اور کسوت کو  
واجب کرنے کی اور انہیں سر رکھنے ہیں۔ پہلی پہ۔ ”یہ کہ وہ اس کی بیوی اور منکر کہ ہے یہ حق بیان  
نہیں کیونکہ ہر معاشرے کے اندر شاہری بیوی کے لفظ و کسوت کا رستہ دار ہوتا ہے لیکن اگر دوسری وجہ  
مرد کی جامعہ کہ یہ اس کی محنت ہے تو لفظ و کسوت اس کی اہرت کے طور پر ہوگا۔ بہرہ و صورت اس  
میتہ کا مقصود باپ پر لفظ کا واجب رہا ہے۔ لہذا یہ اس معنی میں عبارت اُنھیں ہے

## قوله: اما الاستدلال بأشارة النص

اصطلاحاً تحریراً:

فہو العمل بما ثبت بنظمه لعلہ لکنہ غیر مقصود ولا سبیل لہ النص وليس یظاهر من کل وجه

یعنی نص کے اشارہ سے استدلال نہ ہوتا ہے۔ بلکہ اس طرح کہ یہ مقصود نہ ہو اور نہ ہی کلام کے لئے لازم یہ ہوتا ہے کہ اس میں جامع الوجود کی ضرورت ہو۔

نوائے قیود

بنظمہ۔ جس سے جس میں اشارہ اس کے ساتھ ساتھ عبارت نص بھی شامل ہے کیونکہ شرطہ نص کی طرح عبارتہ نص کا تعلق بھی نہ ہے۔ تاہم یہ سبب۔ چنانچہ اسی قیود کی ضرورت ہے ان کی بنا پر تعریف اشارہ اس کے لئے جامع اور یکہ سوائے انمول سے مانع ہو جائے۔

(۱) لغة

اس قید سے وہ معنی نکل گیا جو فقہاء و نویس کے طے پر ثابت ہو، ہے کیونکہ عبارت نص میں ہوتا بلکہ اس کا نسخہ کبھی کبھی متل ہو کر رہتا ہے۔

(۲) لکنہ غیر مقصود ولا سبیل لہ النص

اس قید سے عبارتہ نص خارج ہو گیا۔ کیونکہ وہ مقصود ہوتا ہے اور کلامی مفہم کے لئے ایجاباً ہے۔

شرح کا خیال ہے کہ ماثر کا قول ٹیپس بظاہر میں کئی وجہ قید اخترازی نہیں لکھ کر زیادہ تاکید کاغذہ سے رہا ہے۔ بالفاظ دیگر اس سے اشارہ اس کی جرح تفسیر معہم ہوتی ہے کہ اسے اشارہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ ظاہر نہیں نہ نص ہے۔



## عبارۃ النص اور اشارۃ النص کی مثال

شرعاً سنہ ان کی کسی مثل یہ ہے کہ جب آپ شخص اور سے غص کو خطر غاب اور مکمل متعدد اور ہے۔ لکھتا ہے تو ساری ہی ساتھ وعدہ چشم سے وہ اس کے دایرہ بائیں کی چیزوں پر بھی نظر کرتا ہے اور یہ یہ مفسود و کس۔ تمہیں۔ جس ہاں تھا۔ وارہ و دیکھنا عبارتہ النص اور قیہ اشارۃ النص ہے۔

## اشارۃ النص کی مثال:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **و علی المولود له رزقهن و کسوتھن** ،  
 صاحب نروال اور لڑتے ہے کہ انمولود لہ میں نام برائے اختصاص ہے جس سے معلوم ہوا  
 کہ بچوں کا نسب اس کے باپ کی طرف سے ہے کما کہ ماں کی جانب سے چنانچہ اس امر میں یہ  
 آیت اشارۃ النص ہے

**قوله:** **وہما سواء فی ایجاب المحکم الا ان الاول احق عنہ**

## التعارض

ان عبارت سے ماقبل عبارتہ النص اور اشارۃ النص سے ثابت ہونے والے احکام کا مشترک اثر  
 (مقیم) بیان فرما رہے ہیں کہ یہ دونوں اپنی سرور پر دلالت کرنے میں تعمی ہیں۔

## بجذری:

ان دونوں میں فرق تعارض کے وقت ہوگا کہ جب ایک ہی نص سے بطور عبارتہ النص ایک حکم اور  
 بطور اشارۃ النص دوسرا حکم معلوم ہو رہا ہے تو ترجیح اس حکم کو ہوگی جو عبارتہ النص سے ثابت  
 ہو کیونکہ عبارتہ النص اشارۃ النص سے اولیٰ و اذلیٰ علی النص ہے  
 شارح نے اس کی مثال بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے متعلق فرمایا کہ وہ دین و عقل  
 دونوں اعتبار سے مردوں کے مقابلے میں ناقص ہیں۔ حسب صحاحیات نے پوچھا کہ ہم میں کیا کمی

قرآن مجید نے وضاحت فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ عقل کے چار سے انصاف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان کی گواہی مردوں کی گواہی کا نصف ہوتی ہے کیونکہ دو عورتیں گواہی میں ایک مرد کے مساوی ہیں۔ نیز دین کے اعتبار سے نفیس یہ ہے کہ باہم جنس میں نہ عورتیں روزے رکھتی ہیں نہ نماز پڑھتی ہیں۔

حدیث میں لفظ شطر وارد ہوا ہے جس کا معنی اصل لغت "نصف" ہے اور سچے کا نصف پندرہ درجہ ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ عبارت جس مقصد کے لئے لائی گئی ہے دو عورتوں کے باقی علمین ہونے کا بیان ہے لیکن اشارۃً سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنس کی اکثریت پندرہ درجہ ہے۔ اسی گزے سے لازم شافعی نے استدلال کیا ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اس گزے سے آخر ما پندرہ درجہ ان قرار پاندرست نہیں کیونکہ اس کا تقاضا لازم آتا ہے دار قطنی میں ۱۰ درجہ باقی رہی اللہ عز کی روایت سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اقل السعد مر ۱۰ ریحۃ البکر والنفیس ثلثة ايام ونیالیہن واكثرہ عشرة ايام

### تعارض کی وضاحت:

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنس کی زیادہ سے زیادہ دس دن ہے اور ماہگی سے معلوم ہوا ہے کہ پندرہ دن ہے۔ روایت اس معنی میں سا دھیں ہے اور ماہگی والا کھانا اشارۃً النقص ہے لہذا واضح تعارض کے لئے قوی کو ترجیح دی جائے گی۔ اور قوی عبارت البص ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اکثر ایام جنس دس دن ہیں۔

### قولہ: وللأشارة صوم كما للعبارة

ماقن فرماتے ہیں کہ جس طرح ثابت عبارت البص میں صوم ہے اسی طرح ثابت یا اشارۃً البص میں بھی ہے۔ اس عبارت سے غرض ماقن دو چیزیں ہیں۔ (۱) عبارت البص میں عموم کا ثبات (۲) اشارۃً النقص میں عموم کا ثبات۔

## دلیل:

ماہر نامیہائی نے اس کی دلیل کا قیامائی ہے جس کا یہ اصل یہ ہے کہ یہ دونوں نظم سے ثابت ہوتے ہیں اور نظم میں موم اور نسوس دو نامی پڑے جانتے ہیں لہذا ان سے یہ تفسیر اقام کی گئی کہ نسوس موم اور موم نسوس مراد ہیں۔ اور جس اقوال سے یہ تفسیر نکلتی ہے۔

## اشارۃ النص عام مخصوص منہ البعض کی مثال:

اللہ تعالیٰ نے شہداء کو متفرق (مترد) کہنے سے منع فرمایا کہ تو لا تقسوا علیہم السمن فقلل فی سبیل اللہ امیرا۔ اس سے اشارۃ یہ بھی مخصوص ہوا کہ شہد پر فرزند ہیں، لیکن یہ بھی جائز ہے کہ ان کے والدین بھی۔ لیکن ان سے حضرت حمزہ اور علیہ السلام کا خاص میں لیکن ان پر خصوصاً نرم علیہ السلام اور بنو ہاشم وغیرہ۔

تقریباً یہ مثال شائع کے مذہب کے مطابق ہے اور یہ کہ ہمارے شیعہ کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے۔

ان کے خلاف کے مذہب یہ کہ بعضی الموقوفہ ذلہ سے معلوم ہوا کہ ان کے لئے ہمارے میں اپنے وقت کا اصل ہے لیکن بیانی ہمارے اس نظم سے منسلک (ذمہ) ہے کیونکہ یہ کہنے کے لئے اس سے اہل یہ نہیں ہے۔

## قولہ: اما الثابت بدلالة النص

## دلالت النص کی اصطلاحی تعریف

ما نص بمعنی النص لغة لا اجتہاداً یعنی وہ معنی جو نص کے معنی سے اخذ کے درجہ میں ہو اور اس کے جاننے کے لئے اجتہاد و استنباط کی ضرورت نہ ہے۔

## فواہم قیود:

(۱) معنی۔ اس قدر ہے کہ نص اور عبارت النص اور جہاں ہو گئے کہ ان کا تعلق نظم سے ہے

(۱۰۱)۔ حدیث یہ ہے: ”فی فصل من جس سے فصل اٹھیں اور مزدور نظر کرنے تک نہ لے۔ اس کا قسم شرع سے وہ اپنی کوتاہی ہے۔“ (اجسادہ شفا) یہ نہیں بلکہ لغوی مزید تاکید ہے۔

### امام رازی کا زعم اور اس کا بطلان:

امام رازی اور چند فرائض مہم قیاس و دلیل الہیہ کے ایک ہی حق تصور کرتے ہیں یہ بات بالکل ہے۔ لیکن جو مہم قیاس سے معلوم ہوتا ہے وہ کتب سے ملتا ہے نہ کہ ماہیت ہدایہ انصاف کا مقلد ہیں۔ دوسری پہ فرقی یہ ہے کہ قیاس کے معنی میں وہ دو ہیں نہ کہ اولیٰ اس کا کوئی منکر نہیں۔

### ما تین کی بیان کردہ دلالت انصاف کی مثال:

مثلاً تھانی کا بیان ہے: ”لا یشترک فیہ الا ف۔“ (لا یشترک حساً یعنی وہ میں کے لئے ایک ہے۔ نہ کہ کوئی دوسرا)۔ تین میں سے کسی نے اس سے بھی مقول ہے: ”مستحب پر۔“ یہ تمام صحیح ہے بلکہ تین ہر ایک کے لئے اس سے جس پر مستحب کا توقف ہے۔ تفصیل یہ ہے: ”ما تین تھانی کے فرمان کا معنی تیسو۔“ یعنی من تینہ اور میں ہے جو بطور عبادۃ اللہ مستحب ہے۔ جس کا انکی معنی و لغویں کو دینی اور دنیوی تعلیم دینی ہے اور ایسی ہی شہادت سے ضرب اور میں کی حرمت بھی ثابت ہوتی ہے۔ اس میں ان کے کام طریقی کرنا وغیرہ۔ یہ بطور دالہ انصاف ہے کہ وہ دالہ انصاف کا کوئی ترین درجہ نہ ایک مہم سے تو اس دالہ میں ضرب و شتم و عداوت حرام ہوتا ہے۔

### والثابت به كالتأبیت بالاشارة الا عند المتعارض

درست انصاف میں، میں و انصاف کی طرح مقلد انصاف ہے لہذا متعارض کے وقت اس پر اشارہ انصاف کو ترجیح حاصل ہوگی۔ اشارہ کے متعارض کی مثال میں یہ ثابت پیش کی ہے من قلیل مؤمنناً خطاً و مذکورہ درجہ مؤمنناً۔ یعنی، اگر کوئی انصاف مقلد سے کسی مسلمان کو قتل کرے تو اس پر بطور عبادہ ایک مؤمن ملامت کو لازم کرنا واجب ہے۔

## تعارض کی وضاحت

مبارزۃ النفس سے قتلِ خطا کا کفارہ ثابت ہوا اور دلالتِ النفس کے طور پر یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ جو شخص عداوت کسی مسلمان کو قتل کرے اس پر بھی کفارہ واجب چاہئے کیونکہ اس کا جرم خالصی سے اعلیٰ ہے اور جب ادنیٰ پر کفارہ ہے تو اعلیٰ پر بدرجہ اولیٰ توانا چاہئے۔ اس سے استدلال کرتے ہوئے امام شافعیؒ نے قتلِ محمدؐ میں بھی: ”جب کفارہ کا قول فرمایا ہے مگر اختلاف کے نزدیک قتلِ خطا میں فقط قصاص یا دیت ہے نہ کہ کفارہ۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اگر حکم (دلالتِ النفس) کا تعارض دوسری آیت سے ہو رہا ہے۔ جیسے ارشادِ الہی: ”مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مِّنْهُنَّ مُتَعَمَّداً فَجَزَاءٌ مِّمَّاهُمْ“ خدا لداً فقیہا۔ یہاں سے اشارۃً النفس کے طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قتلِ محمدؐ کی صورت میں کفارہ واجب نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ عائد کی کامل سزا ہے۔ چنانچہ دفع تعارض کے لئے ہم نے ترجیح کے اصول پر اشارۃً النفس (ہم و وجوب کفارہ) کو ترجیح دی دلالتِ النفس (وجوب کفارہ) پر لہذا عائد پر کفارہ نہیں ہے۔

**اعتراض:**۔۔۔ اگر محکم ہی کامل سزا ہے تو پھر عائد پر قصاص اور دینی سزا بھی نہیں آتی چاہئے

**جواب:**۔۔۔۔۔ قتل میں دو چنانچہ ہیں (۱) تلفِ نفس (۲) فعلِ حرام کا ارتکاب اور اس آیت میں فعلِ حرام کے معنی ارتکاب کی سزا یعنی جہنم مذکور ہے۔ نہ تلفِ نفس کی سزا یہاں ذکر نہیں۔ بلکہ سورۃ البقرہ میں ہے: ”كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْغُرْمَ بِالْغُرْمِ“ نہایت والی سزا دوسری نفس کی بے درجہ داری کی جاتی ہے۔

(۲) تسلیمی جواب:۔۔۔۔۔ اس نفس کے مطابق جہنم ہی جزائے کامل ہے۔ ہم نے انھیں کوئی زیادتی نہیں کی۔ البتہ جہاں تک قصاص کا تعلق ہے تو وہ دوسری نفس (مذکور بالا) سے ثابت ہے۔

**قولہ:** ولہذا مسح اثبات الحدود والكفارات بدلالة النص دون القياس۔

محل میں بیان کیا تھا کہ قیاس غنی اور عبارت النص ہے یہ عبارت اس پر تفریع ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ چونکہ دلالہ النص قطعی ہے لہذا اس سے وہ چیزیں یعنی قصاص و دیت بھی ثابت ہو جائیں گی۔ جو شہادت سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ لیکن قیاس میں بوجہ غلطیت شبہ آ گیا لہذا اس سے یہ امور ثابت نہیں ہو سکے۔ اس تفریع پر شارح عام نے مندرجہ ذیل مثالیں بیان فرمائی ہیں:-

### (۱) اعزازِ سلمیٰ کے علاوہ کے اوپر حد ذاتہ یعنی رجم کا ثبوت۔

ذکوہ سوالی تے دربار رسالت میں آکر چار مرتبہ اعتراف جرم کیا جس کے نتیجے میں اسے رجم کیا گیا۔ جو حضور اکرم ﷺ کا حکم تھا۔ لہذا حضرت اعزہؓ پر رجم کا ثبوت قرعہ الہی سے ہوا لیکن اس کی علت ان کا اعزاز ہونا یا صحابی رسول ہونا یا نبی اکرم ﷺ ہونا نہیں بلکہ ارتکابِ زنا ہے لہذا دوسرے زانیوں کے لئے حد رجم کا ثبوت بطور دالہ النص ہو گا۔

### (۲) عمارِ یمن کے پشت چا ہوں کیلئے سزا کا اجراء:

قرآن مجید میں آیا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف محاربہ کریں ان پر حد جاری ہوگی۔ یہی علت اور معنی ان کے وہاں، انصار میں بھی پایا جاتا ہے لہذا اولادِ انس کے طریق پر ان کے لئے بھی یہی حد ثابت کی جائے گی۔

یہ دو مثالیں دلالہ النص سے حد ثابت کرنے کی تھیں۔ اب آئیے انکا دلیل سے کفاروں کے اثبات کی طرف۔

### (۱) عمر آروزہ فاسد کرنے پر کفارے کا لزوم:

ایک اعرابی صحابی نے خدمتِ اقدس میں آکر عرض کیا کہ اس نے رمضان میں یوں کئے اللہ اپنے سزا دار اور اسے اپنی اہلیہ سے ساتھ ہم سفر کی ہے۔ چنانچہ اس پر سب سے پہلے سزا کا حکم جاری ہوا۔ جس میں بات ہے کہ اگر اعرابی نے اہل کفارہ حد و اللہ سے ہے لیکن اس کو پتہ نہ تھا کہ یہ کفارہ



### دلالة النقص من عموم کیوں نہیں ہوتا:

شاذ جرح رحمہ اللہ اس امر کی تشریح فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ عموم اور خصوص کا قطع الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ لفظ النقص سے ثابت ہونے والے احکام مبنی موضوع کو لازم ہوتے ہیں نہ کہ الفاظ کو لہذا ان میں عموم نہیں پایا جاتا۔ لافہ من عوارض اللفظ لا المعنی

### دوسری وجہ:

شاذ جرح رحمہ اللہ یہ سنے۔ ہم عموم کی دوسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اذلة النقص کا مدار علت پر ہے اور ہمیں یہ حالت یاد رکھنی ہے کہ یہ ممکن ہے کہ بعض شخصیات کا احتمال بھی نہیں ہوگا۔

### مثال سے وضاحت:

اللہ تعالیٰ نے اللہ میں اتعاق و لا کو مضمون فرمایا ہے فليلا تنقل ليسا اف ولا تظهر هما اور لا فلفه الشخص۔ اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ میں ہر بات کو کچھ ہی کرنا حرام ہے، کیونکہ ہمیں اذیت کا اعلیٰ درجہ پایا جاتا ہے جو تالیف اور تخریک کی حرمت کی علت ہے۔ اب جہاں علت (واللہ بن کی اذیت دہانی) پائی جائے گی وہاں حرمت ضرور ہوگی۔ ورنہ جسے اور معلول میں تعامل نہ ہوگا۔ اگرچہ یہ بات پختہ کر۔ جس سے جہت نامہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ اس امر کو معلوم واسطے نہیں کہا جاسکتا کہ جرم عوارض الفاظ سے ہے اور یہاں عموم پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں پایا جاتا۔

قوله: اما الغائب باقتضاء النقص فما لا يعمل النقص الا بشرط  
تقدمه الخ.

### (۴) استدلال باقتضاء النقص

لفظی معنی: یہ بیان ہے کہ غائبہ کے اس متعلقے سے اس سے دلیل پکڑنا۔

معنا میں قرینہ: لا، معنی النقص الا بشرط تقدمه.





مقدم ہو۔

**قولہ:** وعلامته ان یصح به المذکور ولا یلغی عند ظہور الخ۔  
مقتضیٰ اور محذوف کا فرق:

ماثر رحمہ اللہ نے سب پہلے مقتضی کی علامت کو مثال کے ذریعہ واضح فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ

مقتضیٰ کی علامت:۔۔۔ مقتضی اگر کسی وقت عبارت میں ظاہر بھی کر دیا جائے تو اس کے ظہور سے عبارت میں کسی قسم کا تغیر واقع نہیں ہوتا ہے۔

مثال سے وضاحت:۔۔۔ ناکل کا یہ قول ان اکنت فعبدی حرہ بطریق اختصار اخص عدلاً "مقتضیٰ کا غائب کرنا ہے۔ اگر اسے عبارت میں ظاہر کر کے یوں کہا جائے "ان اکنت الطعام فعبدی حرہ تو بھی حکم میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آتی۔

اسی سے مقتضی اور محذوف کا فرق بھی معلوم ہو گیا کہ مقتضی کو اگر عبارت میں ظاہر بھی کر دیا جائے تو عبارت متغیر نہیں ہوتی جبکہ محذوف کو اگر ظاہر کر دیا جائے تو عبارت میں نہ صرف باقتدار ترکیب بلکہ مقصود براد کے اعتبار سے بھی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ جیسے اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔

محذوف کی مثال سے وضاحت:

اللہ تعالیٰ کا قول ہے "واسئل القریہ" اگر ہم محذوف (اعل) کو ظاہر کر کے یوں پڑھیں:۔  
 واسئل اعل القریہ تو ملاحظہ فرمائیے عبارت میں دو اعتبار سے تغیر واقع ہوں جس کی وضاحت مندرجہ ذیل ہے۔

محتوی تغیر:۔۔۔ پہلے سوال ہستی سے کرنے کا حکم تھا۔ اب ہستی واؤں سے ہے یعنی مضاف کو ظاہر کرنے سے مسئول عند تبدل ہو گیا۔

**ترکیبی (لفظی) تغیر:-** پہلے لفظ القریب پر داخل فعل امر کا مفعول واقع ہونے کی وجہ سے نسب قہا اب نہ کہ یہ اصل مفعول ہے کہ لئے مضاف الیہ واقع ہوا ہے لہذا مجرد ہوگا۔  
**خلاصہ کلام:-** مقتضی اور محذوف میں مندرجہ ذیل فرق ہیں۔

مقتضی	محذوف
(۱) مقتضی کو ظاہر کرنے سے عبارت میں پہنچائی اور ترکیبی اعتبار سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔	(۲) محذوف کو ظاہر کرنے سے عبارت میں دونوں طرح کی تبدیلیاں آتی ہیں۔
(۲) مقتضی کا تعلق شریعت سے یا مثل سے ہوتا۔ براہ راست کا تعلق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا	محذوف کا تعلق لغت سے ہوتا ہے
(۳) مقتضی عبارت کو شرعاً یا عقلاً یا معنی بنانے کے لئے لایا جاتا ہے	محذوف عبارت میں انتخاب کیلئے مانا جاتا ہے

**قولہ:** والثابت منه كالدلالة النص الا عنه المعارضه الخ

تشریح عبارت:- اس عبارت سے دو نکتہ سے حاصل ہوا ہے:-

(۱) الثابت بالاقتضاء النص (مقتضی) کی مثال

(۲) مخارض کے وقت دلالۃ النص کی وجہ ترجیح

بہم ترتیب اور اہمیت سے دونوں باتوں بیان کریں گے۔

(۱) **الثابت بالاقتضاء النص کی مثال .. قال الله**

نبارک و تعالیٰ فی الکفار انہ: فتحبریر رقعۃ لفظ کے مومک کو ضایہ ہے کہ قہا

لہذا رقعۃ لفظ کے وہ خیمہ ہے کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہ ہو کہ یہ لفظ ہے کہ قہا کے عام کے



احناف کی دلیل :-۔۔۔ عموم اور خصوص الفاظ کے جوڑ میں سے ہیں جبکہ متشخصی معنی کی قبیل سے ہے۔

(۲) شوافع کا مذہب :-۔۔۔ شوافع اہل اصول کے ہاں متشخصی میں عموم ہے

شوافع کی دلیل :-۔۔۔ شوافع متشخصی کو محدود کی طرح قرار دیتے ہیں جو مطلق ہوتا ہے لہذا متشخصی معنی الفاظ کی قبیل سے ہوگا۔ اور انہیں عموم و خصوص چاروں ہوتے۔

قولہ: هذا اصل کہیدر مختلف الخ

ما تفرقتے ہیں کہ السعذوف کا لفظ کو شوافع کے ہاں ایک مسلہ اصول ہے جس کے ہم منکر ہیں۔ اسی اصل کبیر پر ہمارے اور ان کے درمیان مختلف مسائل میں اختلافات ہوئے ہیں۔

قولہ: ولا يقال ان قوله اعلى عليك عني .

ہمارے احناف کے مذہب پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کا جواب ہے

اعتراض کی تقریر :-۔۔۔ آپ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ متشخصی میں عموم نہیں ہے جبکہ اس مثال

میں آپ نے خود متشخصی میں عموم بیان کر اپنے مذہب سے انحراف کیا ہے۔ مثال یہ ہے کہ تاکس نے

کہلا عشق عبدك عني اس میں اقتضا کے طور پر شیخ اننا ضروری ہے، لہذا انہیں عموم

نہیں ہونا چاہئے حالانکہ آپ بھی کہتے ہیں کہ اس کا قول تمام غلاموں کی بیخ کو مثال ہے

جواب :-۔۔۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ہم اس مسئلے میں جو تمام غلاموں کی بیخ کا قول کرتے ہیں وہ

متشخصی میں عموم ہانے کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ یہ کلام اس کلام کے معنی میں ہے اسع عبدك

عنی تم کن و کیلی بالاعتاق اور یہاں عبدك کا لفظ عبادت میں مراد لفظ کور جاس

کے عموم کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ یہ قول تمام غلاموں کی بیخ کو مثال ہے لہذا آپ کا یہ بات ہے

بنیاد ہے کہ ہم نے متشخصی کو عام مانا ہے۔



**جواب :-** ہر طرح کا کھانا کھانے کی وجہ سے اس کا حث اس لئے نہیں کہ ہم نے خدا سے محرم بنانا ہے بلکہ اس بنا پر ہے کہ سبیت اکل ہر قسم کے کھانے میں موجود ہے۔

### شواہد کے بارے خاص طعام کی نیت دینا درست ہے

شواہد حضرات کا کہنا ہے کہ کُرا سے طعام سے صرف گوشت کھانے کی صورت میں ترتیب جزاء کی نیت کی قن اور گوشت کے علاوہ کھانے کھائے ہیں تو یہ دینا نہ جائز نہیں ہوگا۔

**شواہد کی دلیل :-** ان کے پاس مقتضی غذا و لقمہ کی طرح اور غذا و لقمہ کی طرح ہے یہاں تک کہ لقمہ یعنی طعام تحت الشرذات ہے اور ایسی صورتوں میں مکرہ عام ہو، کرتا ہے۔ نیز طعام میں عموم ہے اور تخصیص کی نیت بھی درست ہے

### قولہ : وان قال ان اكلت طعاما لو اكل الخ

شارح ان مثالوں کے ذریعے یہ بیان کرتا چاہتا ہے جس نے ذکر میں عموم اور خصوص بالاقیان جاری ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی شخص نے یوں کہا ان اكلت طعاما فمعدی حر، یا بالخاص ویکرہ من مخرج کمالا اکل والا عبیدی حر

ان دونوں صورتوں میں اگر نیت نہیں کی تو ہر طرح کے کھانے سے حائث ہو جائے گا کیونکہ یہی مثال میں طعاما اور صرف مثال میں اکل، ہے ان میں بعد مکرہ ہونے کے عموم ہے اور یہ اگر کسی خاص قسم کے کھانے کی نیت کرے تو دوسرے کھانے کھانے سے نہ وقفاء حائث ہوگا، یا نہ کہ عام کی تخصیص ہا تا ہے نیت سے قبل طعام اور اکل عام تھا یہ خاص کر دے

### قولہ : ولكن ايراد هذا المثل الخ

شارح فرماتے ہیں بعض مصلحتوں کے لئے شرعی ہونے کی قید لگائی ہے۔ ان کے مذہب پر یہ مثال اس لئے درست نہیں کہ یہ نقلی ہے آئے مذہب مخالفان وقت است ان الخافہ میں کی

## قولہ: والاولیٰ ان یقال الخ

وہ مت بھی ہے کہ متغنی جس طرح تشریح ہو سکتا ہے اسی طرح عقلی بھی ہو سکتا ہے، بہت محذوف ہر صورت میں اقویٰ ہوتا ہے۔

**قولہ:** وکذا اذا قال انت طالق او طلقک ونوی ثلثا لا یصح الخ

## (۲) دوسری تفریح:

صورت سہمہ .... کسی شخص نے اپنی بیوی کو ان الفاظ میں طلاق دی انست طلاق یا طلمتک۔ اب اگر یہ شخص تین طلاقوں کی نیٹہ کرے وہ احکام کے ہاں یہ نیٹہ برے نہیں لہذا، یوں پر تین طلاقوں کا قیاس نہیں ہوگی۔

**احکام کی دلیل:** شرع نے طلاق کی متعدد وجوہیں، اصل یہاں فرمائی ہے کہ جو بزرگ، بزرگ، انت طالق اور طلمتک فرمیں، وہ طلاق کا کلمہ کہتا ہے کہ خیر سے پہلے طلاق نہ کر چکی ہو۔ لیکن یہاں کے بخوبی یہاں طلاق کا کلمہ ہے اور وہ کلمہ ہی وقت باقی ہوتا ہے۔ اب اس سے قبل طلاق کو جو چاہا وہاں ہے مگر چاہا اس نے حقیقتہً اس سے قبل طلاق نہیں دی لیکن ایک ساقی بالغ مسلمان نے ایسے کلام، حد حریت، اعتقاد، حد دست ہو، جو قرآن و سنت سے بڑھ کر ہے اس سے قبل بطور قطع طلاق نہیں رہی پانے کو یہ شواہد نہیں کہا ہے انست طلمتک، لانی طلمتک، فعل، حد، انفس میں دونوں طلاقوں میں طلاق کی نیٹہ اس لئے کہ اسے کہہ کر متغنی میں موم کے لئے کلمہ ہے۔

**شواہد کا یہ حصہ:** شواہد کے ہاں اس میں ... جو میں ... وہ تین طلاقوں کی نیٹہ کہہ رہا ہے، بہت حد تک اس کی نیٹہ کا اعتبار ہوتا ہے۔

**شواہد کی دلیل:** یہ دونوں طلاق پر مبنی ہیں، ان میں وہ طلاق جو شواہد متغنی کے







شلسی الشیخی باسمہ العلم سے تخصیص کا فائدہ حاصل نہ ہوا تو قصداً صحابہ رضی اللہ عنہم  
جرازا زبان تھے یہ حکم کیوں مانتے تھے۔

### وجہ فاسد کے فساد کی وجہ اول:

اگر اس کا مدعو کو مان لیا جائے تو کلمہ صحیح۔ البتہ دوسرے جزاء محمد رسول اللہ سے نفوذ باطل  
کذاب بلکہ کفر لازم آئے گا۔ کیونکہ یہاں بھی حکم رسالت اسم علم پر لٹکا یا گیا ہے۔ چنانچہ معنی یہ ہوگا  
کہ مطلوبہ کے علاوہ اور کوئی شخص رسالت کے مرتبہ علی پر فائز نہیں ہے۔ یہ سراسر کاذب اور کفر ہے  
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں رسول بھیجے ہیں اور سب پر ایمان و مائثرہ ایمان ہے۔ الذات  
دالہ و ملنکۃ و کتبہ و رسالہ الخ لہذا اس طرح حکم لگانے سے تادمہ کی نفی نہیں ہوگی  
۔ چاہے (۱) یہ حکم کسی حد کے ساتھ مقرر ہو مثلاً یہ حد۔ خمس من الفواسق  
یقتلن فی الحبل والحرام الحداد والغارة والکلب العقور والحیة و  
المعترب۔

تکذیب۔۔۔۔۔ بعض مغفبات اس صورت میں بعد ان کی نفی کا قول کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ  
اگر میں نے بعد ان کی نفی راہ اول پر جائے تو حد کو کوئی فائدہ نہیں رہتا اس کا اچھالتے سے یہ جواب دیا  
جائے۔ حد دینے کے لئے نصف مقدم ہوتے ہیں یہاں اس کا مقصود یہ وقت اتمام ہے لہذا یہ حدود  
کی نفی ہوا انت ذلک نے کے ہوا مفید ہے۔

(۲) یہ قسم حد کے ساتھ مقرر نہ ہو جیسے یمن والی مثال۔ الماء من السماء (الحمد للہ)

### قولہ: لکن افتی المتأخرون الخ

اس عبارت سے مراد یہ ہے اہل حق مقدمہ کے جواب سے رہے ہیں

اعتراف۔۔۔ آپ اے مناصب علی الشیخی باسمہ العلم نفی و تداہر

الذات نہیں کرتی اس حد سے ہوتا ہے حالانکہ یہ حد حد روایت فقہیہ میں جاری و نایب

### جواب:

مخالفین امام کا فتویٰ اس بات پر ہے کہ روایات فقہی میں تو یہ قاعدہ جاری ہوگا لیکن مضمون شرعیہ میں نہیں مثلاً حساب دینے سے نہ دیر عظیم کی یہ قرینہ کی ہے کہ دس کی ایک جانب کو حرکت دینے سے جانب آخر میں حرکت نہ کرے فرمایا ہے جبار الوضوء من العباد الا عسر (یعنی عسر چاہے نہ ہو اس جانب سے وضوء جائز ہے) اس سے یہی منسوخ ہوتا ہے کہ دروغ اپنی سمت و قبل جانب سے وضو کرنا جائز نہیں۔

قوله: لان النصل لم يتناول فكيف الخ.

### احناف کی دلیل:

جواب نہیں ہے صرف یہی غم معلوم ہو رہا ہے تو کس طرح غیر مضمون کو ثابت کیا جاسکتا ہے کہ کوئی اعتراض نہ ہے سے متعلق ہے تو فقہی غیر مضمون ہے اور فقہی صرف مضمون حکم کو شامل ہوتی ہے نہ کہ غیر مضمون کو۔

### مثال سے وضاحت:

شارح فرماتے ہیں اگر کوئی کچھ اجزاء کسی وجہ تو یہ کام صرف محبت زیر پر لالت کرتا ہے، رہا اگر وہاں ثبات ہے، یہ اس کے متعلق رکھتا ہے۔ اسی طرح النساء من العاء اخراج منی سے وہ جب غسل کرتا تو غیر ہے رہا اگر غسل سے احب یا عدم، جب غسل اس کے متعلق یہ طاقت ہے اور اس مسئلے میں دوری حدیث سے مضمون ہوتا ہے اذاجاوز المحققان الى خفاء فقد وجدنا الفصل الاول لم يغزل۔ اسی طرح خدہ من من الملو اسبق الخ سے اس کے علاوہ نو روایات مضمون نہیں ہوتا۔

قوله: وفائدة التخصيص الخ:

اعتراض:۔۔۔۔۔ جب امر علم کی مراعات امام کی نفی میں مفید نہیں تو اس کی مراعات کا کیا



تیرنہ وہ شہوت (اشنی) سے متعلق نہیں ہوتا۔

**جواب:** نہ اگر حدیث سے نہیں اور غفار کے بعد الا غسل واجب خارج ہوتا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ انکا تعلق شہوت سے نہیں ہے۔

**قولہ:** لكن الماء على نوعين الخ

**اکمال کی وجہ سے وجوب غسل کی وجہ:**

شاذ صنف کے اس جواب کی مزید وضاحت کرتے ہیں کہ جب غسل کے تمام افراد خروج مٹی اور کھرس میں تو اکمال کو ان افراد میں کیسے ضروری کیا گیا ہے۔ حالانکہ اکمال میں خروج مٹی نہیں آیا جاتا فرماتے ہیں کہ ضمیمہ کے باقی خروج کے اعتبار سے مٹی کی دو قسمیں ہیں (۱) عدنان ان جس کا خروج ظاہر اور محسوس ہو۔

(۲) دلالت: مٹی کا خروج ظاہر اور محسوس طور پر نہ تو نہیں خروج مٹی کی دلیل مٹی اتنے کے ختم نہیں پایا جائے۔ لیکن سب خروج مٹی کا خروج مٹی کے کہ تم مقام قرار دے کہ غسل واجب کیا گیا۔ کیونکہ بعض اوقات اتفاق سے خاص کے نتیجے میں وہ رقیق مٹی خارج ہوتی ہے لیکن اگر غسل کے نکاح سے غسل مٹنے کی وجہ سے یہ خروج قلیل محسوس نہیں ہوتا لہذا اضیاط اسی میں ہے کہ غسل واجب کیا جائے۔

**قولہ:** والحكم اذا اضيف الى المسحوي بوصف خاص او

خلق بشرط الخ۔

**دوسری وجہ فاسد کایان:**

امام شافعی کے اس طریق استدلال کی روشنی میں

(۱) کسی قسم کو اگر کسی شرط کے ساتھ منکر کر دیا جائے تو وہ ہے۔ حد میں حکم کی قیاد ولایت کرتا ہے

(۲) کسی قسم کو کسی وصف کے ساتھ مٹھایا جائے تو جس وصف نہیں ہوگا اب ان حکم بھی نہیں دیا

جائیگا۔

(۱) پہلی شق کی مثال:۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمِنْ نِعَمِ مَقْطَعِ مَنَکُمْ  
مَا رَزَا أَنْ يَذَرَکُمْ ۖ لَعَنَ عَذَابَ الْمُؤْمِنَاتِ ۖ فَمَنْ مِمَّا مَلَکَتْ أَيْمَانُکُمْ  
(النقران)

### طرز استدلال:

اللہ تعالیٰ نے باندیوں کے ساتھ نکاح کو عدم قبولی رکھ کر شرط کے ساتھ شرط کیا ہے۔ لہذا جہاں  
یہ شرط نہ پائی جائے یعنی جو شخص مومن آزاد عورت سے نکاح کرنے پر قدرت رکھتا ہو اس کے لئے  
باندیوں سے نکاح جائز نہیں

### (۲) دوسری شق کی مثال:

اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے باندیوں کو ذمہ کی صفت کے ساتھ تعسف فرمایا ہے: فَالْأَسْوَءُ  
تَعْلَافٍ ۖ فَمَنْ مِمَّا مَلَکَتْ أَيْمَانُکُمْ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ ۖ لَعَنَ عَذَابَ الْمُؤْمِنَاتِ ۖ فَمَنْ مِمَّا  
سے ظلم کی نفی پر دلائل لے کر ہے۔ یعنی اہل کتاب کی باندیوں سے نکاح جائز نہیں ہوگا۔

وخاصلہ الاول انه السعی بالنسب و النکاح ۖ حدیثہ الحج ۖ

ما بین رحمۃ اللہ نے اس شافعی کی دلیل کا جائز دیتے ہوئے فرمایا: اداء شافعی کی دلیل کی بنیاد پر  
چیزوں پر ہے جن کا بیان مذکور ہے

### (۱) وصف کا شرط کے ساتھ الحاق:

امام شافعی کا خیال یہ ہے کہ شرط طرح شرط کے وجود پر عدم کے وجود کا دوسرے عدم پر فخر کے عدم  
کا اداء ہے۔ یہ امام احمد حنبلہ، النسب و حد الحکم والاقرار ای طرح وصف کا عدم  
بھی ہے۔ الفرض کسی نے وہی یعنی کوہن طلاق میں اداء ہوا ہے اور ان کے ہاں وہی  
ان کے موت کے ساتھ علانی ہوئی جس طرح اس قبر میں ہے انفس بظنی ال کما

راکت، الکبة حال ہے اور تمام بغیر ہو۔۔ لی عادی نصف بھی ہو

## (۲) تعلیق بالشرط منع حکم میں عامل ہے نہ کہ منع سبب میں:

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر کسی حکم کو کسی شرط کے ساتھ معلق کر دیا جائے تو یہ تعلیق اس حکم سے تو دور و شرط نہ مانع ہوتی لیکن اس کا سبب ضرور ہے۔ مثلاً ان سحلت الذار فانت طالق کی صورت میں قسم (توابع حقائق) کے لئے تو تعلیق (دفعہ دار مانع) ہے لیکن سبب میں مانع نہیں ہو سکتا۔ یعنی یہ اور عام موجود ہوگا۔ الغرض (دفعہ دار) نہ پایا جائے تو طلاق کا واقع نہ ہونا عدم شرط ہوگا۔ اور امام شافعی کے مذہب کی مزید تفسیر اس میں مثال سے ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی آدمی مطلقاً نہیں کہی یہ ضرور غیر دوسرے لفظوں سے یہ نفل اس کے حکم (شرع) سے مانع ہے لیکن سبب قسم (بیاری بین) سے مانع نہیں، کیونکہ لفظانے کے پورا پورا اس کا بیاری بین برقرار ہے

## مذہب شوافع کی مزید وضاحت کیلئے تعریضات:

### (۱) پہلا مسئلہ:

حسب ابطال تعلیق الطلاق و العتاق بالملك امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی عقیقہ موت سے یوں کہے ان نکحک فانت طالق۔ (۲) اگر کوئی کسی غلام سے یوں کہے ان ملکک فانت حر فان ملکک فانت حر۔ تو یہ کلام باطل ہوگا کیونکہ یہ تعلیق جو سبب سے مانع نہیں اندھا علی الترتیب سبب اور انت طالق اور انت حر انحصار موجود ہیں اور یہ شخص کے قیام میں چنانچہ نفل یعنی زوجیت اور ملکیت متعدد سبب سے اندھا کلام باطل ہے اگرچہ بعض یہ شخص یہ ترتیب ضروری سے توڑ کر لے و نام کا مالک بن جائے تو بھی اگر کلام میں جوہر سے نہ طلاق دائر ہوگی اور یہی امام شافعی کا مسلک ہے۔

### (۲) دوسرا مسئلہ:

وجوز التکفیر بالمالی قبل العتق۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ



ہے کہ اگر کوئی شخص شرمکھانے کے بعد حالتِ بے ہوشی میں بھی گمراہی کرے تو وہ اہل جہنم ہو جائے گا۔  
 چاہے بعد میں حالت ہو جائے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ سببِ کفارہ یعنی یمنین پایا گیا۔ اور  
 سبب کی وجہ سے شرمِ وجوب کہ وہ ثابت ہے اگرچہ وجوبِ ادا حالت کے بعد ہی تحقق ہوگا۔  
 احکامات کے ہاں شک سے نفسِ کفارہ جائز نہیں۔ جس کی تکمیل یہ ہے۔ احکامات کہتے ہیں کہ یہ ادا  
 تھیں اور وہ سبب ہے جو معتبر نہیں اس طرح وقت سے پہلے نماز ادا کرے۔ جیسے اختلافِ سبب  
 میں ہے جو شافع کے ہاں یمنین ہے لیکن احکامات کے ہاں شک ہے اور یمنین جب براہِ راست۔ یا  
 راستہ کے ذریعہ میں کوئی اضافہ نہیں ہو کہ جس میں نفسِ وجوب ہے وجوب اور شک نہیں بلکہ  
 دونوں ساتھ پائے جاتے ہیں۔ وہاں کہ راویہ تو اختلاف کے ہاں اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں  
 کیونکہ اہل مقصود نہیں بلکہ حق اللہ میں مقصود اسکی قراہت کی ہوتی ہے۔ خواہ کسی طرح بھی ہو۔ لہذا  
 کفارہ راویہ میں بھی نفسِ وجوب وجوبِ ادا سے جدا نہیں ہوگا۔

## وعندنا المعلق بالشرط لا ينعقد سبباً الخ

شوافع کا مذہب اگرچہ تعلق بالشرط ہیچ سبب ہو کرکتا ہے۔

احکامات کے ہاں معلق بالشرط ہیچ سبب منعقد نہیں ہوتا۔ اگرچہ صورتاً سبب کا ذمہ ہو کیونکہ طلاق  
 اور عتاق وغیرہ استعارات میں سے ہیں لہذا ان میں تعلیق کا کامل ہونا ضروری ہے اور وہ یہی ہے  
 کہ شرط سبب اور حکم دونوں سے مانع ہو۔ لہذا انت طالق ان دخلت الدار کی  
 صورت میں جب تک شرط یعنی قولِ بارہ پائی جائے تو اس سمجھا جائے گا کہ اس نے سبب انت  
 طالق کا علم ہی نہیں کیا۔ جب ہمارے ہاں تعلیق بالشرط کی صورت میں سبب وجہ و شرط سے  
 پیچھے نہیں پڑتا تو وہ محل کا مقتضی بھی نہیں۔ لہذا ان نکاحات فاسد طالق اور ان  
 مباحات فاسد حر لحرہ کی مثالوں میں نہ قائل بالغ کا حکم خواہ وہ طلاق نہیں ہوگا۔ اور  
 جب تک شرط طلاق لایک پائی جائے سبب فاسد ہوگا۔ اور وجہ کو طلاق اور طلاق لایک پڑا تو یہی پڑا تو یہی کا  
 حکم ہے۔



طرف متعدی کیا جائے۔ انفس شافع قیاس کی بھی شرط رکھتے ہیں۔

### احناف کا جواب اور موقف:

علم شرعی تو صرف رقبہ مؤمنہ سے لڑائی کا ہے۔ جی عدم لڑائی تو عدم اصلی ہے اور عدم متعدی نہیں ہے۔ نیز کفار سے سب ایک جیسے ہیں ان میں بلک لال کا جرم افلا ہے لہذا انصاف کا تقاضا ہے کہ لڑائی اسی کے مناسب ہو لہذا انصار کے ساتھ یہ من کی قید لگائی جبکہ دیگر تمام اس وجہ کے نہیں لہذا قید کا ناظم ہے

قولہ: **ثُمَّ اعْتَزَلْنِي عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنْكُم كَمَا حَمَلْتُمْ  
الْيَمِينِ الْخ**

### اعتراف:

شافعی نے جس طرح انصار کو روک دیا، پر کفار و قتل پر کفارہ یحییٰ کو محمول کر کے انہیں بھی رقبہ کے لئے عین کی قید بتائی ہے اسی طرح انہیں چاہیے کہ کفارہ یحییٰ پر کفارہ قتل کو اطلاق مسامحہ کر دیں۔

### جواب:

اس امر سے قنات ثابت ہے اور یحییٰ میں طعام منعہ جس ہے اور قتل میں اصل طعام ہی مخصوص نہیں۔ اور اس میں سے اچھا تو بہت ہوتا ہے لیکن وہ اپنے عدم کے وقت عدم تکم کو ثابت نہیں کرتا۔ جواب کہ اصل یہ ہے کہ اس طعام اصلی یعنی کفارہ یحییٰ میں بھی عدم الطعام کی صورت میں اذان کفارہ کی قید نہیں ہے کہ وہ بھی نافی ہے۔ نیز نزع قتل انہیں حکم سے متعدی ہوتا۔

قولہ: **وَأَمَّا قَيْدُ الطَّعَامِ بِالْيَمِينِ الْخ**

شرعاً عدم رجبہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اعتراف کفارہ یحییٰ کو لکھا ہے کہ عدم طعامی رجبہ اللہ کی ایک روایت میں کفارہ علیہ لکھی ہے غرض کہ انہوں نے کفارہ کفارہ قتل میں بھی ثابت ہے

ظاہر ہے۔

ويعتد لا يوجمل المطلق على المعقد وان كانا في حادثة واحدة الخ

### احناف کے مذہب کا بیان:

محقق فرماتے ہیں کہ مطلق اور مقید خواہ ایک مادے میں ہوں جس طرح کفارہ کلبہا ہے یا مختلف مادوں میں ہوں جس طرح کفارہ قتل اور یحییٰ کی شرک گذری، یہ دونوں احناف کے ہیں مطلق کو اپنے خطاب پر رد کرنا نہیں کیا جائے گا۔ سے مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا بلکہ کفارہ کلبہا میں گمراہی مسکنوں کو لکھا تھا ناچاہتے تو تکمیل کفارہ سے قتل بعد از گرسنے میں کوئی جرم نہیں اسی صورت کفارہ قتل کے رد میں کفارہ یحییٰ و کفارہ کلبہا و غیرہ میں جس طرح مؤمن ظاہر کا آزاد کرنا جائز ہے کافر کا بھی آزادی ممکن کافی ہے۔

### احناف کی دلیل:

مطلق اور مقید، مستقل بللیں ہیں، بلکہ حتیٰ کار مکان دونوں پر حمل کیا جائے گا الا ان وہ کون فی حکمہ و اعلم الذی یہ مذہب احناف سے اشتقاق ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی ایک علم شرعی میں مطلق اور مقید دونوں وارد ہوں تو مطلق کو مقید کے تابع بنایا جائے گا۔ کیونکہ دونوں کے اشتقاق پر عمل کرنا ممکن نہیں اور مقید، مطلق پر حق اور مطلق مقررہ رکھتے کے ہیں۔ اور باکست اور باطنی یہ دو ہم معارض ہیں اور قرینہ باطنی ہوئی ہوئی ہے۔

### مثال سے وضاحت:

اس سے عید غنیمت، عید فرائض، عید اور عید کے ناموں میں غنیمت کی فید مذکور ہے اور عید نامہ مذکور ہے، عید احناف جنک عید فرائض کے نام سے کہلاتی ہیں اگر یہ کیا جائے گا کہ عید فرائض کے نام سے کہلاتی ہیں، اگر بھی وہ ان کے عیدین اور عید کے نام لہذا غنیمت



۲	مطلق اور مقید ایک ہی حادثہ اور حکم پر دارد ہوں	مطلق کو بالافتاق مقید پر محمول کیا جائے گا۔
۳	مطلق اور مقید کا حادثہ ایک ہو اور حکم مختلف ہوں	احناف کے ہاں مطلق مقید پر محمول نہ ہوگا مشوافع کے ہاں ہوگا۔
۴	مطلق اور مقید حکم "مادہ"	"
۵	مطلق اور مقید دونوں حکموں اور حادثوں پر وارد ہوں	مطلق مقید پر بالافتاق محمول نہیں کیا جائے گا۔

فاما قيد الاسامة والعدالة فلم يوجب التقى الخ:

مزید دو اعتراضات کا جواب

دوسرا اعتراض:

احناف کا قاعدہ ہے کہ جب مطلق اور مقید سبب میں وارد ہوں تو مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھا جائے گا مگر اتفاقاً جبکہ سائنہ افقوں میں وجوب زکوٰۃ کا قول کر کے احناف نے اس اصول کے برعکس حدیث مطلق فی خمس من الابل شاة و حدیث مقید فی خمس من الابل المسائمة شاة پر محمول کیا ہے کیونکہ وجوب زکوٰۃ کا سبب ہے۔

جواب:

ہم نے مطلق کو مقید نہیں کیا بلکہ مطلق دونوں میں وجوب زکوٰۃ کی نئی ایک اور حدیث سے ہوتی ہے مگر ہر دو عالم ﷺ نے فرمایا لیس فی العومل والحوامل والحملیة صدقة اس حدیث میں مذکور تین قسم کے اونٹ غیر سائنہ ہیں جن سے وجوب زکوٰۃ کی نئی ہو گئی۔ اور حکم سائنہ اونٹوں کے حق میں ثابت ہوا۔ الفرض مطلق کا اطلاق اس حدیث آخر کی بناء پر منسوخ ہوا نہ بناء



واقف کا قفسہ ہے کہ اس پر زکوٰۃ بھی واجب نہ ہے۔ احناف بھی سمجھتے ہیں کہ اس پر حدیثاً جوہر زکوٰۃ کے قائل ہیں مگر وہ اس لفظ زکوٰۃ پر مبالغہ نہیں کرتے۔

واعلموا انما الجملہ المتافصۃ الخ۔ آیت محمد علیہ علیہ السلام میں کہ انہوں نے جملہ کا ما۔ اور قفسہ کے لفظ سے اشارت ہے۔ طالق، بعضہ طالق کو، لفظ سے قفسہ طالق کا نہ پر تحریر کی طرف اشارت ہے البتہ کہ مطلقاً حدیث بھی تصریح ہو تو اشرک نہیں۔ کوئی مفاد فقہ نہیں جس میں ان دخلت الذار فانف طالق و عیدی حر میں مبالغہ ہو کر نہ ہو۔ یہ قفسہ طالق میں یہ نہیں۔ لیکن اگر اس کا مقصود قفسہ طالق سے اس کا تعلق ہو تو وہ حدیث سے غلط ہے۔ نیز اگر نہ کہ۔ غیر زکوٰۃ کے کہ اس میں ہے کہ۔ مطلقاً طلاق زکوٰۃ داخل در ہے مطلق کر رہا ہے لیکن منہ پر طلاق تحریر کی ذیل رہا ہے۔

### پانچویں وجہ فاسد کا بیان:

#### والعامل اذا خرج مغیر الجزء الخ:

تاریخ و حدیث سے ظاہر ہے کہ یہاں سے مصنف پانچویں وجہ فاسد کو بیان کر رہے ہیں اگرچہ تاریخ کو بھی اسے نص ہے کہ مذہب احناف کہ حدیث اور فہم کے مذہب کہ حدیث کا خلاف ہے۔ پانچویں وجہ فاسد کہ حدیث سے ذیل فقہ کی حد سے یا مانی سمجھا جاتا ہے۔ نیز اگر نص یا توں صحابی میں کسی شخص مخصوص کے متعلق درود تو اس کی منہ پر ذیل سے مرتب ہیں۔

نمبر	سورۃوں کا بیان	حکم	مثال
شعرہ			



<p>تقدیر اور علیہ ظلمین ہیں</p>	<p>یہ سب کچھ عام آپ عام فرد و شامل ہوگا محسوس ہو سبب نہ ہوگا۔</p>	<p>کلام سب کچھ از ہی کلام ہوگا</p>
<p>ان کے اعزاز و شرف فرج جسم او عین رسول اللہ علی اللہ عذیہ وسامہ فسید</p>	<p>تمام الزام کے ساتھ عام نہ ہوگا بلکہ محسوس ہوگا بہیں کسی ذات کا شائبہ نہیں</p>	<p>اگر یہ کلام کل حجاز میں ہو</p>
<p>دولت خداداد و یہ کہنا ان کی خدمت عبدی حر</p>	<p>باللہ حق سب کچھ عام سبب و درود کے ساتھ حق ہوگا۔</p>	<p>محکم جواب میں ہو اور باللہ از جواب نہ ہو مگر کلام مستقل ہو</p>
<p>الیس فی علیک الف لو ہم کے جواب میں نہ ہم یا بلی کہنا</p>	<p>باللہ خالق مبدع عام سبب و درود کے ساتھ خاص ہوگا آخری قیوں صورتوں میں و ہماری ثبوت تھم قیاس و اولاد اللہ یہ نص آخر کے ذریعہ کیا جائے گا۔</p>	<p>محکم جواب میں ہو مگر کلام مستقل نہ ہو</p>

<p>۵</p>	<p>کلام کل جواب میں ہو لیکن زائد علی قدر الجواب ہو۔</p>	<p>یہ صورت مختلف فیہ ہے تنقید کے نزدیک سینہ اپنے عموم پر رہے گا تا کہ الیوم کا تلفظ لغو نہ ہو لہذا اہل لغو ایہ کھانے کے علاوہ آج کے دن کہیں بھی کھانا کھا لے تو حادث ہو جائیگا۔ جبکہ امام مالک، شافعی اور زفر رحمہم اللہ کے پاس ذرات حال کی وجہ سے کلام مدعو یہ کہنے کے ساتھ خاص جہ لہذا ادائی کے علاوہ کہیں بھی کسی کے ساتھ کھانے تو حادث نہ ہوگا۔</p>	<p>معاز لغذ معی کے جواب میں یہ کہنا ان سفذیت الیوم فعبدی حر۔</p>
----------	---	---	--

پچھٹی وجہ فاسد کا بیان:

پچھٹی دلیل:

بعض شائع کا کہنا ہے کہ جو کلام محل مدح میں ہو مثلاً ان الابرار لسی تعیم۔ یا برائے مذمت  
ہو جیسے ان الفجار لسی جعیم۔ وغیرہ تو ایسے کلام میں عموم نہیں ہوگا۔ بلکہ جن کے تعلق یہ  
کلام ہے ان ہی کے ساتھ خاص ہوگا اور ان کے علاوہ میں اگر عجائز ہو تو قیاس یا ذرات العس  
سے حکم ثابت کیا جائیگا۔

ثمرہ دلیل:

والفین یکشزون الذہب والفضة ایک مخصوص قسم کے تعلق ہے لہذا اس سے

زیمات پر وجوبِ زکوٰۃ کا استدلال صحیح نہیں۔

### مذہبِ احناف و تردیدِ محکم:

اسب تک عام کے متعلق، یعنی عموم پر عمل ممکن ہو اس کے متعلقہ کو، ظل کرنا جائز نہیں لہذا اجماعاً کل مدح یا ذم میں ہو اسے عموم پر برقرار رکھا جائے گا کیونکہ اس کے خلاف کوئی قرینہ نہیں لہذا آیت مذکورہ سے زیمات پر وجوبِ زکوٰۃ کا حکم قائم و دائم درست ہے۔ یہ کہنا درست نہیں کہ کثرتِ مال مدون مراد ہے کیونکہ لا یفتقرونها للشیء قرینہ شام ہے کہ اس سے زکوٰۃ سہرا ہے۔

### ساتویں وجہ فاسد کا بیان:

یہ دلیل بھی شوافع کے ہاں مستبر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب جمع کی اضافت جمع کی طرف ہو تو جمع اول کا ہر فرد جمع ثانی کے ہر فرد کے لیے ثابت ہوگا۔ لہذا اخذ من اموالہم صدقۃ میں: سوال (جمع) کی اضافت ہم (جمع) کی طرف ہے اس لیے معنی کے ہر طرح کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ فرائض و عروض یا مال سائے۔ احناف کے ہاں اس صورت میں نقصاناً و حاو علیٰ ان حادیت ہوتا ہے۔ مثلاً لیسموا ثیابہم کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص نے اپنا پتہ لباس پہن لہذا کذا رکبوا و اہبہم و فاغنیسوا و جرحہم۔

### شعرہ اختلاف ایک مسئلہ فقہیہ کی روشنی کی روشنی میں

اگر کوئی شخص اپنی او بیویوں کو مخاطب کرے یوں کہ اذنا و لدنما و لدین فانقضا طلاقان، تو شوافع کے ہاں برعورت کے لئے طلاق دو بیویوں کی ولایت کی صورت میں ثابت ہوگی۔ ورنہ نہیں جبکہ احناف کے نزدیک برعورت اگر ایک ایک بچہ جن سے تو بھی اسے طلاق واقع ہو جائے۔ رہائشیہ پر بیع کا اطلاق تو یہ مسابحہ ہے۔

### آٹھویں وجہ فاسد کا بیان:

شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس وجہ فاسد میں کثیرا اختلافات ہیں جنہیں تفصیل سے ذکر کیا ہے

۔ اس وجہ کا تعلق اس امر سے ہے کہ کسی شے کا امر اس کی ضد کے متضاد ہو۔ نہ کا اور کسی شے کی نفی اس کی ضد کے ماسور ہوئے کا تقاضہ کرتی ہے۔ یا نہیں اور یہ نفی عند یا ماسور یہ کسی درجے کے ہوتے۔ اس سلسلے میں تین مشہور مذاہب ہیں۔

(۱) مذہب امام الحرمین و امام غزالی رحمہما اللہ:- امر بالشیئی اپنی ضد کے متضاد عند ہونے کا اور نفی اپنی ضد کے ماسور ہونے کا تقاضہ کرتی ہے۔

(۲) بعض دیگر اصولیین کا مذہب:- امر بالشیئی اپنی ضد کے حرام ہونے کا تقاضہ کرتا ہے۔ اور نفی من انشی اپنی ضد کے واجب ہونے کا تقاضہ کرتی ہے الغرض: امر اور نفی میں اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اپنی ضد کے متعلق بھی حکم ہوتا ہے۔

(۳) احناف کا مذہب:- امر بالشیئی اپنی ضد کی کراحت و مستلزم ہے اور نفی عن الشئی منعی عنہ کی ضد کے لئے سنت مؤکدہ کے برابر واجب ثابت کرتی ہے۔ حقیقتاً سنت مؤکدہ اسلئے نہیں ہے کہ وہ تو آپ ﷺ کے قول فعل اور تقریر کا نام ہے۔ مذہب احناف میں مزید تفصیل یہ ہے کہ بالذات امر کی وضع اپنی ضد کی تحریم کے لئے نہیں ہوتی۔ اس سلسلے کراحت کا قول کیا گیا۔ تاہم اگر ماسور ہو کی ضد میں اس وجہ مشغول رہا کہ ماسور ہوتے ہو گیا تو ضد حرام ہوگی۔ مثلاً کراحت ناسیہ کے لئے قیام ماسور ہے۔ لیکن اس کی ضد تعذر فی الركۃ الاولى سے نماز صرف اس وقت فاسد ہوگی جبکہ تعذر اس قدر طویل ہو کہ قیام فوت ہو جائے۔

امثلہ:-۔۔۔ شارح رحمہ اللہ نے الامر بالشیئی یستلزم کراہیتہ ضدہ کی مثال میں احناف کا باہم اختلاف ذکر کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ دوران نماز مکان طاہر پر مجہد ماسور ہے اگر کوئی مکان نجس پر مجہد کر لے پھر مکان طاہر پر عاود کر لے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں۔ اور طرفین کے نزدیک مکان نجس پر مجہد کرتے ہی اس کی نماز فاسد ہوگی۔ عاودہ نماز لازم ہے۔ صرف عاودہ مجہد بھی مکان طاہر کافی نہیں۔ صلاً اختلاف یہ

ہے کہ ماہرہ کی ضد میں مشغولیت مامورہ کی تکوینت کو مستلزم ہے یا نہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکانِ نجس پر عید کے بعد چونکہ اس نے مکانِ طاهر پر اس عید کا اعادہ کیا ہے لہذا مامورہ فوت نہیں ہوا۔ زیادہ سے زیادہ اس نے ایک مکروہ فعل کا ارتکاب کیا وہو لایسر جب فساد الصلوۃ۔ جبکہ طرفین برکھوا اللہ کے ہاں مکانِ نجس میں عید کر کے ہی مامورہ فوت ہو گیا۔ کیونکہ نماز میں تطہیر ایک دائمی فرض ہے۔ اور مکانِ نجس پر عید کرنے والا حامل نجاست ہے لہذا مکانِ نجس پر عید حرام ہے جو فرض تطہیر کو فوت کر رہا ہے اور فرض ہو جانے سے نماز فوت ہو جاتی ہے۔

بانی کی مثال محرم کا سٹے ہرے کپڑے نہ پہننا ہے کہ اس حسی عند کی ضد یعنی چادر اور ریشم وغیرہ کو حالتِ احرام میں ترک نہیں کیا جائے گا جس طرح سنتِ متوکلہ کو ترک نہیں کیا جاتا۔

﴿تسکات متعقدہ و فاسدہ تمام شد﴾





### فرائض کی تہذیب

(۱) ان مطالبات پر فصل اول ہے جس سے فرض نکل گیا۔ (۲) میں غور افغانراض پر فصل ثانی ہے۔ جس سے فرض بخاری ہو گیا۔ (۳) ولا و حویب پر فصل ثالث ہے جس سے واجب نکل گیا۔ اب تعریف جائز و فرائض اور مانع عن غیرہ ہو گئی۔ و لیکن قسانو ان هذا التصريف المصحح شارحاً وضاحاً کر رہے ہیں کہ مذکورہ حکم و تعریف کا مصداق صرف سنن حادی (سنن ڈالود) ہے البتہ دیکھنے والی تقسیم شریعتی کے طور پر وہ مکمل کی بھی ہے۔

### تکلیف ضروریہ نہ

اسانف کے پاس سنن و الطاق غیر نبوی کے طریقے پر بھی درست ہے لغویہ علیہ السلام میں سنن سنن فہم احمر عا و احمر میں شمل تھا۔ شائع اس الطاق و اضافات جائز ہیں البتہ ضروریہ کی ضروریوں کے عہدہ سنن الشیخون و عہدہ معفہ اسی سبب کہ سنن اللہ علیہم۔ ان کی دلیل معید بن مسیب کا قول ہے ہادیوں التذات من السنن لا یستوف۔ و هو السنن یہاں معید بن مسیب کا اشارہ سنت نبوی کی طرف نہیں بلکہ حضرت معید بن مسیب رضی اللہ عنہم کے قول کی طرف ہے۔

### سنت کی پہلی تقسیم

سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) سنن حدیث یا سنت مکتوہ اور (۲) سنن میرا کتوہ

(۱) سنن حدیث کی تعریف اس کا معنی اس جو پہلو میں اس حدیث کے حالات اور مقام کا مستویب ہو گیا تمامت اور ان کو سنت ہے۔

(۲) سنن روایت کی تعریف اس کا معنی اس حدیث کے حالات اور مقام کا مستویب ہو گیا تمامت اور ان کو سنت ہے۔



### (۳) نفل:

#### نفل کی تعریف:-

جس کو بجالانے والا حق ثواب ہو لیکن چھوڑنے والے پر کوئی عقاب نہ ہو۔ مثلاً مسافر پر دو رکعت واجب ہیں۔ لیکن دو مزید پڑھ لے تو یہ اور رکعتیں اس کے حق میں نفل شمار ہوں گی۔  
تاریخ رحمہ اللہ نے ضمناً ایک دوسرے اختلاف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ یا نفل شروع کرنے سے فرض بن جاتا ہے یا نہیں۔ یعنی اس کا اتمام لازم ہے یا نہیں۔

**شوافع کا مذہب:-** نفل شروع کرنے کے بعد بھی نفل ہی رہتا ہے لہذا اگر مکمل کرنے سے پہلے توڑے تو قضاء واجب نہیں۔

**شوافع کی دلیل:-**۔۔۔ بتائے گئی ابتدائے شنی کے مخالف نہیں ہوتی۔ لہذا جو ابتداء نفل ہے بقضاء بھی نفل ہی ہوگا۔ خواہ نماز ہو یا روزہ۔

#### احناف کا مذہب:

نفل شروع کرنے تک تو مرضی پر موقوف۔ پھر جیسے شروع کرنے کے بعد لازم ہو گیا۔ اگر توڑ دیا تو مادہ واجب ہو گا۔ چاہے نفل نماز شروع کر کے توڑا۔ یا نفل روزہ مکمل کرنے سے پہلے توڑا۔

#### احناف کی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لا تطعنوا اعمالکم لہذا نفل نماز روزہ وغیرہ ادا ہوا اس کی مخالفت ضروری ہے کیونکہ وہ ایک عمل ہے اور اعمال کو پٹھانوں نے سے روکا گیا ہے۔ اس پر ارشاد کیا مخالفت یہی ہے کہ سر پر حکم مرتب ہو اور اس کا منہ قلم ہو تا اتمام کے بغیر ممکن نہیں۔ نفل کو تاہم نہ کرنا۔ متعارف عن العمل نہیں کیونکہ ادا شدہ عمل کے اطلاق پر مستلزم ہے۔

## احناف کی دوسری دلیل:

نذرہ نئے والے چھٹن ذکر قوی اور تیسرے اسالی النی لسلہ علی ابن اصلی رکعتین وغیرہ کی بناء پر بلا تعلق نذر کو شروع کرنا اور پھر پائے تکمیل تک پہنچانا واجب ہے اس پر ہم رد و انقل بعد الاذکار کو قیاس کرتے ہیں۔ جبکہ دوام ابتدا کی نسبت آسان اور سہل ہے۔ اس طرح شروع فعل ذکر قوی سے قوی ہے۔

## ماسورہ کی قسم ہانی رخصت

### رخصت کی تعریف نہ کر لے کی وجہ:

حاج تعریف وہ اشیاء ہوتی ہیں جن میں اشتراک معنوی نہ کہ لفظی واحد کی وضع مفہوم نقل کیلئے ہو اور یہ فقط مفہوم کلی کے ہر ہر فرد میں حقیقت ہو اور تمام افراد شفق و حقیقت ہوں جبکہ رخصت میں ایسا کوئی اشتراک نہیں پایا جاتا ہے لہذا پہلے صاحب کتاب رحمہ اللہ نے اس کی تقسیم کی اور پھر تقسیم کی ہر قسم کی تعریف ذکر فرمائی ہے۔

### رخصت کی تقسیم:

اولاً رخصت کی دو قسمیں ہیں (۱) رخصت حقیقیہ اور (۲) رخصت مجازیہ۔ پھر رخصت حقیقیہ اور مجازیہ کی مستقل دو قسمیں ہیں۔ الفرض مکلا رخصت کی چار قسمیں ہوئیں۔ تفصیل بطور شارح ملاحظہ فرمائے۔

### (۱) رخصت حقیقیہ:

انچ رخصت جس کی عزیت معمول بہا ہو کر باقی رہے پھر ایک صورت میں عزیت کی طرح سے رخصت بھی اسے تمام اعتبارات کے ساتھ ہوگی یہ احق من الاخر ہے۔ جس میں بعض اعتبارات سے عزیت ہو ہو ہوگی بعض سے نہیں۔ و کذا للوخصۃ





انہاف کے نزدیک پر رخصت رخصت استنطاق ہے لہذا اس کے لئے اترہ مسلوہ جاری نہیں۔ جبکہ توافع کے ہاں رخصت ارفع ہے اور اتمام و اکمال اولیٰ ہے۔

توافع کو مکمل اللہ تعالیٰ کا فرمان و اذان ضرر بقم فی الارض قالہ من علیکم جہاد۔ اح ہے اور حریم استعلائی یہ ہے کہ تعمر کی صورت میں گناہ کی نفی کی گئی ہے۔ جو اس کے جواز پر دل ہے البتہ حضور و کرمہم <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> نے سیدہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسی طرح سے استعلائی پر ارشاد فرمایا تھا صدق تعدوی اللہ بیہا علیکم فاقبلوا صدقہ اس سے بھی تعمر کو قبول کرنے کا ثر و ثواب معلوم ہوتا ہے۔

### شواہد کو جواب:

مکہ کی نفی محض مالمسین کے اس خیال کی نفی کے لئے تھی کہ شاید تعمر منوہ گناہ ہو۔ جس طرح اس فرمان میں ہے ان الصف والمسروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطرف بہما۔

### دوسری مثال:-

مکہ اور مضر کے حق میں شراب اور مردار کی حرمت کا ساقط ہونا جس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے قد افحص لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررکم یعنی یہ چیزیں تم پر ممانعت اضطرار میں حرام نہیں البتہ اس حالت میں اگر کوئی شراب نہ پئے یا مردار نہ کھائے اور مرجائے تو کتابکار ہوگا۔ خلاف قسم اول کے کہ ہاں عزیمت اولیٰ تھی اور حرمت باقی تھی۔ صرف مؤخذہ صرف تھا۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی نے شرب شراب اور کھل صحت کو بھی قسم اول سے شمار کیا ہے۔ ان کی دلیل ان اللہ غفور رحیم ہے جبکہ ہذا جواب یہ ہے کہ فقرت اور رحمت کا تعلق ان چیزوں کے تقد و تدرق سے تو انہماک لئے وغیرہ اور سے ہے۔

ثمرۃ اختلاف:-..... اکثر مقلد قسم دوم نے جو اللہ لا اکمل حرمہا پھر حالت اضطرار

حرام گوشت کھانے کو ان کے ہاں چونکہ نفسِ حرمت باقی ہے لہذا احانت ہوگا۔ اور ہمارے ہاں نہیں ہوگا۔ چونکہ حالتِ اضطرار میں ان چیزوں کی حرمت ساقط ہو چکی ہے

تیسری مثال:۔۔۔۔۔ مسح علی الخفین کرنے سے غسلِ راجل کی ارضیت ساقط ہے صاحبِ دانیہ کے ہاں غسلِ راجل ہی حرمت ہے۔

انکارِ شریعت کی بحث مکمل ہوئی







**اعتراض:** ۔۔۔ احناف کو غشی کی انصافیت شرط کی طرف نہ بھی گرا، ہے میرا حال، اگر شرط سب سے نہیں ہوتی، لہذا صدقہ الفسادیہاں نہ لے لے ہاں صدقہ کا سبب دامن ہے نہ کو فطر و کفلا

### حج الاسلام

**جواب:** ۔۔۔۔۔۔ غشی کی منافی سبب کی طرف تباہ ہوا کرتی ہے نہ اعتراض ملتا۔

## باب اقسام السنہ

مصنف علیہ الرحمۃ اب تک کتاب اللہ کے حقوق بے فرما رہے تھے۔ جو اصول شرعیہ میں اصل الامور ہے، کتاب کی بحث سے فراغت کے بعد اب مصنف رحمہ اللہ سنت کی بحث کر رہے ہیں۔

### سنت کا معنی :-

نارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سنت کا لغوی معنی تحریریں اور راستہ سکھ ہے اور مصطلاح شریعت میں سنت حضور اکرم ﷺ کے اقوال، آپ ﷺ کے افعال اور جن امور وہ کیجے کر آپ نے ان پر تاکید فرمائی بلکہ حکوت اللہ یا فرمایا، ان پر ہوتا ہے اس کے علاوہ سنت کو ایک عام مفہوم بھی ہے جس کے معنی قرآن و احادیث و خبر کے پرانوں یعنی احادیث و سنن سے کہ امام ربانی رحمہ اللہ عظیم اور تابعین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کے قول پر بھی سنت کا احاطہ ہوتا ہے اگرچہ زیادہ تر انہیں ترک کلام یا جانا ہے تاہم سنت بھی کہتے ہیں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میری اور میرے اصحاب کے راستہ میں کی جو سراسر ہدایت یافتہ اور مشعل رہا، میں سنن کو منسوبی سے تمام کرو۔ حضرت سعید بن ابی اسب نے عبودوں کی انبیاء پر تاوان کے مسئلے میں حضرت زید بن اسود سے عرضی اللہ کے قول کو سنت کہا ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں کہ مصنف کی مراد ان میں نہیں بلکہ خاص ہے حضور اکرم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کے ساتھ۔

### سنت کی تعریف :-

ما یفادہا عن محمد و رسلہ سنت کی تعریف یہ کی ہے۔

کُلُّ مَا أَصْلَفَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ صِفَةٍ أَوْ تَقْرِيرٍ اسے عرفہ م میں حدیث کہا جاتا ہے۔

ہذا قول سے مراد حضور مایا سلام کے فرامین مبارک ہیں  
 ہذا فعل سے مراد حضور مایا سلام کے مبارک افعال ہیں۔

مما صفت سے مراد حضور اکرم ﷺ کے شکل کا بیان ہے

ہذا تقریر سے مراد یہ ہے کہ صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے کوئی کام نہ کیا اور وہ وجود دیکھنے  
 کے آپ نے منع نہیں فرمایا۔ آپ کو اطلاع ملی کہ آپ کی غیر موجودگی میں کوئی کام ہو رہا ہے لیکن  
 آپ اس پر خاموش رہے۔ اس کو تقریر کہا جاتا ہے۔ اور یہ بھی محبت شریعہ ہے کیونکہ صاحب  
 الشراعت سے یہ امر محال ہے کہ وہ کوئی غیر شرعی کام ہوتا ہوا دیکھنے کے باوجود اس پر خاموش رہے۔

### سنت کی اقسام:-

مصنف رحمہ اللہ سنت کی چار اقسام بیان فرما رہے ہیں۔ اور انکے پیش نظر اصول حدیث کے قواعد و  
 ضوابط نہیں بلکہ دو اصول فقہ کے بیان کے مطابق یہ اقسام ذکر کر رہے ہیں۔ اگرچہ بعض ناموں  
 اور قواعد کے اعتبار سے انہوں میں اشتراک بھی ہے۔

تخصیص:-۔۔۔۔۔ کتاب اللہ کی اقسام یعنی خاص، عام، امر، نہی، وغیرہ سب سنت میں بھی ملحوظ  
 ہیں۔ یہاں سے ان اقسام کا بیان ہے جو کتاب میں بالکل نہیں ہیں۔

نقد:- مصنف علیہ الرحمۃ نے سنت کے بیان کو چار تقسیموں پر منقسم کیا ہے پھر ہر تقسیم کے تحت  
 متعدد اقسام ہیں۔ وہ تقسیمات یہ ہیں:-

۱۔ تقسیم اول:- کیفیت اتصال کے بیان میں

۲۔ تقسیم ثانی:- کیفیت انتظام کے بیان میں

۳۔ تقسیم ثالث:- محل خبر کے بیان میں۔

۴۔ تقسیم رابع:- نفس خبر کے بیان میں۔

## تقسیم اول کا بیان بطریق وجہ حصر

تقسیم اول ہم سے اس طرح ہے۔ نبی کریم ﷺ نے کسی حدیث کے ابدال کی کیفیت کے بیان میں ہے  
یعنی یہ وہ حدیث متعلیٰ ہے جن میں یہ ہے کہ اس کا ابدال اس سے ہے۔ تقسیم اول کا محور  
مندرجہ ذیل تین قسموں میں ہیں۔

(۱) خبر متواتر

(۲) خبر مشہور

(۳) خبر واحد

وجہ حصر۔۔۔۔۔ ابدال در حال سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کو کمال ہو گا یا نہیں۔ اور کمال ہو یعنی ہم سے  
نیک تر نہ ہو گا۔ اگر حدیث متعلیٰ تک اس کو روایت کرنے والوں کی ایک کثیر تعداد ہر زمانے میں موجود رہی  
ہوگی۔ تو یہ خبر متواتر ہے۔ اگر ابدال کمال نہیں ہوتا۔ پھر در حال سے خالی نہیں ہوتا۔ ابدال میں صرف  
سورۃ شہد ہو گا۔ یہ خبر متواتر اور معنی دونوں کے اعتبار سے۔ اور صرف سورۃ شہد ہے تو خبر مشہور ہے  
اور اگر صورتاً معنی شہد ہو تو خبر واحد ہے۔

صورتاً سے مراد۔۔۔۔۔ قرآن اول تین مقامات پر اس حدیث کے سلسلے میں یہ متواتر نہ ہو  
اگر چنانچہ حد کے دار میں سے کثیر تعداد میں روایت کیا گیا ہو۔

صورتاً و معنیاً شہد سے مراد۔۔۔۔۔ تینوں فراموش یعنی صحابہؓ، تابعینؓ، اور تبع تابعین رضی  
اللہ عنہم کے دور میں یہ خبر مشہور نہ ہوئی ہو اگر چنانچہ حد کے بعد اسے راوی کثیر تعداد میں ہوں۔

(۱) خبر واحد متواتر کا بیان:

خبر واحد کی تعریف۔۔۔۔۔ وهو الخبر الذي رواه قديم لا يعصرى عدد هم

ولا يفتوهم فوالطوعهم على الكذب (خبر متواتر اس خبر کو کہا جاتا ہے جس کو ہر دور میں ایک جماعت نے روایت کیا ہو جن کی تعداد کثیر ہو اور ان کا جھوٹ پر متفق ہونا یا کثرت کی وجہ سے سب سے اتفاقاً طور پر جھوٹ کا سادہ ہونا محال ہو)

**قوله: لكثرتهم وتباين اماكنهم وعد التهم الخ**

**توضیح:**

اس عبارت سے شارح علام ملت بیان فرما رہے ہیں کہ اس قوم (جماعت) کے جھوٹ پر متفق نہ ہونے کی علت یا تو ان کا کثیر تعداد میں ہونا ہے کہ عام طور پر کثیر تعداد میں لوگ کسی جھوٹ پر متفق نہیں ہوتے نیز ان کے ساکن اور علاقے بھی الگ الگ ہوں تو یہ وہم بھی دور ہو جاتا ہے کہ شاید سب نے جھوٹ ماننے کا اتفاق کر لیا ہو نیز وہ مادل بھی ہیں۔

شریعت میں مادل اس شخص کو کہتے ہیں جو گناہ کبیرہ سے اشتباہ کرنے والا ہو نیز فسق و فجور کے کام اور کنہ صغیرہ کے ساتھ ساتھ ان کا سوں سے بھی خود کو بچاتا ہو جو مروت کے خلاف ہوتے ہیں۔ مثلاً رو چلے کھانا پینا۔ غسل خانے میں مکمل برہنہ ہو کر غسل کرتا۔ تاہم ہر دور کے تقاضوں کے مطابق مروت کے تقاضے بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اس دور میں غسل خانے اور پردے میں برہنہ ہونے سے حد الٹ حاکم نہیں ہوگی۔

**عام محدثین کا ملا جیون سے اختلاف:-**

محدثین کرام کے نزدیک آخری دو شرطیں طوطا نہیں لہذا چاہے یہ لوگ فاسق وہ جبرہوں یا ایک ہی ملائے کے رہائشی ہوں اگر کثیر تعداد میں ہیں تو ان کی خبر متواتر شمار ہوگی۔

**خبر متواتر کے لئے حد و شرط نہیں:-**

ملا جیون و صحافہ فرماتے ہیں کہ خبر متواتر کے لئے کسی حد کی تعیین شرط نہیں، مگر چھ بعض لوگ مختلف عدد مقرر کرتے ہیں بعض نے سات، بعض نے چالیس، بعض نے دس، بعض نے ستر کا قول کیا ہے۔









کہتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایک کے بعد دوسرے بھی ذکر کر کے ماتن دوسرا اللہ تعالیٰ اعلیٰ جمالی معترفی پر  
 دہکر نام پڑھتے ہیں جن کے پس خبر کے قبول ہونے کے لئے اس کا عزیمت ہونا شرط ہے یعنی اس کو کم  
 از کم دو بار پڑھنے سے روایت کیا ہو۔ ہم حاکم نسبتاً پوری دوسرا اللہ سے بھی اسکی بات منقول ہے  
 لیکن یہ درست نہیں بلکہ خبر واحدہ کا مستند ہے جس طرح فقہاء قریب آ رہا ہے۔

### خبر واحد کا حکم:

خبر واحد میں کوئی ادب کرتی ہے۔ اگرچہ طریق کا فائدہ نہیں دیتی۔

### خبر واحد کے مفید للعمل ہونے پر اصول اربعہ سے دلائل

#### قال الماتن بالكتاب والسنة والاجماع والعقول:

چونکہ معتزلہ اور بعض دیگر محدثین کرام خبر واحد کے مفید للعمل ہونے کے منکر تھے۔ اس لئے ان  
 کی تردید میں ماتن دوسرا اللہ فرماتے ہیں کہ میں اصول اربعہ یعنی قرآن مجید، حدیث رسول ﷺ،  
 اجماع امت اور عقل سے اس طرح پر علوم ہوتے ہیں کہ خبر واحد مفید للعمل ہے۔ ماتن دوسرا اللہ کے  
 علوم کی وضاحت کیلئے شارح علوم سنہ ہر اصل کی وضاحت مثالوں سے فرمادی ہے۔

#### (۱) خبر واحد کی حجت پر کتاب اللہ سے دلائل:

فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا  
 قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون۔ (الفران)

ترجمہ:۔۔۔۔۔ کہ ان خبر خلقی ایک چھوٹی جماعت ہر پڑائی جماعت سے کہ دور ہی کی بجو حاصل  
 کرے اور چاہے کہ ان سے ایسا فرقہ نکلا جائے ان کی طائفہ لے کر ان کے لئے شریعت کو دے۔ چاہیے۔

لہذا یہی دوسرا اللہ فرماتے ہیں کہ لیتفقهوا لیتفقدوا اور رجعوا ان میں سے طائفہ کی طرف  
 راجع ہیں۔ اور انہیں ان کے لئے شریعت کو دے۔ چاہیے۔









بال اور نہیں ہونے میں تردد ہو اور کوئی فیصلہ نہ کر پاو ہو اور جسے میں کوئی ایک شخص بھی تہید ہے کہ یہ پانی پاک ہے تو اس کے لئے اس پانی سے شہادت حاصل کرنا لازم ہو گا۔ ہم درجہ نہیں ہو گا۔ اسی طرح جہت ثلثہ کا مسئلہ بھی ہے کہ ایک شخص بھی کسی جہت کو قبول کرے۔ دوسرے تو تحریر ہا کر نہیں اس طرف رخ کرنا واجب ہے۔

### خبر واحد کے حکم کے متعلق بعض لوگوں کا نظریہ :-

وہ عمل لا عمل الا بعد الجمع سے ماخوذ ہے۔ یعنی جمع کے بعد ہی ایک اور نظریہ یہ بیان کیا جہاں حضرات نے نہ تو خبر واحد کی حیثیت سے کئی الگ کیا ہے جس طرح معتزلہ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اسے متعلق جہت اور قابل عمل تسلیم کرتے ہیں بلکہ یہ اتنا کہہ دیتے ہیں، لا منف مالینس لک بہ عظم (جس چیز کے متعلق ضرور ہو اس کی اپنی رائے نہ ہو) کا سہارا لے کر کہتے ہیں کہ مکمل نہ لئے اور ہے۔ اس عمل میں خبر واحد کا جب لایعنی نہیں ہوگی جس طرح کہ یہ صریح لایعنی نہیں ہے۔

### فلا یوجب العمل اور یوجب العلم کی وضاحت :

یہاں اسب شہر میں سب کے سوا چار سینہ دلوں کی گلیں ہیں۔ خبر واحد ہے۔ اس کا تمام یہ ہے۔ خبر واحد عمل و واجب نہیں کہتی کہ وہ عمل لازم ہے اور خبر واحد واجب لازم مشکی۔ تو عزم بھی مشکی ہو جاتا ہے۔ اہد اور۔ یہ مفید للعالم ہیں تو حقیقہً عمل بھی نہیں ہوئی۔

اور یہی طرفہ اس سے وہ اسب لایعنی قرار دیا جائے (جیسا کہ جمہور رائے ہے) تو اسے واجب لایعنی بھی کہنا لازم ہو گا کہ وہ واجب ضرور لایعنی ضرورت سے لازم یعنی صحیح ثابت ہونا چاہئے۔

### جمہور کی طرف سے جواب.....

..... آپ کا کہنا ہے اس سے استدلال یہ کہ وہ واجب کے صاف سے آئندہ اسے کا متعلق نہایت زور (بھائی جوان) اسے قبول نہ کرنے سے ہے۔

..... لا تنف مالینس لک بہ عظم میں خبر واحد (میں اس وقت نہیں) نہیں (میں)

واقع ہے۔

نہیں آیت کا حاصل یہ ہے کہ جس چیز کے متعلق تمہیں کسی بھی طریقہ سے کچھ بھی معلوم نہ ہو انکی پیروی نہ کرو۔

### خبر واحد کا مدار احوال روات پر ہے:-

خبر واحد کے روات چونکہ خبر متواتر مشہور کی حد تک نہیں پہنچتے ہیں لہٰذا روات کی حالت کا علم بھی ضروری ہے تاکہ جو راوی جس درجے کا ہو اس کی روایت (خبر واحد) پر ویسا ہی حکم لگایا جائے۔

### احوال روات کا حکم بطریق وجہ حصر:-

خبر واحدہ کا راوی دو حال سے خالی نہیں۔ معروف، اوگیا مجہول۔ اگر معروف ہے تو پھر وہ حال سے خالی نہیں۔ معروف بالغہ والعادلہ ہوگا۔ معروف معروف بالغہ والعادلہ ہوگا۔ اگر معروف بالغہ والعادلہ ہو تو اس کی روایت قیاس پر مقدم ہوگی۔ اور اگر معروف بالغہ والعادلہ ہے تو اس کی روایت کو قیاس پر پیش کیا جائے گا اگر قیاس کے خلاف ہو تو رد کر دیا جائے گا۔ اگر راوی مجہول ہو تو اس کی پانچ قسمیں ہیں یا تو بالاتفاق اسلاف نے اس سے روایت لی ہوگی یا بعض نے اس روایت لی ہوگی۔ اور بعض نے نہیں یا تمام اسلاف نے طعن سے سکوٹ اختیار کیا ہوگا۔ یا اس پر رد کیا ہوگا۔ یا اسلاف نے اس کی روایت نہیں کی ہوگی۔ اور ان کی طرف سے رد متقن ہوگا یا نہیں۔ پہلی تین قسموں میں مجہول راوی کی روایت معروف بالغہ والعادلہ کی طرف سے اور چوتھی قسم میں اس کی روایت مردود اور پانچویں قسم کی روایت اگر خلاف قیاس نہ ہو تو اس پر عمل کرنا جائز ہے اور جب نہیں۔

## چند اصطلاحات کی وضاحت

### معروف باللہ والاجتہاد

اواس کا صدیق حضرت خاتمائے مہدی علیہ السلام یعنی حضرت عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عباس عبداللہ بن مسعود یا عبداللہ بن زبیر زید بن ثابت ابی بن کعبہ انصاری، معاذ بن جبل، سعد بن مالک، ابوسویٰ اشعری اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم ہیں یعنی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو نہ صرف قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ کی اعلیٰ سمجھ کے حامل تھے بلکہ عوام کے نفق کے لئے انھوں پر غور و فکر کر کے جن امور پر کوئی حکم شرعی موجود نہیں ان کا حکم بھی تلاش کر سکتے تھے پھر محض تفقہ اور اجتہاد کا کافی نہیں بلکہ تقدم اور اہلیت بھی ضروری ہے جو معروف اور مسلم بھی ہو۔

### خلافا لمالک البخ

مہمور کے نزدیک خبر واحد المروی من المعروفین بالفقہ والاجتہاد کا حکم بیان ہو چکا ہے اسے قیاس پر فوقیت حاصل ہوگی، لیکن حضرت امام مالک رحمہ اللہ مجہود کے خلاف قیاس کو مقدم کرتے ہیں کہ دوسری قسم والے روایات کی طرح ان کی خبر کو بھی قیاس پر پیش کیا جائے مگر قیاس کے موافق ہوں تو قبول کر لیا جائے ورنہ رد کر دیا جائے۔

### امام مالک رحمہ اللہ کی دلیل :-

دفرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی میں حمل جوازہ فلیتروضا (جو جنازہ کی چار پائی اٹھائے بعد میں وضو کرنے) یہ سنا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے معارضہ کیا ایملوہنا المروضو، بحمل عیدان بابسة (یعنی ننگہ کنویں کو اٹھانے پر بھی وضو لازم ہوگا) اس سے معلوم ہوا کہ ابن عباس نے روایت پر قیاس کو ترجیح دی۔

جواب :- ..... اکثر فقہاء کرام نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فقیر صحابہ میں شمار نہیں کیا



ہے لہذا اور قسموں میں داخل نہیں بلکہ دوسری قسم کے روایت میں سے ہیں۔ ان کی روایات پر  
بالاقبال قیاس کو ترجیح حاصل ہے

قسم ثانی کے چند روایات۔ حضرت انس بن مالک، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو ہریرہ۔

### حدیث مصرعہ کی تشریح:

تمن دہ اللہ نے قسم ثانی کے روایات کو حدیث سے قیاس کے مقدمہ میں ان کی حدیث مصرعہ سے  
دی ہے۔ اس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ لیکن خلاف قیاس ہونے کی بنا پر اس حدیث  
پر عمل نہیں کیا جاتا۔ اس امر کی تفصیل یہ ہے

”مصرعہ“ لغت میں تصریہ (دہنہ) ہے اور اصطلاح میں اس کا مطلب ہے ہر فوراً دہنہ  
کے واسطے سے چند دن پہلے سے اس کا وادہ دہنا تاکہ مشتری اس کے زیادہ وادہ سے دھوکہ  
لہے۔ اور زیادہ قسم وادہ سے بعد میں اس پر طمانہ ہو کر جائزہ اتار زیادہ وادہ نہیں دینا۔ اس  
پر حضرت انس بن مالک نے روئے حدیث نفس کی ہے کہ اگر کسی شخص کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آ جائے  
تو یہ بخیر السخطین میں ہو وادہ یا دیر مائے جانور و روک لے ادا نہ کر بھی گوائے اور اگر  
کوئی ایک صاحب غرض کسی اضافی طور پر دینے سے یہ اس وادہ کا حق ہے جو اس نے وادہ کر لیا ہے یہ  
حدیث قیاس کے خلاف ہے کہ نہ

(۱) لیکن مشکل ہے اس کا حل بھی مثلاً بعض لیکن حق ہوتا چاہیے۔

(۲) اگرچہ ان کے وادہ سے بعد میں اس پر طمانہ ہو کر جائزہ اتار زیادہ وادہ نہیں دینا۔

لیکن صانع تحریر تو علم میں ہے جو طمانہ ہے نہ قیمت کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ وادہ کی قیمت اس کے  
بڑے وادہ سے بڑے ہو جائے۔ لیکن اختلافی اقوال ہیں

۱۔ امام مالک اور امام شافعی کے پاس حدیث سے کوئی حرج نہیں کیا جائے گا

۲۔ ابو یوسف اور عبد الرحمن بن ابی یوسف کے پاس نیز کی قیمت وادہ سے بڑے ہو

۳۔ امام حنفیہ کے پاس طمانہ قاری نے مطابق ہونی کا دوا نہیں کرتا

## والتقسیم الرابع فی بیان نفس الخیر

یہاں سے مؤلف رحمہ اللہ خبر واحد کی چوتھی تقسیم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی بھی چار قسمیں ہیں۔

**قسم اول:**۔۔۔۔۔ وہ خبر جس کے سچا ہونے کا یقین ہو

**مثال:**۔۔۔۔۔ حضور اکرم ﷺ کی خبر۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح سرور انبیاء ﷺ بھی کذب سمیت ہر قسم کے صغیرہ کبیرہ مکتا ہوں سے مصوم ہیں

**قسم ثانی:**۔۔۔۔۔ وہ خبر جس کے جھوٹا ہونے کا یقین ہو۔

**مثال:**

فرعون کا رب ہونے کا دعویٰ وقال انسا ربکم الاعلیٰ اس پر دلیل یہ ہے کہ فرعون ایک انسان تھا۔ اور تمام انسان حادث ہیں یعنی پہلے ان کا وجود نہیں تھا۔ **هل اتی علی الانسان حیث من الدهر لم یکن شیئاً مذکوراً** (کیا انسان پر ایسا زمانہ نہیں آیا جب وہ کوئی کامل ذکر چیز نہیں تھا)۔ اور تمام انسان فانی ہیں **کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والاكرام** (ارے زمین پر جو کچھ بھی ہے وہ سب فنا ہونے والا ہے اور صرف اللہ کی ذات باقی رہ جائے گی)۔ اور حادث و فانی معبود نہیں ہو سکتا۔

**تکلیف:**۔

یہاں حضرت مولانا محمد تقی المعروف ملا جو حق رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل عقلی سے استدلال کیا ہے۔ اور صوفی کے بعد نتیجہ نکالا ہے۔

**قسم ثالث:**۔۔۔۔۔ وہ خبر ہے جس میں حدیث اور کذب و افواہ احتمال ہوں۔

مثال۔۔۔ فاسق آدمی کی خبر قابلِ غائب ادا جہاد کم فاسق سبطاً قدیمہ (دب کوئی)  
فاسق اولِ جہاد سے پہلے کہ کوئی خبر لے کر آئے تو اسکی تحقیق کیا کرو

خبر فاسق میں دونوں طرز کے اہل ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اس شخص کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک  
حیثیت کہ یہ مسلمان ہے اور مسلمان کی خبر غلط ہو سکتی ہے۔ دوسری حیثیت یہ ہے کہ یہ فاسق  
کا مرتبہ ہے اور فاسق آدمی کی خبر جھوٹی ہوتی ہے۔

**حکم:**

ماہیوں رحمت اللہ نے پہلی دو قسموں کا حکم بیان نہیں کیا اور شاکر دوسری عبارت پر مختصر کیا کیونکہ  
سب جانتے ہیں کہ کوئی خبر سچی ہوتی ہے اس پر علم اور غلطی واجب ہو جاتا ہے اور جو خبر جھوٹی ہوتی ہے  
اس کا ترک واجب ہو۔۔۔ تیسری قسم کا حکم خود بیان کر دیا کہ یہ خبر ایسی ہے جس پر توقف کیا  
جائے۔ حیثیت فاسق فاسق واجب التوقف۔

### واجب التوقف سے کیا مراد ہے:

اس سے مراد یہ ہے کہ سختی ایسا خبر پر نہ صدق کا حکم لایا جائے کہ نہ کذاب کا بلکہ سارشی۔  
تحقیق کی جائے گی اور اس سے قرآن و حدیث کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے گا کہ یہ خبر سچی ہے یا جھوٹی  
نکتہ۔۔۔۔۔ خواہ بغیر ان کی تفصیل آپ اصول حدیث کی کتابوں میں پڑھ لیں گے۔

**قسم رابع**۔۔۔ وہ خبر جس میں صدق اور کذاب دونوں احتمالی ہوں۔ لیکن ایک احتمال دوسرے  
احتمال سے زیادہ ہو۔

مثال۔۔۔۔۔ مالِ شخص کی خبر جس میں روایت کی تمام شرائط جمع ہو ہوں

### ففس خبر کی تقسیم رابع بطریق وجہ حصر

ففس خبر وہ حال سے نادر نہیں یہ صدق اور کذاب میں سے ایک یقینی ہو گا یا نہیں۔ اگر صدق یقینی ہوگا

قسم اول ہے اور اگر کذب یعنی ہو تو قسم ثانی ہے۔ اگر کوئی شخص نہ ہو تو پھر وہ حال سے حال نہیں کہ کوئی احتمال رائج ہو گا یا نہیں۔ اگر کوئی احتمال رائج نہ ہو تو قسم ثالث ہے اور اگر کوئی ایک احتمال رائج ہو تو قسم رابع

نوٹ:۔۔۔۔۔ یہ جو مصنف اور شراح نے بیان نہیں کیا ہے ہم نے طہرہ کی سہولت کے لئے اسے اخذ اور بیان کر دیا ہے

قولہ: وَلِهَذَا الشَّرْعُ الْمَقْصُودُ هَهُنَا

شرح قول باتن و شارح:۔

باتن و شارح و طبرکات مہذبہ نے فقہ حنفی کے بعد فرمایا کہ نفس فہم کی تفسیر علی کی بھی چھٹی قسم یہاں مضمود ہے اور اس کے ضمن اطراف ہیں۔ شارح رحمتہ اللہ علیہ نے ان اطراف کو ذکر بیان کیا ہے۔

(۱) اطراف جناح (۲) اطراف حفظ (۳) اطراف ہوا

اطراف جناح کی تعریف

(۱) اطراف ہوا۔ اس سے مراد جناح کا حرکت سے اڑنا حدیرہ کو کہتے ہیں  
(۲) اطراف حفظ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جناح سے حرکت سے جو حدیرہ کی فہم اسے شروع سے فقیر و غنیہ حفظ (یا) برکت۔  
(۳) اطراف ہوا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو حدیرہ جناح سے اڑتا ہے اسے ہوا کہتے ہیں اور اسے شک پہنچنے سے تاکہ اس کی دھندلکی نہ ہو  
پھر وہ تمام حدیرہ ہیں جو کہ فہم و بیلو (رحمۃ سے و مہم سے) یہ وہ باتیں ہیں جنہاں سے پوششیں پوششیں۔ خوب ہیں۔

(۱) اطراف مکان مزید (۲) اطراف جناح و حفظ (۳) اطراف ہوا و ہوا (۴) اطراف حفظ و حفظ

(۵) طرف اور اعزیمنا (۶) طرف اور انصاف۔

## مختصر تعریضات

### (۱) طرف سماع۔

طرف سماع میں عزیمت :- حرف سماع میں عزیمت کا پہلو یہ ہے کہ وہ جنس اسماع سے ہو  
 طرف سماع میں رفعت :- طرف سماع میں رفعت کا پہلو یہ ہے کہ وہ جنس اسماع سے نہ ہو۔ جنس  
 اسماع کی تفصیل یہ ہے کہ محدث اپنے شاگرد کو روایات کی غیر موجودگی میں حدیث طارے۔ پھر  
 سماع کی سات قسمیں ہیں۔ مانتے نے اسے مختصر بیان کیا ہے (۱) سماع من الشیخ (۲) قراءۃ علی  
 الشیخ (۳) اجازت (۴) سناوہ (۵) مکاتبت (۶) وجاہہ (۷) وصیت (۸) اعلام

(۱) سماع من الشیخ :- شیخ حدیث کے الفاظ نوید بن کرے اور طالب علم اسے سنے۔

(۲) قراءۃ علی الشیخ :- طالب علم حدیث پڑھے اور شیخ سنے۔

(۳) اجازت :- شیخ طالب علم کو اپنی روایت کردہ احادیث کی اجازت دے

(۴) مکاتبت :- شیخ خود اپنی کوئی حدیث تحریر کر کے طالب علم کو دے دے یا کسی کے ساتھ اس سال  
 کر کے اجازت دیدے۔

(۵) سناوہ :- شیخ اپنی احادیث کی کتاب طالب علم کو دیدے اور کہے کہ یہ کتاب میرے فلاں شیخ  
 سے سنی ہوئی احادیث پر مشتمل ہے اور میں نے تمہیں اجازت دی کہ تم ان کو میری طرف سے  
 روایت کرو۔ سناوہ اجازت کے بغیر معتبر نہیں۔ البتہ اجازت کیلئے سناوہ ضروری نہیں ہے۔

(۶) کوجاہہ :- طالب علم یا ہم احادیث شیخ کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی پائے۔ اور اسے یقین کامل  
 ہو کہ یہ شیخ ہی کا خط ہے۔

(۷) وصیت :- شیخ یہ وصیت کر دے کہ فلاں ابن فلاں کو میری احادیث دیدی جائیں۔

(۸) اعلام :- شیخ کسی طالب علم کو خبر دے کہ میں نے یہ حدیثیں روایت کی ہیں۔









اعظم کی پرہیزگاری اتنی ہی اعمالِ علم و عمل اور راست بازی کو کیجئے تو شاید انہیں یہ صفت نہ پڑتی۔

### طرفِ حفظ میں رخصت:

یہ عزیمت کی حد ہے و بحدہ علماء فقیہین الاشیاء یعنی طالبِ علم حد سے کو یاد رکھنے کا اہتمام و انتظام نہ کرے بلکہ کتاب پر اعتماد کرے کہ جب کتاب کو دیکھ کر اسے استاد سے حدیث نسخے کی مجلس اور حدیث یاد آ جائے گی۔ یہ حجت ہے۔ لیکن اگر اسے کتاب دیکھ کر بھی یاد نہ آئے تو نام پر حدیث کے نزدیک حجت نہیں چاہیے کتاب اس کی اپنی تحریر (بقلم خود) ہو یا نہ ہو۔ دیگر ترک کا اختلاف ہے۔

### رخصت فی طرفِ حفظ کے حجت ہونے میں اختلافِ ائمہ

#### حضراتِ امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کا مذہب -

دونوں صورتوں میں خود کتاب دیکھ کر سماع اور مجلس دوس کے احوال یاد آئیں یا نہ آئیں اس کے لئے اس حدیث کو روایت کرنا جائز ہے اور اس پر عمل بھی واجب ہے۔ یعنی یہ حجت ہے۔

#### (۳) حضرت انسؓ کا مذہب:-

دیکھا جائے گا کہ اس کا اپنا انداز (تحریر) ہے یا کسی اور کی تکمیل ہوئی گالی ہے۔ اگر وہ اس کے ہاتھ میں یا کسی قابلِ اعتماد شخص کے ہاتھ میں ہو تو خط پر عمل کرنا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں خطِ تغیر و تبدل سے محفوظ ہوگا لیکن اگر کسی غیر معتقد شخص کے پاس ہو تو حجت نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایسے شخص سے تغیر و تبدل کا جوہر رہتا ہے۔

#### (۴) امام محمد بن حسنؒ کا مذہب

نمبر (۲) میں صاحبین کا مذہب اور امام محمدؒ کا مذہب چکا ہے۔ لیکن چونکہ امام محمد بن حسن شیبانیؒ کے مذہب میں کچھ تفصیل ہے اسلئے اسے مزاج کتاب نے الفک سے بیان کیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دوسرے مذہب کو مابینوں اور امام شافعیؒ فرمایا جائے۔ اور یہ مذہب امام محمدؒ کا امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ

لفظ سے یہ صورت ثابت ہوگا اور اس پر عمل کرنا واجب ہوگا۔

### فأول الشارح فذهب إليه رخصته وقيميرا على المنع

تاریخ خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو امام محمد نے جو اس کی سہولت کے پیش نظر رخصت کا پہلا  
تقریر کی ہے نہیں، اصل سول محمد ثانی دلائل حدیث سے انہماک سے اصرار کرتے ہیں کیونکہ  
اس میں صحتی حدیث ختم ہے۔

### (۲) طرف اول

#### طرف اول میں عزیمت

ان روایت سے ملے، ان میں عطاء کے ساتھ جن میں کسی دلی ہی تہذیب کے بغیر دوسرے تک پہنچنے سے تو  
یہ عزیمت سے ملتی ہے۔

#### طرف اول میں رخصت:

۱۔ روایت دوسری کہ میں جس کا عائلہ یہ حلیہ محدث حضور پر مبنی ہے، ان کے ساتھ ان کے وطن میں نقل نہ  
کرنے کے لئے صحتی کی۔

#### روایت بالمعنی کا حکم

(۱) ان روایت سے چار مسائل نکالے جاسکتے ہیں: ۱۔ روایت دوسری کہ میں جس کا عائلہ یہ حلیہ محدث حضور پر مبنی ہے، ان کے ساتھ ان کے وطن میں نقل نہ  
کرنے کے لئے صحتی کی۔

(۲) قال بالکلیۃ (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

(۱) قال کذا (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

(۲) قال کذا (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

(۳) قال کذا (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

(۴) قال کذا (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

(۵) قال کذا (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

(۶) قال کذا (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

دلیل:

مذکور کریم بیگ کا یہ لفظ برامج انھم میں سنہ ۷۰۲ ہجری اور ایک ایک کلمہ کے ہر ہر لفظ میں معانی و معنی کا رد و باوجود میں آتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص مومن اور لغت کا کتابی یا امام مومن معنی و معنی کو اپنے الفاظ میں لایا نہیں کر سکا۔ اسی لئے روایت بالمعنی کہ جائز قرار دینے تو بھی نفس معنی میں یا کسی رو جائز کی یا نہ دتی۔

اس سلسلے میں مصنف کتاب نے تفصیل سے گاہ فرمایا ہے۔

### روایت بالمعنی کے متعلق مصنف کا کلام بلاغت نظام

مصنف کا ترجمہ اس عبارت ہے کہ نہ صرف معنی کے روایت بالمعنی سے، بلکہ نہ سب سے نہ مطلق اجازت دی جا سکتی ہے نیز کہ الفاظ و معانی کے اعتبار سے حدیث کی مختلف قسمیں ہیں اور سب کے مختلف احکام ہیں ان تمام مختلف کے نام یہ ہیں۔

(۱) محکم (۲) نقلی ہر معنی (۳) برامج انھم (۴) مشترک متکمل پہلے

### اقسام مختلف کے احکام

#### (۱) محکم کی روایت بالمعنی کا حکم

محکم سے مراد یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ ایسے ہیں کہ ان میں ایک ہی معنی موجود ہے اور اس معنی کے سوا کسی دوسرے معنی کا احتمال نہیں۔ تو اس کی روایت بالمعنی فقہ اس شخص کے لئے جائز ہے جو روایت میں تصریح رکھتا ہو یعنی وہ سخت لی ہر لفظ اور متنوع اقسام و انواع اور تمام تفصیلات سے مل کر البصیرۃ والتثبت رکھتا ہو

دلیل

حدیث پر محکم ہو کر رکھنے کی وجہ سے اس شخص کی حدیث کا معنی مشترک نہیں ہو سکتا کہ بیان میں زیادتی کرے۔

## (۲) ظاہر المعنیٰ کی روایت بالمعنی کا حکم

اگر حدیث ایسی ہے کہ اس کے الفاظ کا ایک متبادر معنی ہے اور مراد ہی معنی اور مفہوم اس کے علاوہ کوئی اور ہے تو اس کی روایت بالمعنی صرف فقہ اور مجتہد کیلئے جائز ہے۔

دلیل:

چونکہ حدیث کا متبادر معنی مقصور نہیں اس لئے صرف لغت کی واقعیت پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ ایک اضافی شرط ضروری قرار دی گئی کہ وہ شخص فقہ اور اجتہاد کے اصول اور تمام تفصیلات و احکام سے واقفیت رکھتا ہو کیونکہ وہی بیان سکتا ہے کہ ان الفاظ سے شارع علیہ السناد کی کیا مراد نکلتی ہے؟ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ حدیث تو صرف حدیث کی خوشبو ہو سکتی ہے اس کے ذریعہ مسائل نکالنا اور ان کے ذریعہ عوام کا لانا عام کاروبار حافی علاج کرنا تنہا اور مجتہد کا کام ہے۔

مثال: قال النبی ﷺ واصحابہ: من بدل دینہ فاقتلوه اس حدیث میں منہ بہہ ذیل مباحث ہیں۔

کلمہ من کا عموم:۔۔۔ حدیث میں کلمہ "من" تہا و لغت کی را سے "امن" معنی عام کے لئے وضع کیا گیا ہے جس کی بنا پر حکم عام ہوگا۔

ازدروئے لغت مفہوم حدیث:۔ جو سرا اور عورت اپنا دین تبدیل کر کے مرتد ہو جائیں انہیں قتل کر دو۔ اگر لغت پر تکیہ کر لیا جائے تو مرتد مرد کی طرح مرتد عورت بھی واجب القتل قرار پائے گی۔

## حدیث کی روشنی میں فقہی حکم:

یہاں من اپنے عموم (المراد اولی و انشاء) کیلئے نہیں ہو سکتا تا کہ احکام میں ظلل واقع نہ ہو بلکہ یہ خاص ہے مرتد مرد کے ساتھ۔ جو مرد کی اسلام مجوز کر مرتد ہو جائے اس کو (تین دن مہلت دینے کے بعد) قتل کر دیا جائے لیکن عورت کا یہ حکم نہیں بلکہ مرتد ہونے والی عورت کو گرفتار کیا جائے



## مجلس پر دلیل:

مجلس کی مراد لفظ حدیث سے واضح نہیں ہوتی بلکہ اس کی مراد کیلئے کسی دوسری حدیث، آیت قرآنی، قول صحابی رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ اسلئے اس میں بھی روایت بالمعنی جائز نہیں۔

ظاہر ہے روایت کی بحث مجلس ہوئی ہے

## اس طعن کا بیان جو راوی کی طرف سے حدیث کو لاحق ہو

(۱) المروی عنه اذا انکر الروایة :

اس سے مراد یہ ہے کہ محدث کسی شخص کی سند سے (تین یا اس سے زیادہ) حدیث نقل کرے اور یہ کہ جب وہ شخص ان احادیث کو سنتے تو سر سے سنتے ان کا منکر لڑا ہے۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

(۱) انکار جامد :

مثلاً کہنے والے نے کہا کہ ہم نے اس حدیث پر ایمان نہیں لیا ہے۔ یا میں نے سمجھا ہے کہ یہ حدیث بیانی نہیں کی۔ کسب الفضل  
المصنوع باب من یمنون کذب علی و ما یریب نکت

انکار جامد کا حکم :

یہ حدیث درست نہیں۔ اس پر عمل نہ کرنا۔ اس میں کسی ایام کا اختلاف بھی نہیں۔

(۲) انکار متوقف :

مثلاً کہنے والے نے کہا کہ ہم نے اس حدیث پر ایمان نہیں لیا ہے۔ یا میں نے سمجھا ہے کہ یہ حدیث بیانی نہیں کی۔ کسب الفضل  
ابن تیمیہ۔ الا انکر اسی روایت تک هذا الحدیث کیوں کہ میں نے اس حدیث کو  
نہیں پایا (نہ اعرفہ)

انکار متوقف والی حدیث کے حکم میں اختلاف :

اس میں اختلاف مذہب ہے کہ محدث کی رو سے۔

(۱) امام حسن کرمی اور امام احمد بن محمد بن حنبل کا مذہب

اس حدیث میں کچھ ہندوؤں کی حدیث کی طرح سنا کر نقل ہے

امام شافعی و ابو یوسف و مالک رحمہم اللہ کا مذہب :

ان حضرات نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔ اس لیے اس حدیث کو





مابہ اس حدیث سے استخراج کرو ہے ہیں۔ جس میں دو ماہرین و ماہرین کے اہل ہوا مگر محدث اس حدیث کے ایک معنی کے خلاف عمل کرتا ہے تو اس بار پر دوسرے معنی میں یہ حدیث مرقاۃ العمل نہیں ہوگی۔ (تفصیل اعلیٰ طور میں آتی ہے)

### (۳) والن کان قبل الروایۃ ولم یعرف قاریخہ الخ

یہاں سے یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر محدث کا اپنی روایت کے خلاف عمل اس روایت کے بعد ہو تو اس کا حکم قدر یہ کہ ہے و صورتیں اور ممکن نہیں ہیں کہ محدث کا اپنی روایت کے خلاف یہ عمل روایت سے قبل ہو یا تاریخ معلوم نہ ہو کہ روایت کی نقلت روایت سے قبل ہے یا بعد میں۔ اس صورت میں حکم یہ ہے کہ یہ دو صورتیں حدیث پر جرح و طعن کا سبب نہیں۔

ولیل :-۔۔۔۔۔ اگر روایت سے قبل مخالفت کی تو اس لئے کہ راوی نے اس لئے جب تک یہ روایت نہیں آئی تھی۔ اس کا مذہب اور عقائد اس لئے وہ اس روایت کے مخالف اپنے مذہب پر عمل کرتا تھا۔ لیکن جیسے ہی اسے روایت میں اسے مذہب کے مخالف حکم نظر آیا اس نے اپنے مذہب کو ترک کر کے اپنے عمل کو روایت کے تابع کیا۔

اگر تاریخ معلوم نہیں تو اس بار پر کہ حدیث کی اصل جس ہے اور یہ اس کے سقوط کا حکم قبل ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مخالفت روایت سے بعد ہو۔ اس صورت کے تحت اس نے بعد روایت مرقاۃ قرار پاتی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ احتمال بھی ہے کہ نقلت اس روایت ہو۔ یہ صورت مرقاۃ نہیں کہتی۔ لہذا انک وارد ہو گا کہ ایک بھی ہوتا ہے کہ نقلت اس روایت سے بعد ہو۔ لہذا انک وارد ہو گا کہ ایک بھی ہوتا ہے کہ نقلت اس روایت سے بعد ہو۔ لہذا انک وارد ہو گا کہ ایک بھی ہوتا ہے کہ نقلت اس روایت سے بعد ہو۔

### (۴) وتعین الراوی بعض محتلاۃ الخ

ما قبل نیز انداز یہ ہے کہ گزشتہ بھی کہ اگر حدیث میں کوئی معنی یا احتمال ہے۔ راوی اس کے متبادر اور عام معنی (جو احتمال ہے) کو اختیار کرتا ہے۔ اور تو اس میں کوئی شک نہیں اس کے معانی احتمال میں سے کسی معنی پر عمل کرتا ہے تو اس صورت میں اس حدیث کے مقتضی سے یہ

جاء ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ راوی کا حدیث سے اقلیٰ معالیٰ محققہ میں سے کسی (ایک یا بعض) معنی کو متعین کر دیا اس حدیث کے دوسرے متعلیٰ معنی پر عمل کرنے سے مانع نہیں ہے۔

**مثال سے وضاحت:**..... شارع رحمہ اللہ اس بات کو مثال سے سمجھا رہے ہیں کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے قال قال رسول اللہ ﷺ السقايہان والخبیار مالم یفترقا۔ (جب تک فریدہ فروخت کرنے والے (بائع اور مشتری) ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے انہیں اختیار حاصل ہے) اس حدیث میں تفرق میں دو احتمال ہیں۔

(۱) تفرق سے مراد مفروق بالابدان ہو یعنی بائع اور مشتری کا اس مجلس سے الھو کر جدا ہوا ہو جائے۔

(۲) تفرق سے مراد مفروق بالاقوال ہو یعنی رجاء اور قول کا متعقد ہونا۔

**استدلال:**..... راوی حدیث منقولہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہاں تفرق کا ایک معنی تفرق بالابدان متعین کرتے ہیں ہمیں نام شافعی کا مذہب ہے۔ لیکن یہ دوسرا معنی مراد لینے سے مانع نہیں اسی بناء پر حضرت امام ابوحنیفہؒ و امام شافعیؒ و امام احمدؒ اس سے تفرق بالاقوال مراد لیتے ہیں۔

**نوٹ:**..... یہ ایک اتنی مسک ہے جس کی تفصیل آپ کتب فقہ میں پڑھ لیں گے کہ مشتری اور بائع کو یہ مجلس ماسل ہے یا نہیں۔

**والاستماع من العمل بہ الخ**

**اگر راوی اپنی روایت پر عمل سے رک جائے۔**

اجتناب بات مخالفت کی مجلس رہی تھی۔ لیکن اگر راوی اپنی روایت کی مخالفت نہ کرے بلکہ اس کے متعلق نفس کرنے سے احتراز کرے تو ماتن رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی مخالفت کی طرح ہے یعنی جس طرح ماتن اپنی روایت کی مخالفت نہ کرے تو وہ حدیث حجت نہیں بنتی اسی طرح احتراز من العمل

ہے بھی وہ حدیث بحث نہیں۔

**مثال سے وضاحت:** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

انه عليه السلام كان يرفع يديه عند الركوع وعند رفع الرأس من الركوع (بخوارزمی) کو اس میں ہاتھ اٹھانے کا وقت اور سر اٹھانے کا وقت دونوں ذکر کرتے ہیں (لیکن حضرت ابن عمر کا اصل اس کے برعکس ہے جس میں پہلی حضرت ابن عمر کے تائید و شیعہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی کو اس ہے جو ان کے ساتھ سفرو حضر میں ہیں ہوتے ہیں۔ ہاتھ اٹھانے میں ہم ارادہ یرفع یدیه الاھی التکبیرۃ او الافتتاح (میں نے ان کو صرف تیسری حدیث میں دیکھا ہے) ہاتھ اٹھانے کے عداد میں شمار نہیں کیے جاتے ہیں۔ لیکن (

**استدلال:** ... راوی حدیث بر مثل سبک ہاتھ اٹھانے کی ضرورت پر مدعی قسم کی دیکھیں کہ ان کی کجیہ، قد، یوم الساقط لا یصلح ان ینکبوا حتی یتکلموا (ابن ماجہ) اور انھیں علی بن ابی حمزہ (ابن ماجہ) نے روایت کی ہے اس کے متعلق دوسرے کو دلیل ہے)

وہ حدیث کی بحث نہیں ہو سکتی ہے



بھی اس کے خلاف قسم نہ کھاتے کیونکہ حد اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزا ہوتی ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی اور کمی زیادتی کسی شخص کیلئے قہراً وہ عظیم عطا کیوں نہ ہو جائز نہیں پھر امیر المؤمنین عرین خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھلا کیوں کر سوچا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حد شرعی کی خلاف ورزی کی جبکہ وہ مراد رسول کھلتے ہیں۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ان پر حدیث عقلی رہ گئی کیونکہ یہ ظاہر حدیث ہے۔

**سوال.....** اگر قریب عام حد کا جز نہیں تو حد بیٹے کے الفاظ کی آپ کیا تاویل کرتے ہیں؟

**جواب.....** قریب عام حد کا جز نہیں۔ البتہ سیاستاً امام عادل کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ مناسب جگہ تو سوکڑے لگانے کے بعد ان کے ناپاک وجود سے ارض اسلام کو پاک کرنے کیلئے انہیں جلاوطن بھی کر سکتا ہے۔

**اذا كان الحديث ظاهراً في قید کا فائدہ**

یہ قید کا کہ اس حدیث سے امتزاج کیا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی ظفا کا احتمال ہو سکتی ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ظفا کا احتمال حدیث کے لئے موجب جرح نہیں۔

**مثال.....** حضرت زید بن حاتم الحنفی رضی اللہ عنہ سے ایک حد مراد ہے کہ جو شخص نماز میں قہقہہ لگا کر چلے اس کے لئے وضو کا اعادہ کرنا واجب ہے سیدنا ابو موسیٰ اشعرنی اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

**استدلال.....** حضرت ابو موسیٰ اشعرنی کا اس حدیث عمل نہ کرنا اس صحیح حدیث کیلئے موجب نفی نہیں کیونکہ قہقہہ فی انفسہ ان حواشی میں سنہ ہے جو تدریجاً وقوع میں خود ضرورت ہمیشہ نہ آئے کہ جب ستار بنے یا چونکہ اشعرنی پر یہ حدیث نقل ہوئی ہو۔

یہ وہ اس چیز کی ضرورت ہمیشہ نہ آئے انکی طرف تو یہ کم ہی جاتی ہے ہر مرتبہ کیلئے ہر چیز کا جو نام بھی ہو وہی نہیں ہے وما اوتیتم من العلم الا قليلاً



## امور ثنائیہ کی مختصر وضاحت

(۱) تالیس: لغوی معنی: سید کے عیب کو مشق ہے۔ یہ بچپن کا اسے کچھ سہل قرار ہے۔

اصطلاحی تعریف: کتمان الحدیث فی الامتداد کو حد فہم کی اصطلاح میں

تألیس کہتے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے کسی عیب کے تشاغر و روی منہ کو تفصیلاً بیان نہ کرے۔ بلکہ یوں کہے جھنڈا فلاں عربی فلاں۔

غیر معتبر ہونے کی وجہ: منہ تفصیل سے بیان نہ کرنے کی وجہ سے کسی روی کے رو

جانے کا شبہ ہوتا ہے جس اور مالی جلتے ہیں۔ اور اس بذات خود جرح کی ملازمت نہیں رکھتا چہ جائے کہ شہار سال۔ یہ وہی اہل محنت نہیں سمجھا۔

## (۲) تلویس

لغوی معنی: خلاصہ کرنا۔

اصطلاحی تعریف: راوی کا اپنے استاد (شیخ) کا ذکر غیر معروض نام نہ کہیت سے کرنا۔

یعنی شیخ اپنے نام سے معروف ہے راوی اس کی کہیت ذکر کرتا ہے مثلاً من ابن عمری کا ذکر کہیت اور عیب سے کہنا جس سے وہ معروف نہیں یا اس کے برعکس ہو۔ اسی طرح کہیت شیخ کا ذکر ایسے وصف سے کرنا جو وہ آزاد افراد میں مشہور ہو اور بعض نہ ہو سکتے کہ کون مراد ہے مثلاً ابو سعید و دیگر لوگوں میں ابن عمری اور جس کی کہیت جائزہ صرف ابو سعید کہنے سے وضاحت نہیں ہوتی۔ جبکہ حسن بصری شیعہ ہیں اور ان کی غیر شیعہ ہے۔

(۳) ماں سار کے لئے مختلف ہیں۔ بعض میں الاماں کا لفظ ہے جو شیخ فخر الاسلام پر دہریہ رستہ اندیشی کی وجہ سے ایسا ہے اور بعض میں نہیں۔ بہر حال امالی بھی عیب نہیں لیا احادیث پر کارماں ہونا حدیث کو مروج نہیں کرتا۔

(۴) رکض الدایمہ..... اس سے مراد یہ ہے کہ راوی پوچھنے والے سے کہے کہ بعض لوگوں نے اسے سوچ نہیں قرار دیا ہے اور امام محمد پر طعن کیا ہے لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ یہ سوچ بعض نہیں بلکہ اکثر متقدمین کا امتیازی وصف ہے۔ مجاہدین کے گھوڑوں کی قسمیں اللہ نے اپنے پاک کلام میں کھائی ہیں۔

(۵) مزاح..... جو مزاح حدود شریعہ کے اندر محض دل لگی کے لئے ہو سوچب محض نہیں کیونکہ حضور ﷺ سے بکثرت ثابت ہے۔

### مزاح نبوی علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام کی چند مثالیں

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عمر رسیدہ عورت نے حضور ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا لا تدخل الجنة عجوز (بوزمی عورت جنت میں نہیں جائے گی) پس کر وہ عورت رنجیدہ ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بوزمی عورتوں کو ہا کر دار جولان بنا کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔

(۲) ایک روایت میں آتا ہے ان رجلاً استحمل رسول اللہ ﷺ (ایک شخص نے حضور ﷺ سے ساری طالب کی) آپ نے اس سے فرمایا انسی حاملک علی ولد الناقة (میں اونٹنی کے پیچے اونٹنی کے پیچے پر سوار کر دوں گا) اس نے کہا ما اصنع بولد الناقة (میں اونٹنی کے پیچے کو نیکر کیا کروں گا؟)

آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور وضاحت کی وہ ل تلد الابل الا الذوق۔ (اونٹنی تو پیچے ہی جاتا کرتی ہے) یعنی ہر اونٹ اونٹنی پہلے بچہ ہی ہوتا ہے۔

(۳) ایک دراز گزشتہ آدمی کو آپ علیہ السلام یا ذالذہین کنکر پکارتے تھے

(۷) کم سنی : .... راوی کا کم عمر ہونا بھی عیب نہیں البتہ پانچ سال سے کم عمر بچہ نہ ہو۔ لہذا حضرت سفیان ثوری کی امام ابو حنیفہ کے متعلق یہ بات کوئی حشیت نہیں۔ کھن مسابستول



هذا الشاب حديث السن عذرى

دلیل نہ..... کم عمر اور نوجوان صحابہ (حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابن عباس وغیرہ) سے  
بکثرت روایتیں مروی ہیں۔ البتہ حفظ و اتقان اور عدالت شرط ہے

(۸) اختلاف مسائل فقہ..... یعنی راہی کا فقہ کے مسائل و مباحث میں کس کس افتخار کہ  
فقہ اسکا اور دھنا کچھ نہ ہو۔ یہ بھی موجب طعن نہیں۔ لہذا اس بنیاد پر بعض متعصب لوگوں کا امام ابو  
یوسف اور دیگر شیخین اصناف پر طعن درست نہیں۔ اگر ایک طرف امام ابو یوسف فقہ کا مہر منیر تھے تو  
دوسری طرف انہیں ہزار موضوع حدیثیں بھی از ہر تھیں۔ جس کو اتنی کثرت سے موضوع  
حدیثیں یاد نہ ہوں صحیح حدیثیں کتنی اور کس قدر یاد ہوئی!

فی اقسام سنت کا بیان قرآن مجید الحمد للہ علی ذلک



اور عبارت انھیں کا اشارہ بعض سے تعارض نہیں ہو سکتا۔

اس وجہ سے کہ حکم مفسر کے مقابلے میں اور عبارت انھیں اشارہ انھیں کے مقابلے میں باعتبار وصف اولیٰ ہے۔

### اولویت ذاتی کی مثالیں:

ای طرح خبر واحد کا خبر مشہور سے تعارض نہیں ہو سکتا۔

کتاب کے حکم خاص اور عام مخصوص منہ بعض میں تعارض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خبر مشہور خبر واحد سے اور کتاب اللہ کا خاص عام مخصوص منہ بعض سے ذات کے اعتبار سے اولیٰ ہے

### (۲) معارضہ کی دوسری شرط:

دونوں متعارض الیٰس دریاہم متضاد حکموں میں وارد ہوں یعنی اگر ایک میں حلال ہونے کا حکم ہے تو دوسری کا تعلق حرمت ہو۔ ”تم رحمت اللہ علیہ“ نے اس شرط کو ضمناً اور جہذا بیان کیا ہے

قولہ: **وشرطها اتحاد المسئل والوقت مع تضاد الحكم**

### شرائط معارضہ کی عددی مثالوں سے وضاحت:

(۱) عقد نکاح کا کھنڈن مختلف ہو اور ایک کھنڈن میں حالت ”در“ دوسری کھنڈن میں حرمت ثابت ہو تو یہ تعارض نہیں کیونکہ تعارض سینے، شمولاً ضروری ہے یہ سب کھنڈن ایک نہیں مثلاً بیوی ”در“ ماس۔ تعارض ”در“ وقت ہوگا۔ سب کھنڈن یک ہوگا۔ مثلاً بیف وقت بیوی کے لئے ایک دلیل سے طلت اور دوسری دلیل سے حرمت ثابت ہو رہی ہو۔ یہ مثال ہے عدم اتحاد کھنڈن کی۔

(۲) عدم اتحاد وقت کی مثال یہ بیان کی ہے کہ عمر (شراب) کے لئے اللہ نے اسلام میں طلت (ایاحت) کا حکم تھا بعد میں رحمت کا حکم آیا اب یہ بیان کھنڈن (خمر ایک) ہے مگر وقت مختلف ہیں۔ لہذا اتحاد وقت شرط پایا گیا۔ پس اسے تعارض سے محروم نہیں ہو جائے گا۔

## تعارض کا حکم

اس کے ضم میں تفصیل ہے، دیکھ جائے گا کہ کن کن دلیلوں میں تعارض ہے یعنی دینیوں کی مشیت کیا ہے۔ اگر

اول :- ..... دو آیتوں کے درمیان تعارض واقع ہو تو اس کا حل سنت رسول ﷺ میں تلاش کیا جائے گا۔ کیونکہ جب دو آیتیں باہم متعارض ہوئیں تو سابقہ ہو جائیں گا۔ اذاتعارضنا فساقطاً۔ اب کسی تیسری آیت کے ذریعہ ترجیح نہیں دی جاسکتی کیونکہ یہاں کثرت اولیٰ والا سبب نہیں ہو سکتا۔ حالہ حدیث اور سنت رسول کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

مثال :- ..... قرآن مجید میں قرآنہ کے سعلق ایک حکم یہ ہے فاقروا اما تیسرے میں

للقرآن نور ودرہم حکم ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا

جہلی آیت کے مؤید کا لفظ ہے کہ امام کے پیچھے بھی قرأت کی جائے جبکہ دوسری آیت کا مضمون اس سے مانع ہے لہذا ہم قرآنہ خلف الامام کے سلسلے میں سنت رسول سے رجوع کریں گے اور حضور ﷺ کا فرمان ہے من کان له امام فقلوۃ الاحام قراءۃ لہ لہذافراءۃ خلف الاحام سنوۃ ہے

اگر تعارض دو سنتوں کے درمیان واقع ہو تو اقوال و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اس کے بعد قریب سے تعارض دور کیا جائے گا۔ متن کے الفاظ یہ ہیں۔۔۔ المصیر

الی اقوال الصحابہ رضی اللہ عنہم اور الخیار

موت تلفیک اور خیر کے لئے آتا ہے یعنی اختیار ہے کہ سنت کے اندر واقع تعارض کو قول صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعے رفع کر جائے یا قیاس کے ذریعے۔ یہاں بھی مائیں نے علامہ غفر اللہ عنہ کی شہادت کی ہے۔ لہذا فتاویٰ جے لاء ان صحابہ رضی اللہ عنہم، اقام میں سے جو مانع دور سے نہ ہو جائے۔ اس سلسلے میں فتاویٰ قبول دین کے بات ہیں۔

**پہلا قول:** ... ترجیح رائج کا شمار ہوگا جتنی جس مسئلہ میں یہ تقاضی واقع ہے دیکھا جائے گا کہ وہاں اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم رائج کی حیثیت رکھتے ہیں یا قیاس۔ جو رائج ہوگا اسی کے ذریعے تقاضی رفع کیا جائے گا۔

**دوسرا قول:** ... اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم ہر جہہ اور ہر مسئلہ میں قیاس پر مقدم ہو گئے۔ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں قیاس کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا

**تیسرا قول:** ... بعض حضرات نے تطبیق دی ہے کہ دیکھا جائے کہ یہ مسئلہ درک یا قیاس ہے یا نہیں۔ اگر درک یا قیاس ہے تو قیاس رائج ہوگا اور اگر غیر درک یا قیاس ہے تو اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم رائج قرار پائیں گے۔ کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ عنہم نے اس بارے میں شارع علیہ السلام سے سن لکھا ہے وہ وہ اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔

**مثال:** ... سلو و کسوف کے رکوع کی تعداد کے متعلق دو حدیثیں باہم متعارض ہیں۔

(المکروت عافئہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی ﷺ صلی صلوۃ المکسوفہ باربع رکوعات و اربع سجذات  
(۲۱) ان السببی ﷺ صلی صلوۃ المکسوفہ رکعتین کل رکعة مرکوع و سجذتین۔

پہلی حدیث کا تقاضا ہے کہ صلوۃ الکسوف میں چار رکوع اور چار سجدے ہوں جبکہ دوسری حدیث سے دو رکوع عام نمازوں کی طرح مفہم ہو رہے ہیں۔ لہذا اہم قیاس کی طرف رجوع کریں گے اور صلوۃ الکسوف بھی چونکہ ایک نماز ہے لہذا اسے عام نمازوں پر قیاس کریں گے اور عام نمازوں میں دو رکعت کے اندر دو رکوع اور چار سجدے ہوتے ہیں لہذا صلوۃ الکسوف میں بھی ایسا ہی ہوگا۔

**پانچواں قول:**

قیاس و اقوال سی۔ یہی امام پرہیز دیو جی نے کیا۔ صلی کائن و ابیہ کائن۔



کہ یہ تو فہید ہے اس سے سوراخ کی نجاست ثابت ہوتی ہے جبکہ چیلے اثر سے طہارت اسی سٹلے میں قیاس بھی متعارض ہیں (۱) ظاہر ہونے کیلئے سوراخ کو عرق حمار پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ عرق میں ضرورت زیادہ اور سوراخ میں اس کی نسبت کم ہے اسی طرح نجاست کے لئے اس سبب سے کہ سوراخ اور لہجہ دونوں خم سے متولد ہیں اور سوراخ کو لہجہ حمار سے ملتی کرتا بھی ممکن نہیں کیونکہ سوراخ میں ضرورت موجود ہے سوراخ میں نہیں۔ (۲) یہ بھی ممکن نہیں کہ سوراخ کو سوراخ کلب کے تابع کر کے حرام قرار دیا جائے۔ کیونکہ کلب میں وہ احتیاج نہیں جو حمار میں ہے کیوں کہ یہ گھریلو جانور ہے اسی طرح سوراخ کو سوراخ چروہ کے تابع کر کے ظاہر بھی قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ جتنی ضرورت برہنہ کی ہے اتنی حمار کی نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب ترجیح کی تمام راہیں مسدود ہیں۔ تو تقریر اصول واجب ہوگئی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ محدث کو اپنی اصل پر اور اپنی کو اپنی اصل پر رکھ جائے۔ پس پانی اصل کے اعتبار سے ظاہر ہے وانزلنا من السماء ماء طهوراً لئلا یذوقوا عذابی وہ گدھے کے منڈالنے سے غصہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اپنی اصل کے مطابق پاک ہی رہے گا اور آدمی اپنی اصل کے اعتبار سے محدث (حالت حدیث اس میں) ہے لہذا وہ محدث ہی رہے گا اور طہارت کے لئے اس پر تخم کرنا واجب ہوگا۔ لہذا اگر ٹکڑے کے پیچے ہوئے پانی کے علاوہ کوئی پانی موجود نہ ہو تو وضو بھی کرے اور تخم بھی۔

**اعتراف:** ..... جب پانی اصل کے اعتبار سے صحیح اور مطہر ہے اور نجس نہیں ہے تو وضو کافی ہو رہا ہے۔ تخم کو ساتھ کیوں ملا دیا گیا۔

**جواب:** تقریر اصول کا غاص یہ ہے کہ دونوں چیزوں (محدث اور پانی) میں سے ہر ایک کو اصل اصل پر رکھا جائے۔ اگر وضو ہی کافی قرار دیا جائے تو پانی تو اپنی اصل پر پانی رہا لیکن آدمی (محدث) اپنی اصل پر اپنی نہ رہے گا۔

**اعتراف:** ..... اصول ہے کہ جب دلیل محرم اور دلیل صحیح کے درمیان تعارض واقع ہو تو

احتیاط کے پیش نظر حرمِ رائج ہو گا۔ لہذا سورج اور کوئٹہ قراؤ دیا جائے

**جواب:** ..... محرم کو ترجیح دینا جہتی بر احتیاط ہے اور یہاں احتیاط اس میں ہے کہ سورج اور کوئٹہ کو مشکوک قراؤ دیا جائے۔ ہمارے پیش نظر یہ احتیاط ہے نہ کہ آپ کا بیان کردہ اصول

**اعتراض:** ..... شریعت واضح ہے اور اس کا ہر حکم روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ لہذا سورج اور کوئٹہ کو مشکوک قراؤ دینا صحیح نہیں۔

**جواب:** ..... آپ کو مشکوک کے لفظ سے غلط فہمی ہوئی ہے۔ لایہ مطلب نہیں کہ شریعت میں اس کا حکم معلوم نہیں ہے تو مجھول کہتے ہیں بلکہ مشکوک کا مطلب یہ ہے کہ اس کا حکم معلوم ہے اور وہ ہے وجوب التوضیہ و ضم التیمم کما قال صاحب الکتاب والشرح وسمی مشکوکاً لهذا الوجه لان یعنى به الجهل لیكون من قبیل لا انری ہن حکمہ معلوم وهو وجوب التوضی و ضم التیمم الیہ۔

**چهارم:** ..... اگر دو قیاسوں کے درمیان تعارض واقع ہو تو یہ دونوں ساقط نہیں ہوتے۔ بلکہ عمل بالاحوال واجب ہو گا کیونکہ اصل یعنی قرینہ الی اصول ہمارے نزدیک حجت نہیں ہے۔ بلکہ مجتہدوں میں متعارض قیاسوں میں سے اپنے عقلمندی و تحقیق کی بنیاد پر کسی پر عمل کرنے کا جہد نامہ شافعی رحمہ اللہ علیہ کے ہمارے قائل نہیں تھے۔ یہی ضروری نہیں کہ ایک ہی وقت میں ان کے ایک اجتہادی مسئلے میں متعدد اقوال بھی ہوتے ہیں۔ جبکہ اصناف کا یہ امتیاز ہے کہ ایک وقت میں ان سے دو یا زیادہ اقوال مروی نہیں۔

**اعتراض:** ..... یا اگر آپ کے نزدیک حجت نہیں تو سورجہ و میں آپ نے اس پر عمل کیوں کیا؟

**جواب:** ..... سورجہ کے مسئلے میں ان کو اختیار کرنا ضرورت کی بنا پر ہے و انفسہ و روات



تبیح المحذورات

**قوله:** والمخلص عن المعارضة اما ان يكون من قبل  
العجة النع

### تشریح قول بشرح

محاذرت سے جو تہ ذیل چیز (مخلص عن المعارضة) کی مدد پر نہیں چار قسمیں ہیں۔

(۱) بہت سے (۲) کم کی جانب سے (۳) خاص کی جانب سے (۴) اختلاف نہ ہونے کی  
جانب سے خواہ اختلاف نہ مان صرفاً ہو یا نہ مانے

### اقسام اربعہ میں ہر ایک کی وضاحت

(۱) من قبل العجة : اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شرعی چیزوں میں سے ایک جہت اپنی اور  
دوسری اپنی ہو مثلاً ایک خیر و اعلیٰ دوسری خیر مشہور یا متواتر یا ایک خاص ہوا اور دوسری اعلیٰ کو  
اپنی پر ترجیح ہونی نہ مرئی قرار

(۲) عن قبل المحکم : ... حکم کی جانب سے حکم کی صورت یہ کہ ایک سے حکم کا  
تعلق امور شرعیہ سے اور دوسری کے حکم کا تعلق امور دنیویہ سے ہو۔

مثال: (۱) یحییٰ بن خویں کے تصحیح ۱۰۰ فقرہ کی کہ: **يُؤْخَذُ كَمِ اللّٰهِ بِالسُّعُوفِ**  
**اِيسَاكُمْ وَلَكِنْ يُّؤْخَذُ كَمِ بَمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ** (۱۱۱) (الفظ بسم کسبت  
ق۔ ۱۰) (۱) ک۔ ۱۰ کے مجموع سے لے کر ۱۰ مفہوم ہوتا ہے تو ک۔ ۱۰ یحییٰ بن خویں نے اس طرح یحییٰ بن خویں میں  
دلائل کا ارادہ ظاہر ہے۔ یہ کہ ہر فقرہ کی قوت لا یؤخذ کم اللہ بالسعوفی  
ایسا انکم ونحو: یؤخذ کم بما عندکم الايمان (۱۱۱) (۱) ک۔ ۱۰ عسکم کی  
تفسیر: یہ مفہوم ہر جہت سے ہے۔ یہ مؤخذہ میں یحییٰ بن خویں کے ساتھ ملتی ہے

اب اس غرض کو کہ لے کر لیا کہ سورہ بقرہ میں مؤخذہ سے اخروی مؤخذہ و مراد سے یحییٰ بن خویں

پر ملاحظہ فرمائیے، بلکہ سورہ نساء میں مذکور ہے (کھاؤ اور پیو) کہ وہ صرف نہیں  
منہ سے دیر ہو جائے کہ بھین اتر اور بھین غصہ ہو۔

(۲) من قبل السجاء ... اس کی صورت یہ ہے کہ ایک کو ایک حالت کے ساتھ اور  
دوسرے کو دوسری حالت کے ساتھ خاص کر دیا جائے گا۔

مثال ... قرآن یاری تفسیر ہے یسئلونک عن المسحیض قل هو اذی  
فما عذرکم والنساء فی المسحیض ولا تغربون عن حیطہن۔ اس میں  
مضمون کے اندر دو فقرات ہیں مستقل ہیں۔ ایک بتانیہ اس کا حاصل ہے کہ جب وہ حاضر  
عورتوں میں سے موقوف ہونے کے سبب، سر پاک ہو جائیں تو ان سے تسامع کرنا جائز ہے خواہ  
تسلیم کریں یا نہ کریں۔ یعنی غسل لازماً نہیں ہے جبکہ دوسری قراۃ بتاتی ہے کہ یہ ہے جس کا مطلب یہ ہے  
کہ جب تک وہ غسل نہ کریں ان سے نہایت نہ کرو۔ یہاں قراۃ تخیف کو اس حالت کے ساتھ  
خاص کر دیا گیا ہے کہ جب مضمون میں غسل ہو۔ نہ کہ بعد نہ ہو جائے۔ اب غسل ضروری نہیں کیونکہ  
خون آنے کا نہ نہیں ہے۔ اور تعدید وانی قراۃ کو اس حالت کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے کہ خون  
ایام (دس روز) کے قبل نہ ہو جائے اس صورت میں غسل نہ دینی قرار پایا کہ خون کا نہ آنا چھٹی ہو  
جائے۔ اور ایام پہلی ہونے کی وجہ سے بھی بھی خون غسل نہ کیا ہے۔ غسل کر لینے یا ایک نماز کا  
وقت حالت طہارت پر گزرنے سے خون کا نہ آنا چھٹی اور متقیس ہو جائے گا۔

اعتراض ... آپ کی یہ تاویل یہاں اس لئے نہیں چلی سکتی کہ اس سے متصل اور انجاء ہے  
فانذا یطوبون فہم یحبون۔ یہاں صرف تعدید والی قراۃ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ  
حاضر عورتیں جب تک غسل کر کے پاک نہ ہو جائیں گی ان کے قریب نہ جایا جائے۔

جواب ... چنانچہ جواب تو یہ ہے کہ اس کا تعلق وجوب سے نہیں بلکہ احتیاط سے ہے کہ مستحب  
ہو حال میں ہے کہ یہی ہے نہایت مہارت کے بعد میں کی جائے۔



## علامہ ملا جیون رحمۃ اللہ کی تشریح دل پذیر

فرماتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں کے درمیان عموم خصوص میں وجہ کی نسبت ہے جس میں کل میں ماہ ہوتے ہیں۔ دو ماہے افتراقی اور ایک اجتماعی ماہ۔ یہاں بھی دو افتراقی ماہ دے دیے ہیں۔ اور ایک اجتماعی ماہ۔

(۱) اجتماعی ماہ دو عورت جو حاملہ بھی ہو اور متوفی عمنھا زوجھا بھی ہو

(۲) افتراقی ماہ اولیٰ: وہ عورت جو حاملہ ہو مگر متوفی عمنھا زوجھا نہ ہو۔

(۳) افتراقی ماہ ثانیہ: وہ عورت جو متوفی عمنھا زوجھا ہو لیکن حاملہ نہ ہو

افتراقی ماہوں میں کوئی اشکال نہیں لہذا متوفی عمنھا زوجھا (فتلہ) کی عدت چار ماہ دس دن قرار پائے گی۔ کما فی ایہ البقرة اور حاملہ (فتلہ) کی عدت وضع حمل قرار پائے گی کما فی ایہ المائدہ۔ یہ طلاق البتہ پریشانی اجتماعی ماہ دے کی صورت میں لاحق ہوتی ہے کیونکہ اس عورت کی دوا بیستیس ہیں آپا سے متوفی عمنھا زوجھا قرار دیں یا حاملہ۔ شروع رحمہ اللہ علیہ نے یہاں فقہاء صحابہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اختلاف نقل کیا ہے۔

**حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مذہب:**..... غلیظہ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کہ ایسی عورت اجدد الاجلین عدت گزارے یعنی دیکھا جائے کہ وضع حمل چار ماہ دس دن سے قبل ہوتا ہے یا بعد میں۔ اگر پہلے ہو تو چار ماہ دس دن کا انتظار کرے اور اگر بعد میں ہو تو ۴ ماہ دس دن گزارنے کے بعد بھی بیٹھی رہے یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے۔

**حضرت عبداللہ بن مسعود کا مذہب:**..... ایسی عورت کی عدت فتلہ وضع حمل ہے

**حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مذہب:**..... فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ سورۃ بقرہ والی

آیت پہلے ہے یا سورۃ المائدہ والی۔ لہذا تاریخی مظلوم نہ ہونے کی وجہ سے ہم کسی کو تاج لاہ کسی کو مسنون قرار نہیں دے سکتے اور تخلیق دہائی بھی صورت ہے کہ اجدد الاجلین کو ایسی عدت قرار

### حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا موقف:

وہ فرماتے ہیں کہ سورۃ البقرہ والی آیت منسوخ ہے کیونکہ سورۃ الطلاق والی آیت اس کے بعد اتری ہے۔ ان کا پہنچ تھا فرما کر کہنے تھے

من ثماء بأعلیٰ سورۃ النساء القصوی (یعنی سورۃ الطلاق) المتی فیہا  
وأولات الحمائم الخ نزلت بعد المتی فی سورۃ البقرۃ

نکتہ:۔۔۔ امام مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اور جہود صحابہ و تابعین رحمہم اللہ کا سلفاً عن خلف مذہب حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے موافق ہے۔

(۲) اختلاف الثرمان والائت:۔۔۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تاریخ کی روایتی خبر تو مطلوب نہیں

کہ رخ اور منسوخ کون کی اور ہیں تاہم زمانہ مختلف ہونے کی وجہ سے ہم خود کسی دوسری دلیل کا سہارا لیں: رخ منسوخ کا بے لعل کرتے ہیں۔ منکر اصول ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے نہ انحراف حریم اور سبب میں احادیث ہو جائے تو حریم کو مقرر کر دیا جائے گا۔ کیونکہ بحال اسل کے مطابق پہلے یہاں بھی حلت ہی تھی اور بعد میں حرمت کا حکم عارض ہو گیا۔

قول المذہب: قلوا عملنا بالماضی کان النص المبیح موافقاً

للإباحۃ

تشریح

یہ ایک جہد تریخ ہے کہ عند اللہ فرض محرم کو ترجیح ہوئی کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اب ہم سے محرم قرار دیں تو نص صحیح اباحت کے موافق ہوگا لیکن اگر ہم صحیح کو ترجیح دیں تو نص موافق نہیں ہوگی کیونکہ پہلے اباحت پھر حرمت پھر اباحت لازم آئے گی۔ اس طرح تکرار جس کو ہم آئے گا کہ پہلے اباحت تو محرم سے منسوخ کیا گیا پھر حرمت وارد ہو رہا اباحت کے ساتھ۔





شمارح فرماتے ہیں کہ حریت دارالاسلام میں اصل ہے اور اس پر روایات تعلق ہیں کہ حضرت  
 منیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الحقیقت غلام تھے۔ اور اختلاف حریت عارض ہے اب عبدیت کی خبر  
 حریت عارضی کے منافی ہے اور حریت کی خبر منیث ہے امر عارضی کہتے۔ جن روایات نے یہ کہا کہ  
 کہان عبد دافسی لاصولی پہ ظاہر حال پر۔ ہے کیونکہ پہلے غلام تھے تو شاید اب بھی غلام ہی  
 ہو گئے لہذا خبر عانی مثبت کے۔ عارض نہیں ہوئی (جیسا کہ شافعی نے فرمایا ہے)

### مذہب احناف کی وجہ ترجیح

ہم حریت کا قول اسے کرتے ہیں کہ جس راوی نے ان کے حر ہونے کی خبر دی ہے اس نے کسی  
 دلیل کی بنیاد پر دی ہو گی اب وہ ہم مثبت پر عمل کرتے ہیں۔

(۲) الحنفی فی حدیث میمونۃ رضی اللہ عنہا

مستور اکرم رحمۃ اللہ علیہ نے مقام سرف پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے لاج کیا تھا نکاح سے قبل آپ  
 بالاتفاق حالت احرام میں تھے تاہم نکاح آپ نے احرام توڑا نہیں انہیں اختلاف ہے

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے احرام میں آپ کو نکاح کے لئے عقد نکاح جاری نہیں کیا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

آپ رحمۃ اللہ علیہ حالت احرام ہی میں رہے کیونکہ انار سے آپ حکم کے لئے احرام میں لا رہے تھے  
 لہذا آپ کا نہ نہیں۔

شمارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احرام کی آپ پہلے اصل نہیں بلکہ عارض ہے۔ لہذا انفاق  
 نہ ہو کہ مستور اکرم رحمۃ اللہ علیہ میں وقت حالت احرام میں تھے۔ تاہم اب میں نکاح میں آئے باقی رکھتے  
 اور نہ نے میں آپ نکاح میں احرام کے لئے فی حدیثی سے اور جس احرام میں نہ تھے۔



## مذہب احناف کی وجہ ترجیح

مدیٹان الخبسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تروچھا وهو محرم (المحدث) مایعرف بدلیلہ کی جنس سے ہے لہذا فقیہی ثبت کے عارض ہوگی۔ اور ثبت ہے انہ علیہ السلام تروچھا وهو حلال اب دونوں رد اعموں میں تعارض ہو گیا لہذا ترجیح کیلئے امر عارض کی ضرورت ہے اور امام سے پاس اس کے لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث موجود ہے انہ علیہ السلام تروچھا وهو محرم اور یہ یزید بن اسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت انہ تروچھا وهو حلال سے ادنیٰ ہے کیونکہ وہ ضبط قوت حفظ اور محبت میں کمی اقہار سے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ہم پہ نہیں ہو سکتے۔ کما قال عمرو بن قنیدل رحمۃ اللہ علیہ اجماعہ للامام محمد بن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ ان یزید بن اسم رحمۃ اللہ علیہ عنہ اعرابی بوال علی عقیبہ اتجمل مثل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

### (۳) طہارۃ الماء وحل الطعام۔

ماثر نے ان دونوں کو مایعرف بدلیلہ کی جنس سے قرار دیا ہے۔ لیکن یہ ان کا تمارج ہے کیونکہ اس کو ماسیئقہ حالہ سے قرار دینا اولیٰ ہے۔ مثال کی وضاحت یہ ہے کہ پانی کے بارے میں ایک شخص نے خبر دی کہ یہ پانی نجس ہے اور دوسرے نے کہا کہ نہیں یہ ظاہر ہے و کذا حل الطعام اب پانی میں اصل طہارت اور طعام میں اصل حلت ہے اور اسے نجس یا حرام نہ بنا امر از حد کا اثبات ہے اور ظاہر ہے کہ بخبر نے مصحاب حال پر اعتماد کیا کیونکہ کسی دلیل پر اعتماد کیا ہے۔ طہارت اور حلت کی خبر دینے والے۔۔۔ احتمال میں یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے بھی دلیل کی بنیاد پر کیا ہے اگر مایعرف بدلیل نہ ہو۔ نہ است اور حرمت والی خبر مقبول ہوگی اور اگر یہ حلت اور طہارت والی خبر بھی المعروف بدلیلہ ہو تو شعاع ص ۱۰۰ الخیرین میں واقع ہوگا۔ نیز فیہ الأصل پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ پانی کو پاک اور کھانے کو طہال قرار دینا۔

## قولہ: والقرجیح لا یقع

(۱) جس حدیث کے راوی زیادہ ہوں اسے ترجیح حاصل نہیں ہوتی۔

لیکن اگر ایک طرف ایک راوی ہو تو دوسری حدیث نیز واحد ہو اور دوسری طرف دو یا زیادہ یعنی دو خیر متواتر مشہور ہوں اسلئے خبر واحد پر ترجیح حاصل ہوگی کما قالہ محدث۔ . . حجة لله عليه

فی المسبوحة و مع ترجیح قول الاثنین علی الواحد

(۲) جس حدیث کے راوی مرد ہوں تو اسے اس حدیث پر ترجیح حاصل نہیں ہوگی جس کی راوی عورت ہو کحدیث عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(۳) اگر ایک متعارض حدیث کے راوی آزاد اور دوسری کے تلامذہ ہوں تو راوی کے آزاد ہونے کی وجہ سے اسے ترجیح حاصل نہیں ہوگی کحدیث یلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۴) اگر ایک راوی سے دو حدیثیں مروی ہیں تو دونوں کا مضمون ایسا ہو گا یا ایک میں کچھ زیادتی ہوئی یا دونوں کا مضمون مختلف ہوگا۔ اگر ایک میں کچھ زیادتی ہے جیسا کہ اس میں مسطور ہے۔ حدیثی کی حدیث میں والمسئلة فافتمتہ کی زیادتی ہے تو یہی زیادتی راجح ہوگی۔

ملاحظہ فرمائیے تعارض کی بحث اختتام کو پہنچی ہے



### (۳) بیان تغییر

ایہا بیان جس کے ذریعے کلام کو ظاہر معنی سے بنایا جائے

مثال: ----- قول الزوج لزوجته انت طالق ان دخلت الدار

اے میں نے داخل گھر کی گئی تو تیرے لئے طلاق فوراً واقع ہوتی مگر ان وقت تک کہ وہ گھر سے نکلے اور اسے تعجب سے حنا کر دخول دہر کے ساتھ مطلق کر دیا ہے۔

### (۴) بیان ضرورت

وہو نوع بیان یفزع بما لم یوضع له ای التمسکوت یعنی یہ بیان کی ایسی قسم ہے جو اپنے موضوع (مفعول) کے غیر (سکوت) سے ثابت ہوتی ہے کبھی تو یہ فی حکم المطلق ہوتی ہے کبھی تنظم کی نکات حال سے ثابت ہوتی ہے اور کبھی لوگوں کو دھوکہ سے بچانے کے لئے ہوتی ہے اور کبھی کفر سے کلام کی ضرورت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ فقہاء اربعہ کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

#### (۱) اما ان یکون فی حکم المطلق

اللہ تعالیٰ کا میراث کے متعلق فرمان ہے وورثہ ابواہ فلامہ الثلث (میت کے وارث اس کے والدین میں اور ماں کے لئے تہائی حصہ ہے) اسی اب کا حصہ بیان نہیں کیا لیکن یہ منطوق کے قسم میں ہے کیونکہ وارث دو ہیں جب ام کو ثلث مل گیا تو بقیہ اب کو مل گیا۔ گو یہ کہہ دیا گیا فلامہ الثلث ولا یبہ الباقی۔

#### (۲) ثبت دلالة حال المتکلم:

حضور ﷺ کے سامنے ایسے متعدد کام کئے گئے جن کو کہہ کر آپ نے کچھ نہیں فرمایا یہ سکوت بھی اس امر کے جزا کے قسم میں ہے کیونکہ شارع ﷺ کسی نہ جائز امر پر غاموش نہیں رہ سکتے اس حدیث کی قرینہ بات ہے۔

#### (۳) ثبت ضرورة رفع الغرر عن الناس

آخر نام کو لکھتے۔ دو بار از میں حق تبار کر رہا ہے حالانکہ وہ مہم جو ہے اور پھر بھی خاموش ہے تو یہ  
اوں تصور ہوگا۔ نام نہ فرحت اللہ علیہ کے نزدیک سکوہ سوتی اذان کے قائم مقام نہیں۔

## (۴) ثبت ضرورۃ کثرة الکلام

کلام کو مختصر کرنے کیلئے یوں کہنا کہ لہ علی مائة ودرہم اس سے مراد لہ علی مائة  
درہم و درہم واحد ہے

## (۵) بیان تبدیل

اسے فتح بھی کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اذا بدلنا ایتہ مکان ایتہ اور دوسری  
جگہ فرمایا ما ننسخ من ایتہ او ننفسہا فأت بخییر منها او مغلظا۔ گویا کتب اور  
تبدیل ایسے ہی مانی جاتی ہے اور یہ ایک لحاظ سے بیان ہے اور دوسرے اعتبار سے نسخ اور تبدیل یعنی  
تعارف اعتبار سے یہ حکم سابق میں تبدیل ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے تھا کہ اس حکم  
کی اتنی مدت ہوگی اس کے بعد دوسرا حکم آئے گا۔

لہذا اشارہ کے حق میں بیان مغلض ہے۔ یہود اور منافق، خوارج و معتزلہ اس کے قائل نہیں۔ قیاس  
اور اجماع کتاب و سنت کے لئے خارج بننے کی صداقت نہیں رکھتے البتہ کتاب کو سنت سے اور سنت  
کو کتاب سے منسوخ کرنا جائز ہے جتنی تکلفاً و حلقاً پارہ صورتیں بنتی ہیں۔ (۱) نسخ الکتاب بالکتاب  
(۲) نسخ الکتاب بالسنۃ (۳) نسخ السنۃ بالکتاب

اختلاف۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نسخ الکتاب بالسنۃ جائز نہیں اور نسخ السنۃ بالکتاب  
نہی جائز نہیں نہاد اور نہیں جائز ہیں۔

(۱) نسخ الکتاب بالکتاب (۲) نسخ السنۃ بالسنۃ





## فصل سنت فعلیہ کی اقسام کا بیان

سنت فعلیہ یعنی حضور اکرم ﷺ کے مبارک افعال کی حکم کے قیام سے چار اقسام ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) مبارک (۲) مستحب (۳) واجب (۴) فرض

### اقسام مذکورہ کا حکم

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن احکام پر حضور اکرم ﷺ نے جس جہت سے عمل کیا ہے ہم بھی ان پر ہی جہت سے عمل کرنے کے پابند ہو گئے۔ اور جن افعال کے بارے میں جہت معصوم نہ ہو انہیں ادنیٰ درجہ (اباست) پر رکھ کر عمل کریں گے۔

دلیل:-..... کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ علیہ السلام اپنے مکروہ یا مرام پر عمل کیا ہو

### اختلاف علماء کا مختصر جائزہ

جو افعال حضور ﷺ سے سزا یا مبعاصار ہوئے اور ان کے متعلق ایسی کوئی واضح دلیل بھی نہ ہو کہ یہ حضور ﷺ کے ساتھ کسی شے کو جیور، المومر، و اوضو، عند کل صلوة۔ ان کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

پہلا قول:- جب تک جہت معصومہ نہ ہو ان افعال کی اجازت سے توقف واجب ہے

دوسرا قول:- جب تک ممانعت کی دلیل و رد نہ ہو ان کی اتباع واجب ہے

تیسرا قول:- امام کرخی اور مصنف رحمہما اللہ کے ہیں ان پر بطریق اہل سنت عمل کیا جائے گا۔

### سنت کی دوسری تقسیم

سنت کی ان اقسام کو بیان کیا جا رہا ہے جو حضور ﷺ کی طرف نسبت کرنے سے پیدا ہوئی

ہیں۔





(۱) بعض علماء کا مذہب..... شرائع سابقہ پر عمل واجب ہے۔ طافاً

(۲) بعض دیگر علماء کا مذہب..... شرائع سابقہ پر عمل کرنا اور سب نہیں۔ قطعاً۔

(۳) جمہور علماء کا مذہب..... واضح مذہب یہ ہے کہ دیکھا جائے گا اگر شرائع سابقہ کے ان

احکام پر کبیر وارد ہوئی ہے، خواہ قرآن میں ہر یا حدیث میں تو یہ ہمارے لئے واجب العمل نہیں لیکن  
اُمران کا ذکر قرآن یا حدیث میں آیا ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ نے کوئی کبیر نہیں  
فرمائی تو وہ ہمارے لئے واجب العمل ہیں

### چند مثالیں ان احکام سابقہ کی جو ہم پر واجب ہیں

(۱) قصاص کا قانون۔ اس پر ہم نے ہر ایک پر اترنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

وكتبنا عليهم فيها ان النفس بالنفس والعين بالعين والسن بالسن والجروح قصاص۔  
بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص۔

(۲) ہاری مقرر کرنا۔ سب سے پہلے حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی ذاتی کے متعلق قوم

کی ہاریاں مقرر کی تھیں۔ كما قال الله تعالى ونفيعهم ان العاص فسموا بينهم

(۳) لواطت کی حرمت۔ ذل نعالی فادکم لقانون الرحاں شہود

دون النساء،

### چند مثالیں ان احکام سابقہ کی جو بیحد کبیر ہم پر حجت نہیں

(۱) یہودیہ پر نفاق والے باغورہ گئے اور بھینز بکریاں حرام تھیں ہم پر حلال ہیں۔ کیونکہ یہ حرمت ان

پر جوہر کے بھی کہا قال تعالیٰ وعشی الذین عاهدوا حرمتا کل ذی ظفر ومن

المرء والنفس حر ما علیہم باجموعہما، ذالک حر یتذاعم بعبیدہ

احکام ان۔ اسب شرائع سابقہ منسوخ ہیں تو ان کے بعض احکام کو اس طرح واجب العمل قرار دینا

کی؟

جواب: یہ صحیح قرآن کا حقیقہ ہے احکام ہونے کی وجہ سے واجب نہیں بلکہ غیر کتاب سنت میں وارد ہونے کی وجہ سے یہ حادی شریعت کا جزو ہیں۔

### تہذیب صحابی کا بیان

(۱) قول رابع: قول صحابی رضی اللہ عنہ کی تہذیب واجب ہے اگر وہ خلاف قیاس ہو تو انکی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔ قیاس سے غیر صحابی غیر رضی اللہ عنہ کا قیاس مراد ہے نہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا قیاس دوسرے صحابی کے قول سے مترک نہیں ہوگا۔

### (۲) امام شافعی رحمۃ اللہ کا قول

جو سوا غیر مد رک بالقیاس ہیں ان میں قول صحابی رضی اللہ عنہ کی تہذیب واجب ہے اور جو مد رک بالقیاس ہوں ان میں قیاس پر عمل کیا جائے گا۔

### (۳) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

صحابی رضی اللہ عنہ کی تہذیب واجب نہیں خواہ وہ مد رک یا غیر مد رک بالقیاس

### (۴) احناف کثر اللہ سواد محمد کا مذہب

یہ قول غیر مد رک بالقیاس میں ان میں ہاں اتفاق قول صحابی رضی اللہ عنہ کی تہذیب واجب ہے البتہ مد رک بالقیاس میں اللہ اعلم ہے

### غیر مد رک بالقیاس میں تہذیب صحابی کی مثال

(۱) اقل مدت مقرر کرنے میں حضرت امیہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان

اقل الحصى للجارية ان یکر والشبب فلفة ایام ولبالیہا

(۲) سراج ما باع ما قبل ما باع میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول: آپ نے اس

نہاؤں سے اس نے خریدا ہے ان رقم پر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریعت نہاؤں پر قیل مہاؤں کو حاصل کیا

قد فرمایا جس جس نے اس سیرت و اس سیرت سے اس عورت کے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے  
۸۰۰ درہم میں تمام خرید لیا اور اس کی قیمت کو ان کے لئے سے قبل لکھی ہوئی ۶۰۰ درہم میں بیچ دیا۔ یہ تھا یہ  
میں فریقین میں ہوا نہیں

### غیر مددک بالقیاس میں مذاہب احناف

بعض احناف یہاں بھی قول صحابی رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے ہیں اور بعض قیاس پر عمل کرتے ہیں

### مثال سے وضاحت

فقہ مسلم میں اس اہمالی حد کو لایا ہے۔ یہ یا نہیں۔ میں امام ابو حامد حنفی رحمۃ اللہ علیہ بقصد اس  
امام سے یہ نو شرط قرار ہے ہیں۔ کیونکہ اس بارے میں حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک قول  
ہے کہ جبکہ سفر سے حد نہیں نکھڑاؤ گے ہمارے ہاں نہ طائیفوں کو قیاس پر عمل کر سکتے ہیں کہ جب استاد  
کو روکا جائے گا تو یہ ہے۔ شوریہ حد سے غیر آویزاں۔ بقدر بقدر اشیاء میں قیاس سے مطلع ہے

۳۔ چرشتہ کہ کا شہد کو قیاس کہ اس اشیاء میں قیاس سے مستغنی کر دیا جائے یا  
نہیں اس میں امام ابو حامد رحمۃ اللہ عنہ نے قیاس اور حدیث کے قیاس کو قیاس صحابی رضی اللہ عنہما  
کیا۔ ہر صاحبین نے جو احکامات علی رضی اللہ عنہ کے قول کی بناء پر ضامین ہو گئے۔ اور امام ابو حامد  
بنی حد علیہ قیاس کرتے ہوئے اس حد میں قیاس غیر مستغنی کر دیا ہے اور ان کے ضامین  
ہوئے پر کوئی ضامن نہیں آتا۔ یا انہاں اس صورت میں ہے کہ یہ نیاح فیہما ممکن الاحقر  
الاحقر۔ یعنی قیاس سے ہو جیسے چوری و انکسار فیہما لا یسکن الاحقر  
مسئلہ فیہما۔ یہ ہے بل باقوا انشاء اللہ

انہ مشرک کی دلیل دہری (تعداد) ہے



لغات اس شرط کی نسبت کی ہے۔ ملاحظہ ہے۔ علامہ اہلہ کی جمع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس نہ جانے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس نہ گئے۔ مگر اب اس شرط دومہ فقہیہ کے پاس یہ کی صورت میں جائز نہیں خواہ قاضی فیصلہ ہی کر دے کیونکہ وہ سنی ہے۔ رضی اللہ عنہم میں جمع اسم اللہ کے عدم ہونے پر اجماع فقہاء کا تھا۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس اختلاف سابق کی وجہ سے یہ اجماع معتبر نہیں بلکہ قاضی کے فیصلہ کا اعتبار ہوگا۔

### اتحاد اجماع کی شرط

اجماع کے اتحاد کیلئے ضروری ہے کہ تمام اہل اجماع کا اتفاق ہو، مگر کوئی ایک بھی اختلاف کرے تو یہ اجماع مستعد نہیں ہوگا۔ جمہوریت کے اصول پر اکثریت کا اتفاق کافی نہیں جیسا کہ معقولہ کا خیال ہے۔

### اجماع کا حکم

جس بات پر اجماع مستعد ہو جائے اس سے قطعیت اور یقین کا قائلہ حاصل ہوتا ہے لہذا اجماعی حکم کا اثر کافر ہے ۱۱ کہ کوئی عرض قطعیت اور یقین سے مانع ہوالبتہ حکم اجماع کی تکفیر نہیں کی جائے گی

### حجیت اجماع پر دلائل

(۱) وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكَ أَمَةً وَسَطًا لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۔ وسط بمعنی عادل ہے اور عادل کی شہادت سے ہم یقین حاصل ہوتا ہے

(۲) كَذَلِكَ جَاءَ خَيْرٌ أَمَةً أَخْرَجْتَ الْفَنَاءَ الْخَيْرِ فَرَامَتْ كَاجِمِ الْجَمْعِ بِحُجَّتِ بَوَاقِ

(۳) وَمَنْ يَسْأَلِ النَّبِيَّ فَسْأَلْهُ عَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ وَيَنْهَ عَنْ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنَافِقِ وَالْمُنَافِقُ وَسْوَاعٌ مُبِينٌ (یہاں ممکن مسلمین کی ذلت پر منبر کی تاکید ہے اور اجماع بھی ممکن مسلمین سے منہ الٹ کر مخالفت پر ہے)

### داعی الی الاجتماع کا بیان

مصلحت عامہ کے لیے اجتماع کے لیے ایسا وجہ جس سے کسی داعی کی ضرورت ہے اسے داعی کہتے ہیں۔  
اسے برائی ضرورت کہتے ہیں۔

۱۔ داعی الی الخیر: یعنی وہ جو لوگوں کو اچائی، نیکی، برائی سے بچانے کے لیے جمع کرے۔  
اس پر داعی یا مبراج کہتے ہیں۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (تلاوت) ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (تلاوت)

۲۔ داعی الی الشر: یعنی وہ جو لوگوں کو برائی، فحاشی، منکر سے جمع کرے۔  
اسے برائی داعی کہتے ہیں۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (تلاوت) ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (تلاوت)

۳۔ داعی الی الخیر والشر: یعنی وہ جو لوگوں کو اچائی، نیکی، برائی سے جمع کرے۔  
اسے برائی داعی کہتے ہیں۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (تلاوت) ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (تلاوت)

### فصل اجتماع کے لئے بھی اجتماع ضروری ہے

۱۔ اجتماع کے لئے اجتماع ضروری ہے۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (تلاوت) ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (تلاوت)

### اجتماع کے مراحب کا بیان

۱۔ اجتماع کے لئے اجتماع ضروری ہے۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (تلاوت) ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (تلاوت)

۲۔ اجتماع کے لئے اجتماع ضروری ہے۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (تلاوت) ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (تلاوت)

۳۔ اجتماع کے لئے اجتماع ضروری ہے۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (تلاوت) ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (تلاوت)





کیا نیچہ ہے؟

والا جواب عنہ صعب کما قال الشارح علیہ رحمة الرحمان

وتست بعون الله المتان وهو المتان -

وهنئ الله على النبي الامي وآله وسلم